پاسبان کی بیوی

سبینا ومبرینڈ

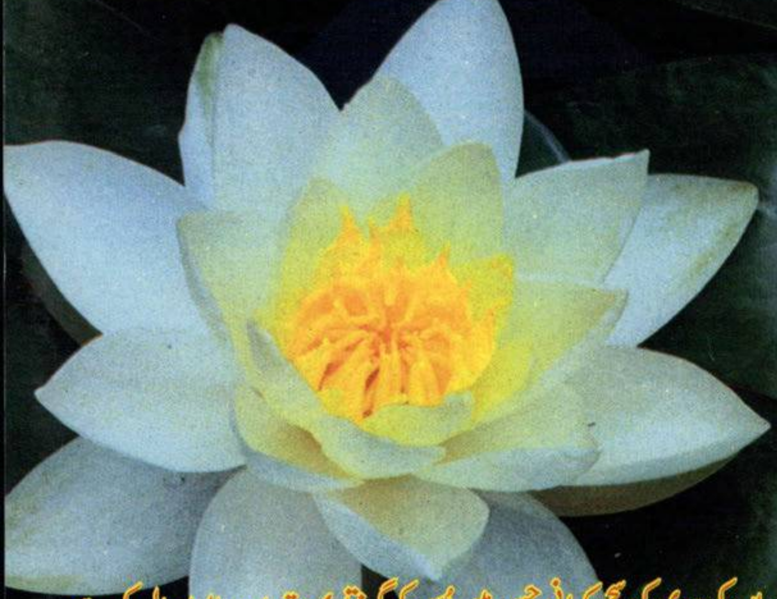

ایک پاسبان کی بیوی کی سچی کہانی جس میں اُس کی گرفتاری، قید اور سالہا سال کی روحی
ایذارسانی میں بقا کی جنگ کا بیان کیا گیا ہے۔ اُس کا قصور صرف یہ تھا کہ اُس نے رومانیہ
کمیونسٹ دورِ حکومت میں درپردہ کلیسیا قائم کی اور کلیسیائی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔

پاسبان کی بیوی

سبینا و مبر ینڈ

The Pastor's Wife

Urdu Edition

Copyright 2015 Voice Media

info@VM1.global
Web home: www.VM1.global

All rights reserved. No part of the publication may be reproduced, distributed or transmitted in any form or by any means, including photocopying, recording, or other electronic, or mechanical methods, without the prior written permission of the publisher, except in the case of brief quotations embodied in critical reviews and certain other noncommercial uses permitted by copyright law. For permission requests, email the publisher, addressed “Attention: Permission Coordinator,” at the address above.

This publication **may not be sold, and is for free distribution** only.

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
05	میں روسی فوج سے ملی	01-
21	خوف	02-
39	رچرڈ کا لاپتہ ہونا	03-
50	میری گرفتاری	04-
66	جلاوہ کی جیل میں	05-
81	میں نے یسوع کو قبول کیا	06-
89	وعدے	07-
95	نہر پر بیگار کیمپ	08-
116	کارسر	09-
123	کیمپ K-4 کی سردیاں	10-
138	دریائے ڈینوب	11-
145	کیمپ K-4 کی گرمیاں	12-

-13	باراگان کا میدان	156
-14	ریل گاڑی	167
-15	ٹرگسور	176
-16	سوروں کا فارم	181
-17	گھر کی طرف واپسی	192
-18	درپردہ کلیسیا	210
-19	جوابی لڑائی	226
-20	نیا خوف	242
-21	آزدی کی طرف	260
-22	اختتامیہ	270

میں روسی فوج سے ملی

1994ء کی گرمیوں میں جب ''ہٹلر کا جرمنی'' زوال پذیر ہو رہا تھا۔ تو تقریباً دس لاکھ روسی فوجی رومانیہ میں داخل ہو رہے تھے۔ جب اُن کا پہلا دستہ بخارسٹ (رومانیہ کا دارالحکومت) کے قریب پہنچا تو ہم اُن کا استقبال کرنے کیلئے گئے۔ یہ اگست کا آخری دن تھا اور کہیں بادل نظر نہیں آ رہے تھے۔ لہٰذا سخت گرمی تھی۔ دور کہیں کھیتوں سے گھنٹیاں بجنے کی آواز آ رہی تھی میرے شوہر رچرڈ نے کافی سالوں تک رومانیہ کے فوجی قید خانوں میں خدمت کی تھی۔ لہٰذا وہ بہت سے روسی فوجیوں کو جانتا تھا جو قیدی بن کر وہاں آئے تھے۔ یہ فوجی بنیادی طور پر مذہب پسند تھے اور یہ بڑی بات تھی کہ پچھلے پچیس سالوں سے لادین معاشرہ میں رہتے ہوئے اُن کے اندر مذہب کے آثار موجود تھے۔

میرے شوہر رچرڈ نے کہا کہ ہمیں اِن روسی فوجیوں سے ملنا چاہئے کیونکہ ان سے مسیح کی بات کرنا بہت اچھا ہے اس لئے کہ یہ شوق سے سنتے ہیں۔ جب ہم شہر کے مرکزی علاقہ میں پہنچے تو ہمیں کچھ مقامی کمیونسٹ لوگ ہاتھوں میں لال جھنڈے لئے اس عظیم سُرخ فوج (Red Army) کے استقبال کیلئے کھڑے نظر آئے۔ وہ ہماری طرف شک بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ اگرچہ بخارسٹ میں ایک بڑی ضیافت

اور استقبالیہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ تاہم عام لوگ روسی فوج کے استقبال کیلئے نہیں آ رہے تھے۔ میرا شوہر رچرڈ ایک دلکش جوان آدمی تھا۔ لمبا قد چوڑے شانے اور چہرے پر ایک اعتماد جو اُسکے مضبوط عقیدے کی وجہ سے تھا۔ ہم خوش تھے اور مسکرا رہے تھے کیونکہ جنگ ختم ہو چکی تھی اور ہم دوبارہ دوستی کی طرف گامزن ہو چکے تھے۔

ایک طرف سایہ میں رومانیہ کی حکومت کے کچھ افسران کھڑے تھے اور بڑی مشکل کے ساتھ روسی زبان کے کچھ الفاظ یاد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ روسی فوجیوں کیلئے اپنے ملک کا بہت پرانا روایتی تحفہ لے کر آئے تھے یعنی روٹی کا ایک ٹکڑا اور مٹھی بھر نمک۔ ہم خالی سڑک کو گھورتے ہوئے یہ سوچ رہے تھے کہ ابھی کیا آنے والا ہے۔ روسی اب ہمارے اتحادی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ ایک فاتح کی حیثیت سے رومانیہ میں داخل ہو رہے تھے۔ کچھ دور ایک چھوٹا لڑکا اپنی سائیکل پر پھر رہا تھا اور اُسکی آواز اِس خاموشی میں گویا زندگی کی علامت تھی وہ کہہ رہا تھا ''وہ آ رہے ہیں۔ روسی فوج آ رہی ہے۔'' اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ سرخ جھنڈے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ رومانیہ کے سرکاری افسر قربانی کے جانوروں کی طرح دھوپ میں کھڑے تھے پھر کچھ موٹر سائیکلیں ظاہر ہوئیں اور پھر پہلا ٹینک دکھائی دیا۔ پھر مزید ٹینک پھر ان میں سے لال ستاروں والے ہیلمٹ پہنے ہوئے فوجیوں نے اپنے سر باہر نکالے۔ یہ سب سڑک کے درمیان چوک کے پاس اکٹھے ہونا شروع ہو گئے۔ پھر سڑک ان سپاہیوں کے وزن سے کانپنے لگی اور پھر یہ لوگ ایک جگہ رُکنا شروع ہو گئے۔ سب سے آگے والا ٹینک ہمارے بالکل قریب آ گیا اس کی توپ کا رخ آسمان کی طرف تھا۔ جب استقبالیہ تقریب ختم ہوئی تو ایک فوجی نے آگے بڑھ کر وہ روٹی کا ٹکڑا اور نمک وصول کیا

اوراسے دیکھ کر مسکرانے لگا۔ایک نوجوان فوجی نے میری طرف دیکھا اور مجھے کہنے لگا کہ تم ہمارے لئے کیا لائی ہو۔میں نے کہا بائبل مقدس اوراسے بائبل مقدس تھما دی۔ ''روٹی،نمک اور بائبل'' وہ کہنے لگا'' جبکہ شراب کی توقع کررہے تھے۔اُس نے اپنے سر سے ہیلمٹ ہٹایا تو اُس کے بال دھوپ میں چمکنے لگے۔''بہر حال تمہارا شکریہ'' اُس نے کہا۔

اس کے بعد یہ قافلہ سڑک پر نشان ڈالتے اور کالا دھواں اڑاتے گزر گیا۔ہم نے اپنی آنکھیں صاف کیں اور گھر کو روانہ ہو گئے۔راستے میں ہم نے دیکھا کہ روسی فوجی سڑک پر بنی ہوئی دکانوں کو لوٹ رہے تھے فوجی دکانوں کے شیشوں کی طرف اشارے کر رہے تھے اور بخارسٹ کی امارت کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہے تھے۔ میرے شوہر نے ان میں سے کچھ سے بات چیت کی لیکن وہ ایک ہی سوال کرتے تھے ''ہمیں واڈ کا (شراب) کہاں سے ملے گی۔''ہم گھر واپس چلے گئے اور یہ سوچنے لگے کہ اِن فوجیوں میں سے کتنی روحیں خدا نے اپنی لئے چُنی ہیں۔

یہ بات سب جانتے تھے کہ نازیوں کا ظلم ختم ہو چکا ہے۔لوگوں کو امید تھی کہ روسی فوجی بھی جلد امن میں آجائیں گے اور اپنی راہ لیں گے۔لیکن انہیں یہ علم نہیں تھا کہ ظلم اور دُکھوں کا ایک نیا دور شروع ہو چکا تھا اور اس کے راستے میں قید و بند اور اُن کے عزیزوں کی قبریں تھیں۔

مجھے اپنے شوہر رچرڈ کی اس بات پر یقین نہیں آیا تھا جب اُس نے شادی کے وقت مجھ سے کہا تھا کہ ہماری زندگی بہت مشکل ہے۔اُس وقت ہمیں خُدا کی یا دوسرے لوگوں کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ہم بچے بھی نہیں چاہتے تھے صرف خوشی اور

مسرت ہی ہماری منزل تھی۔ پھر ہم نے مسیح کو قبول کر لیا میرا شوہر سویڈن، ناروے اور برطانیہ کی مشنوں کے ساتھ خدمت کرنے لگا اور اُس نے بہت سی کلیسیاؤں میں اور جیل خانوں میں منادی کی۔

جب روسی رومانیہ میں داخل ہوئے تو میری عمر 31 سال تھی اور میرا شوہر اپنے علاقے کا مشہور خادم تھا اور مصنف بن گیا تھا۔

ہم نے یہودی ہوتے ہوئے بھی کافی دُکھ اُٹھائے اور پھر مسیحی ہو کر بھی۔ میرے شوہر کو تین دفعہ قید خانہ میں ڈالا گیا صرف اس وجہ سے کہ اُس نے ایک مذہبی مجلس کا انتظام کیا تھا۔ ایک دفعہ قید خانہ میں آ کر ایک خاتون نے افسروں سے کہا کہ آپ نے میرے یہودی بھائیوں کو قید کیا ہوا ہے۔ میں بھی ان کے ساتھ قید ہو کر خوشی محسوس کروں گی۔

اس خاتون کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ خدا نے ہمیں ایسے بہت سے لوگوں سے ملایا۔ یہ ہمارے لئے فرشتوں کی مانند تھے جو دن رات ہمارے لئے کام کرتے۔ ایسے ہزاروں لوگ خدا نے اس دنیا میں بھیج رکھے ہیں اور وہ اُنہیں استعمال کرتا ہے۔

ایک پادری صاحب نے جو حکومت میں کچھ اثر ورسوخ رکھتے تھے صدر سے ہمارے لئے بات کی اور پھر مختلف خادموں کی سفارش سے ہمیں چھوڑ دیا گیا کیونکہ دراصل ہم بے گناہ تھے۔ اسی طرح جب بھی ہمیں گرفتار کیا جاتا خدا کسی نہ کسی کو استعمال کرتا اور ہمیں آزاد کرا دیتا۔ ایک پاسٹر صاحب اور ان کی بیوی اور سویڈن کے سفیر نے مل کر ہمارے لئے بہت دفعہ آزادی کا انتظام کیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم نازیوں کا سارا دورِ حکومت جیل میں ہی گزارتے۔ دراصل نازی حکومت

اس سفیر کی مدد سے روس کے ساتھ رابطہ رکھتی تھی اس لئے اُنہیں اُسکی بات ماننا پڑتی تھی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بخارسٹ خوش قسمت تھا۔ اس کے اردگرد کے قصبوں میں ہزاروں یہودیوں کو جانوروں کی طرح ذبح کر دیا گیا۔ ایک قصبہ میں سے تو صرف سات چھوٹی بچیاں ہی زندہ بچی تھیں۔ شاید بخارسٹ میں وہ دس لوگ موجود تھے جن کا ذکر بائبل میں سدوم اور عمورہ کے واقعہ میں کیا گیا ہے۔ اُن بچیوں کو بخارسٹ تک لانا ایک مسئلہ تھا کیونکہ یہودی سفر تو کر ہی نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا اس کا حل یہ نکلا کہ ایک مسیحی پولیس افسر نے انہیں گرفتار کر کے بخارسٹ کی جیل میں بھیج دیا۔ ہم جیل سے اپنی ضمانت پر انہیں اپنے گھر لے آئے۔ اس کے بعد کئی سالوں تک ہم اکٹھے رہے۔ ایک آدمی بھی اپنی بیوی کے ہمراہ فرار ہو کر ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ جب ہم گرفتار ہو جاتے تو وہ کلام کی خدمت کرتا۔

ہم ان بچیوں کو موت سے بچانا چاہتے تھے اور خدا نے ہماری مدد کی۔ میں سوچتی ہوں کہ بہت سے لوگوں نے دوسروں کو بچانے کی کوشش نہیں کی ورنہ شاید ہزاروں لوگوں کی جانیں بچ جاتیں۔ اُن لاکھوں یہودیوں کو بچانے والا کوئی بھی نہیں تھا جنہیں اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا اور وہ بھوک اور سردی اور برف باری سے ہلاک ہو گئے۔ خود میرا خاندان بھی انہی مظالم کی نظر ہو گیا۔ میرے ماں باپ تین بہنیں اور میرا بھائی کبھی گھر واپس نہیں آئے یہ ایک ایسا زخم ہے جو ہر وقت تازہ رہتا ہے اور جب بھی اسے ہاتھ لگائیں اس میں سے تازہ خون نکلتا ہے۔

یہودی تاریخ اس طرح کے زخموں سے بھری پڑی ہے۔ ان کو یاد کر کے ہر یہودی دوسری قوموں کے ساتھ مل کر روتا ہے۔

ہمارا بیٹا مائیکل پانچ سال کا تھا جب نازیوں کو شکست ہوئی۔ اُس کا بچپن دوسرے بچوں کی طرح نہ تھا۔ اُسکے گرد ہر وقت موت کا خطرہ ہوتا تھا۔ تاہم اُس نے بہت کچھ اس کم عمری میں ہی سیکھ لیا تھا۔ ہمارے گھر میں دُعائیہ مجلس ہوتی تھی اور لوگ آ کر اپنے اوپر ہونے والے مظالم بتاتے تھے۔ انہیں وہ بڑے غور سے سنتا۔ وہ اپنے باپ کو مشن میں کام کرتے اور مصروف رہتے دیکھتا۔ میرا شوہر ہمیشہ ہمارے بیٹے کیلئے کچھ وقت ضرور نکالتا اور اُس سے بائبل کے بارے میں بات کرتا۔ ایک دن مائیکل نے اپنے باپ سے کہا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے کہا تھا کہ جس کے پاس دو کُرتے ہوں وہ ایک کُرتہ اُس کو دے دے جس کے پاس نہیں ہے۔ آپ کے پاس دو سوٹ ہیں لہٰذا آپ ایک سوٹ اُس بزرگ آدمی کو دے دیں جو ہمیشہ ایک میلی جیکٹ پہنے رکھتا ہے۔ باپ کے اس بات کا وعدہ کرنے پر اُسے بہت سکون ملا۔ وہ ہمیشہ بائبل کی باتوں کو سنجیدگی سے سنتا اور اُن پر عمل کی کوشش کرتا۔ وہ نئے مسیحیوں میں (جو رچرڈ کی وجہ سے مسیح کو قبول کرتے) بہت مقبول تھا۔ وہ اُسکے لئے ٹافیاں اور کھلونے لایا کرتے تھے۔

جنگ کے دوران ہمیں ایک ایسے چھوٹے گھر میں منتقل ہونا پڑا جس کے اردگرد ایسے لوگ رہتے تھے جو یہودیوں سے بہت نفرت کرتے تھے اور مسیحیوں سے بھی۔ اسی نفرت کی وجہ سے رومانیہ کا یہ حال تھا۔ تاہم میرا شوہر خود ان لوگوں کے پاس جاتا اور ان سے بات چیت کی کوشش کرتا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ مسیح کیلئے اِن لوگوں کو جیت سکتا تھا۔ اُس کا ایمان دنیوی مظالم اور نفرتوں سے بالاتر تھا۔ وہ لوگوں سے مسیح کے بارے میں بات اس انداز سے کرتا تھا کہ وہ اُس کی بات نہ چاہتے ہوئے بھی سن لیتے تھے۔

اُس نے پہلے اپنے مالک مکان اور پھر دوسرے ہمسایوں سے بات کرنا شروع کی اُسکی نیلی آنکھیں اُن کے دل میں اُتر جاتی تھیں۔

ایک شخص اُس پر برس پڑا۔ وہ کہنے لگا تم یہودی بالکل بے کار لوگ ہو۔ لیکن رچرڈ نے اُس کا غصہ نہیں کیا اور اُس سے کہا یہ سلائی مشین جو تم استعمال کر رہے ہو سنگر ہے اور یہ ایک یہودی نے ایجاد کی تھی۔ ہمارے قریب رہنے والی ایک خاتون یہودیوں سے بہت نفرت رکھتی تھی لیکن جلد ہی وہ بھی رچرڈ کو اپنے دُکھ سنانے لگ گئی تھی۔ اُسکے شوہر نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اُس کا بیٹا اُس کے قابو میں نہیں تھا۔ رچرڈ نے اُس سے وعدہ کیا کہ وہ اُسکے بیٹے سے بات کرے گا۔

رچرڈ پہلے اُن کے ذہن سے نفرت نکالتا اور پھر ان سے مسیح کی انجیل کی بات کرتا جلد ہی وہ لوگ تبدیل ہونا شروع ہو گئے۔ وہ پہلے شائستہ ہوتے گئے اور پھر ان میں محبت آنا شروع ہوگئی۔ باہر کی جنگ کے برعکس ہمارے اردگرد کا علاقہ محبت اور امن کا گہوارہ بن گیا۔

ہمارا ایک دوست ایک پولیس والا تھا جو شراب پیتا اور اپنی بیوی کو مارتا تھا۔ رچرڈ نے اُس سے مسیح کے بارے میں بات کی اور مسیح نے اُسکی زندگی بدل دی اب وہ سب سے محبت کرتا تھا۔ اپنی بیوی سے بھی۔ وہ اکثر ہمارے بیٹے کو اپنی موٹر سائیکل پر سیر کرانے لے جاتا۔ یہ اُس وقت کے بچوں کیلئے ایک بہت بڑی بات تھی۔

جب شہر پر فضائی حملے شروع ہو گئے تو ہم تو یہودی ہونے کی وجہ سے (ہمارے شناختی کارڈ پر ہمارا مذہب یہودی ہی لکھا تھا) سفر نہیں کر سکتے تھے لیکن وہ پولیس والا ہمارے بیٹے کو اپنے ساتھ ایک محفوظ مقام پر لے گیا جہاں پر وہ خطرہ کے دنوں میں

رہا۔ وہاں پر اُس نے دیکھا کہ وہ لوگ اُس سے کتنی محبت کرتے تھے۔ اِس محبت سے اُسنے بہت کچھ سیکھا جو اُس کی بعد کی زندگی میں اُسکے بہت کام آیا۔

ایک دن میری سہیلی انوٹزا جو کہ ناروے کی تھی مجھ سے ملنے آئی۔ وہ چھوٹے قد کی خوبصورت اور بہت بولنے والی خاتون تھی۔ وہ کہنے لگی کہ کیا تم نے روس کے ساتھ ہمارے معاہدے کا سنا جس کی رُو سے وہ ہم سے سب کچھ لے جائیں گے ہمارے گندم ہمارا تیل سب کچھ۔ میں نے باہر دیکھا ہے کہ ایک روسی فوجی تین گھڑیاں باندھے پھر رہا تھا جو اُس نے گلی میں لوگوں سے اس طرح لی تھیں جیسے بس کے ٹکٹ لے رہا ہو۔ وہ ہنسنے لگی۔ لیکن دراصل ملک کیلئے یہ ہنسی کی بات نہیں تھی روسی ہماری فوج کو ماسکو لے گئے تھے۔ دکانیں خالی ہو چکی تھیں۔ ہر طرف لوگ قطاروں میں کھڑے نظر آتے تھے۔ سٹالن نے کہا کہ جرمنی کی شکست کے بعد روسی فوج واپس چلی جائے گی۔ چلو کسی اور موضوع پر بات کرتے ہیں۔ سبینا تم نے خواتین کی عبادت میں بہت اچھا پیغام دیا (میرا نام سبینہ ہے) تم تو کسی وکیل کی طرح بول رہی تھی۔ تمہارے شوہر کا پیغام بھی بڑا موثر تھا۔ اگرچہ بہت لمبا تھا دو گھنٹے کافی زیادہ ہیں ہمیں ناروے میں اتنی لمبی عبادت کی عادت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی تمہارے شوہر کا پیغام اچھا تھا دل چاہتا تھا کہ وہ بولتا ہی جائے۔ اُس نے تاریخ اور سیاست اور فن کو بہت اچھے انداز میں پیش کیا۔ انوٹزا کو باتوں کا بہت شوق تھا۔ وہ ہمارے رسالے ''دوست'' کا کوئی شمارہ لینے آئی تھی۔ اس پر حکومت نے پابندی لگا دی تھی۔ اب ہم کوشش کر رہے تھے کہ اس رسالے کو پھر چھاپ کر دوسروں تک پہنچایا جائے۔ کیونکہ وقتی طور پر ہمیں مذہبی آزادی حاصل تھی۔ حکمران آمر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ آرتھوڈاکس کلیسیائیں جو یہودیوں اور

پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں پر پابندیاں لگواتی اور ظلم کرتی تھیں اب اپنا غلبہ کھو چکی تھیں۔ روس کو دکھانے کیلئے بظاہر ایک جمہوری حکومت قائم کر دی گئی تھی لیکن نہیں معلوم کہ آئندہ کیا ہونے والا تھا۔ رومانیہ کی 2 کروڑ کی آبادی میں حقیقی کمیونسٹ اتنے زیادہ نہیں تھے۔

جنگ کے دوران ہم نازیوں کے مظالم کا شکار یہودیوں کی مدد اور بحالی کا کام کرتے رہے ان میں بچے بھی شامل تھے جن کے ماں باپ کو نازیوں نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ رومانیہ کی پروٹسٹنٹ کلیسیاؤں کے ارکان بھی جن پر حکومت مظالم کرتی تھی اب ان حالات میں ایک نئی اقلیت پیدا ہو گئی تھی۔ جرمن فوجی جو اس علاقہ میں رہ گئے تھے لوگ ان کی جان کے دشمن تھے۔ ان میں سے بہت سے قتل کر دیئے گئے۔ ہم بھی جرمن نازیوں کے خلاف تھے کیونکہ انہوں نے ہمارے ماں باپ اور دوستوں کو قتل کر دیا تھا شہروں کو کھنڈر بنا دیا تھا اور مظالم کی حد یہاں تک تھی کہ ہمارے پیاروں کو زندہ آگ کی بھٹیوں میں پھینکا گیا۔ لیکن اب وہ خود بھی ہماری طرح تھے جنگ کی تباہی کا شکار۔ بھوک اور خوف کا شکار۔ ہم ان کی مدد کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ لوگ ہمیں کہتے تھے کہ تم قاتلوں کی مدد کر کے اپنے لئے خطرات پیدا کر رہے ہو۔

میرے شوہر نے لوگوں کو سمجھایا کہ ہم صرف ہٹلر اور اس کے پیروکاروں کی وجہ سے پورے جرمنی سے نفرت کیوں رکھیں۔ اُن کی فوج میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اس ظلم کے خلاف ہیں لیکن اُنہیں مجبوراً یہ سب کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو یہودیوں کی مدد کر کے اپنی زندگی خطرے میں ڈالتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان اچھے لوگوں کی وجہ سے پورے جرمنی سے محبت کریں۔

بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ عبرانی یا یہودی ہونے کے کیا معنی ہیں۔ اس کا مطلب

ہے کہ ہم دوسروں سے الگ کھڑے ہوں۔ پہلا یہودی ابراہام تھااور وہ دوسروں سے الگ رہا۔ جب سب لوگ بتوں کی پرستش کرتے تو وہ ان میں شامل نہ ہوا۔ جب سب لوگ بدلہ لینے اور ظلم کے بدلے ظلم کی بات کریں تو ہمیں محبت کی بات کرنا چاہیئے۔

ایک دفعہ تین جرمن فوجی اپنی جان بچانے کیلیئے ہمارے گھر کے باہر والے حصہ میں چھپ گئے ہم نے انہیں کھانا دیا اور ان کو قید خانہ میں بند جانور سمجھنے کی بجائے ان کی مدد کی۔ ایک دن ان کے کپتان نے مجھ سے کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ جرمن فوجی کو پناہ دینے کا مطلب موت ہے پھر بھی تم ہماری مدد کر رہی ہو اس کے علاوہ تم یہودی ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے یہودیوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جب جرمن پھر سے بخارسٹ پر قابض ہو جائیں گے (اور مجھے یقین ہے کہ ایسا ہو گا) تو تمہاری عزت کرنا بھی مجھ پر لازم ہے۔ میں تمہیں پولیس سے تو بچا سکتی ہوں لیکن خدا کے غضب سے نہیں کیونکہ بائبل میں لکھا ہے۔ جو آدمی کا خون بہائے گا اس کا خون آدمی بہائیں گے اس نے مجھ سے معافی مانگی اور کہنے لگا کہ میرا مطلب تمہیں دُکھ پہنچانا نہیں تھا۔ میں تو حیران تھا کہ ایک یہودی عورت ہماری مدد کیوں کر رہی ہے۔ میں یہودیوں سے نفرت کرتا ہوں اور مجھے خدا کی کوئی پرواہ نہیں۔

میں نے کہا کہ چلو کوئی اور بات کرتے ہیں۔ بائبل میں لکھا ہے کہ مسافروں اور پردیسیوں سے محبت کرو کیونکہ تم بھی مصر میں مسافر اور پردیسی تھی۔ وہ بہت پریشان ہوا اور کہنے لگا۔ یہ تو ہزاروں سال پرانی بات ہے تمہارے آباؤ اجداد مصر میں مسافر تھے تو تمہیں اس سے کیا۔ میں نے کہا کہ خدا کے نزدیک ہزار سال ایک دن کے برابر ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں ہمارے آباؤ اجداد کے تجربات محفوظ ہوتے ہیں اور یہ ہماری

شخصیت کا حصہ ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا ایک منٹ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یہودیوں نے بھی جرمنوں پر مظالم کئے تھے لیکن تمہیں ہمیں اپنے دشمن ہی سمجھنا چاہئے اور تم ہمیں معاف کر رہی ہو! میں نے اس سے کہا کہ یسوع مسیح بڑے سے بڑے گناہ معاف کر سکتا ہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اگر آپ توبہ کرو تو مسیح آپ کو معاف کر دے گا۔ اُس نے کہا کہ چاہے تم جو بھی کر لو دنیا سے قتل و غارت ختم نہیں ہوگی۔ خیر اس گفتگو کے بعد میں نے اُن کے میلے کپڑے اُٹھائے اور واپس آ گئی۔ یہ تینوں آدمی بعد میں ہماری مدد سے سرحد عبور کر کے جرمنی چلے گئے لیکن ان جیسے ہزاروں جو گرفتار ہو کر قیدیوں کے کیمپ میں ہلاک ہوئے۔ لیکن مرنے سے پہلے ہو سکتا ہے کہ انہیں روسی مسیحیوں سے بھی بات چیت کا موقع ملا۔

اس وقت ہر جرمن فوجی اپنی وردی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ وردی جو اس نے بڑے فخر سے حاصل کی تھی۔ اس کے بدلے اب عام آدمیوں جیسے کپڑے پہننا کتنا مشکل ہوگا۔ انہی دنوں میں میرا شوہر روسی فوجیوں کو اپنے گھر لانے لگا۔ اُس نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا کہ وہ انہیں مسیح کے بارے میں ضرور بتائے گا۔ جبکہ لوگ یہ کہتے تھے کہ ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ میری سہیلی انوٹزا نے مجھ سے کہا کہ سوچو اگر تمہارے گھر میں روسی اور جرمن فوجی آمنے سامنے ہو جائیں تو کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

میرا شوہر روسی فوجیوں کے بیرکوں میں گھڑیاں بیچنے والے کے طور پر داخل ہوتا تھا۔ جب کچھ لوگ اکٹھے ہو جاتے تو وہ بڑی مہارت سے بات بائبل کی طرف لے آتا۔ ایک بوڑھا فوجی اُس سے کہنے لگا کہ تم گھڑیاں بیچنے نہیں آئے تم تو ہمیں بائبل

کے بارے میں بتانے آئے ہو۔ ایک فوجی نے اُس سے کہا کہ اب بہتر ہے کہ تم گھڑیوں کی ہی بات کرو کیونکہ ہمارا جاسوس آ رہا ہے جو ہماری باتیں افسران تک پہنچاتا ہے۔ پوری روسی فوج ایسے جاسوسوں سے بھری پڑی تھی۔ وہ اپنے فوجیوں کی باتیں چوری چوری سنتے اور افسران تک پہنچاتے۔ نوجوان فوجی بائبل کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے وہ کبھی گرجا گھر میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے اب مجھے معلوم ہوا کہ رچرڈ ان لوگوں تک کلام پہنچانا کیوں ضروری سمجھتا تھا۔ اُن میں کچھ فوجی پڑھے لکھے تھے۔ وہ فرانسیسی اور جرمن زبان جانتے تھے۔ میں نے انہیں رسولوں کا عقیدہ سکھایا۔ یہ ''میں ایمان رکھتا ہوں'' کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی یہ آپ کو اپنی مرضی سے فیصلہ کا موقع دیتا ہے۔ اس کے برعکس کمیونزم آپ کو پارٹی کی سوچ اپنانے کیلئے کہتی ہے۔ مسیحی عقیدہ آپ کو آزادی دیتا ہے کہ آپ اپنے بارے میں سوچیں۔

ایک فوج جب چلتی ہے تو سب سے آہستہ چلنے والے ٹرک کی رفتار سے چلتی ہے لیکن مسیحی عقیدہ میں آپ اپنی مرضی سے چل سکتے ہیں آپ خدا کو بھی ہاں یا نہ کہہ سکتے ہیں۔ ان آدمیوں کی سچ میں دلچسپی دیکھ کر ہم بہت خوش تھے۔ ہم نے الفاظ کے ہیر پھیر کو استعمال کرتے ہوئے روسی زبان میں اناجیل چھاپیں تا کہ وہ سنسر سے پاس ہو جائیں۔ روسی فوجی دستوں کی شکل میں پھرتے تھے۔ لہٰذا ان تک رسائی آسان نہیں تھی۔ ہم نے اس کے مختلف طریقے دریافت کئے۔ بعض دفعہ یہ فوجی مال گاڑی میں سفر کرتے۔ مال گاڑی مختلف جگہوں پر کافی دیر کھڑی رہتی۔ لہٰذا ہم موقع پا کر فوجیوں میں اناجیل تقسیم کرتے۔

بعض دفعہ روسی فوجی ہمارے مہمان خانہ میں سونے کیلئے آ جاتے۔ ایک دفعہ چھ

لوگ وہاں ٹھہرے وہ لوگ صاف ستھرے نہیں تھے۔لیکن ہمارے بجائے وہ پریشان تھے کیونکہ بہت عرصہ کے بعد وہ کسی ''گھر'' میں ٹھہرے تھے۔وہ لوگ بیرکوں سے نکل کر شہر میں آ کر بہت خوش تھے۔لیکن وہ اپنی لوٹی ہوئی اور چرائی ہوئی چیزیں بھی بیچنا چاہتے تھے۔ایک دن دو نوجوان فوجی ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کیا آپ چھتریاں خریدنا چاہیں گے۔انہوں نے ہمیں چوری کی ہوئی چھتریاں دکھائیں۔

میرے شوہر نے ان سے کہا کہ ہم مسیحی ہیں اور ہم خریدتے نہیں بلکہ کچھ بیچتے ہیں۔اُس نے اندر آنے کی دعوت دی۔میں نے انہیں کچھ دودھ پینے کو دیا۔پھر ان میں سے بڑے نے جس کی عمر 20 سال سے شاید ہی کچھ زیادہ ہو اور اس کے بڑے خوبصورت اور چمکدار بال تھے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔پھر بولا تم وہی ہو جس نے مجھے بائبل دی تھی اب میں بھی اسے پہچان گئی تھی یہ وہی تھا جو پہلے دستے کے ساتھ بخارسٹ آیا تھا۔وہ بائبل ابھی بھی اس کے پاس تھی اور اس نے اسے پڑھا بھی تھا اور اس میں سے ایک سوال اسے پریشان کر رہا تھا۔اس کا نام آئیون تھا۔اس نے کھانے پر ہمیں بتایا کہ وہ مشرقی یورپ سے لڑتا ہوا یہاں تک پہنچا تھا۔فوج میں اس کے دستہ میں ایک یہودی سپاہی تھا لیکن وہ بغیر مذہب کے جوان ہوا تھا۔ہمارا ایک بوڑھا ساتھی ہمیشہ اسے طعنہ دیتا تھا کہ تم یہودیوں نے یسوع کو قتل کیا۔وہ یہودی یہ سمجھتا تھا کہ یہ بوڑھا پاگل ہے کیونکہ ہم نے تو سٹالن گراڈ سے بخارسٹ تک بہت لوگوں کو قتل کیا ہے۔ان میں یسوع کون تھا ہمیں کیا معلوم۔وہ یسوع کے نام سے بالکل بے خبر تھے۔آئیون اس یہودی کو بھی ہمارے گھر لے کر آیا۔رچرڈ نے اسے آدم سے لے کر مکاشفہ تک بائبل کے بارے میں بتایا۔اب سٹالن ان کا خدا نہیں رہا تھا۔وہ اکثر ہمیں ملنے آتے۔

جب ان کا دستہ وہاں سے جا رہا تھا تو انہوں نے ہمیں بجلی کا ایک خوبصورت چولہا تحفے میں دیا۔ میں نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ ہم جانتے تھے کہ انہوں نے یہ کہیں سے لوٹا یا چرایا ہے۔ ہم نے یہ اُن سے لے لیا۔ کیونکہ ایک خاندان جو نیا نیا وہاں آیا تھا اُسے اِسکی ضرورت تھی۔ ویسے بھی یہ کسی شخص کو مسیح سے متعارف کرانے کا معاوضہ تھا۔ لہٰذا ہم نے سوچا کہ مسیح اپنے کام کیلئے لوگوں کو مختلف انداز سے استعمال کرتا ہے۔ وہ ہمارے گناہ معاف کرتا ہے۔ اگر وہ ہمارے گناہوں کا حساب کرے تو کوئی بھی راستباز نہیں ہے۔ مسیح کا خون ہر قسم کے گناہ کو ڈھانک دیتا ہے۔

رچرڈ اور اُسکے کچھ ساتھیوں نے مل کر جنگ کے شکار لوگوں میں کھانا تقسیم کرنے کیلئے ایک کینٹین شروع کی۔ ہمارا گھر تو ایک مہمان خانہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ ہر وقت ہمارا گھر دوستوں اور اجنبیوں سے بھرا رہتا تھا۔ ان میں بہت سے قیدی تھے جنہوں نے مسیح کو قبول کر لیا تھا۔ ہم کبھی بھی اتوار کو 20 سے کم لوگوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ ہمارے ساتھ کچھ لڑکیاں بھی کام کرتی تھیں۔ وہ کئی دفعہ مجھ سے ایسے سوال کرتی تھیں جن کا جواب میرے لئے مشکل تھا۔ بلکہ یہ سوال اپنے لئے بھی ایک مسئلہ رہا تھا۔

میں ایک یہودی خاندان میں بڑی ہوئی تھی۔ لیکن بعد میں مجھے پیرس میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ وہاں میں بالکل آزاد تھی۔ جبکہ جس گاؤں اور گھرانے میں میں پیدا ہوئی اور بڑی ہوئی وہاں بہت سی اخلاقی اور معاشرتی پابندیاں تھیں۔ ایک لڑکے سے میری دوستی ہوگئی اور وہ مجھے رات کے کھانے کیلئے باہر لے کر گیا۔ وہاں اُس نے مجھے بوسہ لینے کو کہا تو میں نے اُسے منع کر دیا۔ اُس نے مجھے کہا کہ جس خدا پر

تم ایمان رکھتی ہو اسی نے تمہارے ہاتھ اور ہونٹ بنائے ہیں۔ اگر ہم ہاتھ ملا سکتے ہیں تو ہونٹوں میں کیا مسئلہ ہے وغیرہ میرے کسی استاد یا میرے ماں باپ نے مجھے اس سوال کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔ لہٰذا اُس کے اس سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں نے اپنا عقیدہ بدل لیا اور پیرس کی زندگی میں گم ہو گئی۔ جو شخص خدا کو نہیں مانتا وہ تو سب کچھ کرنے کو آزاد ہے۔ میں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ آخر ایک لڑکی اپنے آپ کو پاک کیوں رکھے۔ آخر اس کا فائدہ کیا ہے۔ مجھے اس کا کوئی جواب معلوم نہیں تھا۔ تاہم بہت سالوں کے بعد یہ بات مجھ پر واضح ہوئی۔ خادم کی بیوی عام طور پر جنسی معاملات پر بات نہیں کرتی۔ اس سے یہ بھی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس طرح کی آزمائشوں میں نہیں پڑے گی۔ لیکن حقیقت میں خادم بھی اور اُن کی بیویاں بھی انسان ہیں۔ میں نے اور رچرڈ نے بھی ایک آزاد اور ذاتی جسمانی خوشیوں سے بھری زندگی گزاری تھی۔ ہم نے مسیح کو قبول تو کیا تھا لیکن ہم بھی عام مسیحیوں کی طرح نام کے مسیحی تھے۔ جنسی خواہشات ہر انسان کے لئے ایک قدرتی امر ہیں۔ ہماری شادی میں بھی جنسی خواہشوں کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ان کی وجہ سے زندگی میں ایک تناؤ پیدا ہوتا ہے۔ میرا شوہر ایک خوبصورت جوان تھا۔ بہت سی لڑکیاں اُسکی محبت میں گرفتار ہو جاتی تھیں۔ ایک لڑکی جو کہ بہت زیادہ خوبصورت تھی اُسکے بارے میں تو رچرڈ بھی سوچنے لگا تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہ دو حصوں میں تقسیم ہوتا جا رہا تھا۔ لہٰذا میں نے اُسکی مدد کی۔ ایسے موقع پر بیوی کا کردار بہت اہم ہے وہ اپنے شوہر کو گناہ سے بچا سکتی ہے۔ لہٰذا اُسے اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہئے۔

اُس نے اس بارے میں کچھ نہیں کہا۔ ایک دن وہ پیانو پر گیت بجا رہا تھا۔ جب

وہ اس مقام پر آیا ''(اے خدا) مجھے زندگی کے ہر لمحہ میں تیری مدد کی ضرورت ہے'' تو وہ رُک گیا۔ ایسے لگا جیسے پیانو کی ساری سُریں اُسکے ساتھ گا رہی تھیں۔ وہ رونے لگا۔ میں نے اُسکے گلے میں بازو ڈال دیئے اور کہا۔ رچرڈ تم فرشتے نہیں ہو۔ اِس معاملے کو اتنی سنجیدگی سے نہ لو۔ تم ایک عام آدمی ہو۔ بہت جلد یہ وقت گزر جائے گا۔ اور واقعی وہ وقت گزر گیا۔ جب رچرڈ کو گرفتار کیا گیا تو مجھے چودہ سال تنہائی میں گزارنا پڑے۔ میرے اوپر بھی کئی آزمائشیں آئیں۔ ان میں سے کئی میں تو میں گرتے گرتے بچی۔ تب مجھے رچرڈ کے اُس مسئلہ کی زیادہ سمجھ آئی۔

خوف

میرا خاندان ایک ہی رات میں ایک بیٹے سے چار بیٹوں اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہو گیا۔ ہزاروں یتیم یہودی بچے قیدیوں کے کیمپ سے واپس آ رہے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر نے اپنے آپ کو کاغذوں میں چھپا رکھا تھا سردی سے بچنے کے لئے ان کے جسم پر پھٹے ہوئے کپڑے ہی تھے۔ میں بچوں سے محبت کرتی تھی۔ اس لئے ہم چھ بچوں کو لے کر خوش ہوئے۔ انہیں گھر لا کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ مائیکل بہت خوش ہوا اُس نے کہا امی آپ نے کہا تھا کہ اب میرا کوئی بہن بھائی نہیں آئے گا اور یہ دیکھیں کیا ہے۔ میرے بہن بھائی۔ وہ خوبصورت بچے تھے لیکن بہت کمزور اور بہت خوفزدہ آنکھیں۔ انہوں نے کیا دیکھا تھا؟ ان کے تمام رشتہ دار اور دوست مارے گئے تھے۔

بہت جلد ان کے پچکے گال بھر گئے تھے۔ انہوں نے ہنسنا کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ روسی سپاہی ان سے محبت کرتے تھے۔ ان کے اپنے خاندان تھے۔ بہت سے سالوں سے اکثر روسی سپاہی مائیکل اور بچوں کو گلی میں لے جاتے تھے۔

وہ ان کو کھانے کی چیزیں دیتے تھے۔ اور ان کے سر پہ پیار سے ہاتھ رکھتے تھے بچے خوش ہوتے اور ان کا شکریہ ادا کرتے تھے اور بدلے میں وہ ان سپاہیوں کو انجیل دیتے تھے۔ یہ بالغ لوگوں کیلئے تو خطرہ تھا لیکن بچوں کیلئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔

روسی بچوں سے پیار کرتے تھے، جو سپاہی بچوں سے پیار نہیں کرتے تھے وہ بھی

خدا کو جاننے لگے۔ اس طرح سے مائیکل پانچ سال کی عمر سے ہی مشنری کا کام کرنے لگا۔ ہمارے چرچ کے لوگ رات کے وقت اشتہار لے کر جاتے اور دیواروں، کمروں، بسوں اور ریل گاڑیوں کے ویٹنگ رومز پر انجیل کی آیات اور مسیحیت کا پیغام لگا دیتے تھے۔ کئی دوست روس میں یہ کام کرتے ہوئے گرفتار بھی ہوئے تھے ان میں سے کسی نے بھی ہم سے دھوکہ نہیں کیا۔ اور جب روسی اشتہارات کو اتار دیتے ہم ان کو پھر سے لگا دیتے تھے۔ ہماری ایک ساتھی جس کا نام جبرائیل تھا بہت خوبصورت تھی اُس کو روسی سپاہیوں سے ملنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی تھی اور اُس نے بہت سے فوجی افسروں کو انجیلیں دی تھیں۔ ایک دن وہ گرفتار ہو گئی اور اُسے روسی لوگوں نے روسی سپاہیوں کے حوالے کر دیا۔ وہاں ایک روسی سپاہی نے اُس سے کہا کہ میں تمہاری مدد کرنے کی کوشش کروں گا پھر ایک اور اجنبی سپاہی آیا اور اس نے جیل کا دروازہ کھول دیا اور اُس کو دوسرے دروازے سے گلی میں لے گیا اور کہا کہ اب جلدی سے چلی جاؤ۔

وہ آزادی سے خدا کے بارے میں سوچتے ہوئے چلی گئی۔ اس پولیس افسر نے کچھ عرصہ پہلے ہی مسیح کو قبول کیا تھا ہم نے بہت سے معجزے دیکھے۔ ایک بزرگ عورت جو بیمار تھی لیکن ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتی تھی کیونکہ اس کا تعلق ایک ایسے فرقہ سے تھا جو دوا کھانے سے منع کرتے ہیں ان کا ایمان تھا کہ خدا ہی ان کو ٹھیک کرے گا۔ اس کا تمام فارغ وقت کلیسیائی کاموں میں ہی گزرتا تھا۔

اسے گرفتار کر کے روسی افسر کے سامنے پیش کیا گیا جو کہ ایک سخت گیر انسان تھا۔ اچانک جب وہ اُس پر چلایا تو اُس کے دماغ کی نس پھٹ گئی۔ افسر نے خون دیکھا تو پریشان ہو گیا وہ چلایا اسے باہر پھینک دو اس بزرگ عورت کو باہر گلی میں پھینک دیا گیا

اور خدا کی مرضی سے وہ بچ گئی۔ میرے پاؤں پانچ گھنٹے قطار میں لگ کر تھک گئے ہیں اور مجھے کچھ کافی اور چٹنی حاصل ہوئی ہے ہفتہ بھر میں ہم نے صرف یہ ہی دیکھا تھا۔ یہ روس کی آزادی کی سالگرہ تھی۔ دو دن کیلئے دکانوں میں کھانا تھا پھر سب خالی ہو جانا تھا۔ شراب کی خالی بوتلیں رومانیہ قحط کا شکار تھا۔

روس میں جنگی نقصان کی وجہ سے فصلیں تباہ ہو گئی تھیں اور خشک سالی تھی لوگ پتوں کا شوربا اور درختوں کی جڑوں پر گزارا کرتے تھے۔

ورلڈ چرچ کونسل والوں نے کھانا اور کپڑے اور پیسے بھیجے اور ہمیں ہماری بھوک سے نجات ملی۔ دو پادریوں کی طرف سے ایک چرچ کینٹین میں کھانا کھلایا گیا۔ یہ سارا کام بہت مشکل تھا اور روسی حکومت نے اسے خراب کرنے کی کوشش کی لیکن ہمارے پاس بہت سے رضا کار تھے۔ اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ علاقے میں جو بچے قحط سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں ان کو بخارسٹ میں بھائیوں کے پاس رکھا جائے۔ ہم ایک چھ سال کی بچی کو لے گئے۔ وہ بہت کمزور تھی اور صرف دو کپڑوں میں ہمارے پاس آئی جو اس نے پہنے تھے۔ میں نے اسے اچھا کھانا دیا دودھ اور دلیا وغیرہ۔ جب رومیوں نے بخارسٹ پر قبضہ کیا تو ہم میں سے کسی کو وہاں امداد لے کر جانا تھا لیکن کوئی اس قابل نہیں تھا۔ لہٰذا مجھے جانا پڑا۔

تمہیں نہیں جانا چاہئے انوٹزا نے کہا۔ یہ روسی فوجی عورتوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ اگر تم گلیوں میں جاؤ تو تمہیں بہت سی لڑکیوں کی گردنیں کٹی ہوئی نظر آئیں گی اور کوئی کچھ نہیں کرتا۔ عام حالات میں یہ سفر زیادہ لمبا نہیں ہے لیکن روسی افواج ہر گاڑی اور ٹرین کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔ ریلوے سٹیشن پر لاتعداد پریشان اور

بدحال بھوکے لوگ چند ٹرین کے ڈبوں میں سوار ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔ کافی تلاش کے بعد مجھے ایک جگہ مل گئی کئی دن ہم بوڈا ایسٹ کی طرف سفر کرتے رہے۔ میں اکیلی عورت ٹرین میں روسی افواج کے ساتھ تھی۔ جب میں یہاں پہنچی تو جرمن فوج ابھی تک گھر گھر تلاشیاں لے رہی تھی۔ سب کچھ تباہ ہو چکا تھا کوئی بس کوئی ٹیکسی اور کسی قسم کے کوئی ذرائع آمدورفت نہ تھے میں تباہ شدہ علاقے میں کافی جگہ گئی لیکن مجھے کوئی ایسا نظر نہ آیا جسے میں پہلے مل چکی تھی۔ جرمن فوج نے بہت سے لوگوں کو بے دخل کر دیا تھا جو کہ کبھی واپس نہیں آئے اور بہت سے جنگ کے آخری دنوں میں مارے گئے۔ آخرکار مجھے پادری جانسن مل گئے جو کہ ناروے کے مشنری تھے اور پادری اینگر جو کہ عبرانی مسیحی تھے جو کہ ایک آزاد گرجا گھر چلا رہے تھے جس میں یہودی اور دوسری قومیت کے لوگ عبادت کرتے تھے۔ انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا میں ان کیلئے کسی فرشتے سے کم نہ تھی جو کہ خدا کی طرف سے ہو ایسی حالت میں جب قحط اپنے عروج پر تھا میں ان کیلئے ایک مددگار تھی۔ وہاں پر کچھ بھی نہیں تھا۔ لڑائی میں ایک گھوڑا مارا گیا اب اس کو کاٹ کاٹ کر کھایا جا رہا تھا۔

بہت سے گرجا گھر زمین بوس کر دیئے گئے تھے اور بہت سے بھائی بے گھر ہو چکے تھے۔ میرے ساتھ جو امداد انہیں ملی اسے بہت سراہا گیا۔ میری ملاقات ریڈ کراس کے نمائندے پروفیسر لینگی سے ہوئی جو کہ رواداری کاموں میں مصروف رہتے تھے۔ میں نے جانے سے پہلے ان کے ساتھ کھانا کھایا اور کہا کہ مسیح آپ کو ہر کام کا اجر دے گا جو کہ آپ کر رہے ہیں۔ لینگی نے جواب دیا ایک دفعہ جب میں ایک گاڑی میں سوار ہوا تو مجھے پتہ چلا کہ میرے پاس تو کرایہ ہی نہیں ہے۔ کسی نے میرا کرایہ ادا کر دیا اور

جب میں نے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو اس مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا اور کہا کہ ''میرا شکریہ ادا کی ضرورت نہیں ہے میں تو وہ ہی کر رہا ہوں جو کل میرے لئے کسی نے کیا تھا جب میں بالکل اسی حالت میں تھا جس میں آپ ہیں۔'' تو مسیح نے مجھے اجر نہیں دینا بلکہ میں اُس کے احسانوں کا قرض اُتار رہا ہوں۔ بوڈ ایسٹ سے میں ویانا روانہ ہوگئی۔ عام حالات میں یہ چار گھنٹے کا سفر ہے جو کہ اب چھ دن میں طے ہوا۔ ایک دن صبح سویرے مجھے ایک ٹرین مل گئی۔ لوگ اس کے ساتھ چمٹے ہوئے تھے اور چھتوں پر بھی سوار تھے اور کسی اور کا سوار ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ پھر مجھے کسی نے آواز دی۔ ایک مال گاڑی پر کچھ لڑکیوں کا گروپ تھا یہ سب آسوچ پناہ گزین تھے جو کہ بخارسٹ میں ہمارے ساتھ رہے تھے۔ وہ ہنس کر بولی کہ جگہ تو نہیں ہے مگر ہم بنالیں گی۔ اس طرح ہم چھ دن گاڑی کی چھت پر منگل سے اتوار تک گزار کر ویانا پہنچ گئے۔

یہ شہر بھی تباہ شدہ اور قحط زدہ تھا میں نے وہاں پر اپنے دوستوں اور مسیحی راہنماؤں سے رابطہ کیا اور اپنا مشن مکمل کرنے کے بعد ہی واپس آئی۔ کئی ہفتوں سے میرا گھر سے کوئی رابطہ نہیں تھا۔ میرے شوہر نے بتایا کہ ہم تمہارے بارے میں بہت پریشان تھے اور میں تمہیں اپنے خوابوں میں دیکھتا رہا ہوں۔ میں جب بھی کوئی کتاب پڑھتا تو اس میں تمہاری شکل نظر آتی تھی۔ کوئی بھی دستک ہوتی تو میں سمجھتا کہ تم آ گئی ہو۔ میں پہاڑوں میں جا کر بلند آواز میں تمہیں پکارتا تھا اور مجھے ایسا لگتا تھا کہ تم مجھے جواب دے رہی ہو۔ اور مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا کہ جیسے وہ مجھے آواز دے رہا ہے اور میں اس کی آواز کا جواب بھی دیتی تھی۔ میں اُسے سنسان گلیوں میں ڈھونڈتی تھی اور رچرڈ، رچرڈ پکارتی تھی۔ ہم ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔

اب ملک میں حکومت کی باگ ڈور ماسکو کے پاس تھی لیکن مقامی کمیونسٹ ابھی تک جمہوریت پسند تھے اور کہتے تھے کہ ہم سب سے دوستی چاہتے ہیں۔ عبادت کی آزادی؟ بے شک ایسا ممکن ہے کہ ایک کُل جماعتی کابینہ بنائی جائے جس کا سربراہ شہنشاہ مائیکل ہو۔ یہ مغربی طاقتوں کو زیر کرنے کیلئے کیا گیا تھا۔ روسی وزیر ویشنسکی کے محل میں داخلے کے وقت ایک صبح اُن کے احکامات کے ساتھ اُن کا چہرہ بے نقاب ہو گیا۔ ''پولیس اور فوج کو منتشر ہونا پڑے گا۔ بادشاہ کلیدی عہدوں پر اپنے اعتماد کے کمیونسٹ بھرتی کرے گا یا پھر.........ہم جانتے ہیں کہ روس میں کس طرح کلیسیا کو حکومت کا کل پُرزہ بنا دیا گیا تھا۔ اُنہیں رومانیہ میں اپنا کام کرنے میں کتنا وقت لگے گا؟ میں اتوار کی عبادت کی تیاری میں مصروف تھی جب پادری سولھم آئے جو کہ پریشان لگ رہے تھے۔

اُس نے کہا کہ یہ بڑی عجیب خبر ہے کہ حکومت مختلف فرقوں کے لوگوں کی ایک میٹنگ کر رہی ہے اور ہر مذہب اور فرقے کے لوگوں کو اپنا ایک نمائندہ بھیجنے کیلئے کہا گیا ہے اور یہ کانفرنس پارلیمینٹ کی عمارت میں ہوگی۔ جس نے بھی یہ خبر سنی اُس نے یہی سوچا کہ روسی اس کے ذریعے کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ہر کوئی اس کے بارے مختلف افواہیں پھیلا رہا تھا۔ اور کلیسیا کے بہت سے لوگوں نے حکومت کی مکمل مذہبی آزادی والی پالیسی کو سچ مان لیا تھا۔ لیکن رچرڈ کو یہی شک تھا کہ یہاں بھی وہی ہوگا جو روس میں ہوا۔ لینن نے مصیبت زدہ کلیسیاؤں کا اُس وقت تک ساتھ دیا جب تک وہ حکومت میں نہیں آیا لیکن اس کے بعد ہزاروں لاکھوں لوگ تشدد سے کیمپوں میں ہلاک ہوئے۔ پہلے کلیسیا کو لوری سنائی گئی اور پھر مکے برسائے گئے۔ ہم نے پادری

سولھم سے مشورہ کیا کیونکہ وہ ہمارا نمائندہ تھا۔ اُس نے کہا کہ ہم وہاں جائیں گے اور ہم بات کریں گے۔ مقررہ تاریخ کو ہم پارلیمنٹ کی عمارت میں پہنچ گئے۔

ہر طرف سرخ جھنڈے لگے ہوئے تھے۔ سٹالن کو پہلے سے ہی کانگریس کا صدر منتخب کر لیا گیا تھا۔ وہاں تمام بڑے روسی حکمران موجود تھے۔ اس جگہ پر پہلے ہی عبادت کی جا چکی تھی۔ اور تمام بڑے روسی حکمران ایک دوسرے کو مل رہے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے بوسے لئے اور انہوں نے پادری کے ہاتھ کو چوما۔

تقریر شروع ہوئی اور گروزا جو کہ ماسکو کا ایک غدار تھا بولنا شروع ہوا۔ اس نے بتایا کہ رومانیہ کی حکومت مذہب کے حق میں تھی چاہے وہ کوئی بھی مذہب ہو۔ اور وہ پادریوں کو تنخواہ دینا بھی جاری رکھے گی۔ بلکہ حکومت تنخواہ کو بڑھانے کا بھی ارادہ رکھتی تھی۔ سب نے اس خبر کا تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا۔ ایک ایک کر کے سب نے بتایا کہ وہ مذہب کی اس پذیرائی کی وجہ سے کتنے خوش تھے۔ اگر حکومت کلیسیاء پر بھروسہ کرے تو کلیسیا بھی حکومت پر بھروسہ کر سکتی ہے۔ بشپ صاحب نے کہا کہ کلیسیا کی تاریخ میں ہر طرح کے لوگ شامل رہے ہیں اور اب سرخ (روسی) فوج بھی اس میں شامل ہو جائے گی۔ بشپ صاحب اس بات سے بہت خوش تھے۔ ہر کوئی خوش تھا اور ہال سے ان تمام افراد کی خوشی کو ریڈیو کے ذریعے تمام دنیا تک پہنچایا جا رہا تھا۔

کمیونسٹ لوگ مذہب کو تباہ کرنے کیلئے مشہور تھے۔ اور اوپر بیان کی گئی باتیں بہت عجیب تھیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنی صحیح ذہنیت روس میں دکھائی تھی۔ پادری صاحبان یہ باتیں اپنے خاندانوں اور نوکریوں اور تنخواہوں کو محفوظ رکھنے کیلئے کر رہے تھے لیکن وہ جھوٹی باتیں کرنے اور جھوٹی تعریفیں کرنے کی بجائے خاموش بھی رہ سکتے

تھے۔ یہ باتیں ایسے تھیں جیسے کہ انہوں نے مسیح کے منہ پر تھوکا ہو۔ میں جانتی تھی کہ رچرڈ کا خون کھول رہا ہے۔ اس لئے میں نے اُسے کہا: کیا تم مسیح کے چہرے سے اس شرمندگی کو دور نہیں کرو گے؟ رچرڈ جانتا تھا کہ کیا ہوگا۔ کیونکہ اگر رچرڈ بولتا تو میں اپنا خاوند کھو دیتی۔ میں نے ایک دم جواب دیا۔ میں ایسا خاوند نہیں چاہتی جو کہ بزدل ہو۔

رچرڈ نے اپنا کارڈ روسی حکمرانوں کو دیا جس کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے کہ ورلڈ کونسل اور چرچز کا نمائندہ ان کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے آ رہا ہے۔ رچرڈ بولنے کیلئے تیار ہوا تو پورے ہال میں خاموشی چھا گئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ خُدا کا روح اس جگہ کے قریب آ رہا تھا۔

رچرڈ نے کہا کہ خدا کے فرزند آپس میں ملتے ہیں تو فرشتے بھی پاس آ جاتے ہیں تا کہ ان کی عقلمندی کی باتیں سن سکیں۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ہر وہ شخص جو یہاں موجود ہے دنیاوی طاقتوں (حکومتوں) کی تعریف کرنے کی بجائے جو کہ ایک دن آتی ہے تو دوسرے دن چلی جاتی ہے خدا کی تعریف کرے جو کہ خالق ہے اور مسیح کی تعریف کرے جو کہ نجات دہندہ ہے اور جو ہمارے لئے صلیب پر مصلوب ہوا۔

جب وہ بول رہا تھا تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ پورے ہال کی آب و ہوا بدل رہی تھی۔ میں دل میں یہ سوچ کر بہت خوش تھی کہ یہ پیغام پورے ملک تک جا رہا ہے۔ اچانک فرقوں کا رہنما بروڈوس کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا ''تم مزید نہیں بول سکتے'' رچرڈ نے اُس کی بات سنی ان سنی کر دی اور بولتا رہا۔ یہ دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیں کیونکہ وہ ان کے دل کی بات کر رہا تھا جو وہ ہمیشہ سے کہنا چاہتے تھے۔ بروڈس نے حکم دیا کہ مائیکروفون بند کر دیئے جائیں۔ اور کانگریس نے

شور کر کے اس کو سٹیج پر سے اتار دیا۔

ہال میں موجود تمام لوگوں نے شور کرنا اور تالیاں بجانا شروع کر دیں اور مائیکروفون بند کرنے کے بعد کافی دیر تک لوگ شور مچاتے رہے اور اسی شور میں رچرڈ سٹیج پر سے اتر کر باہر گیا اور اس طرح شور اور ہنگامے کے دوران اجتماع ختم ہو گیا۔

رچرڈ کی امی گھر پر ریڈیو کے ذریعے یہ تمام کارروائی سن رہی تھی اور اس کارروائی کو اچانک بند کر دیا گیا تو رچرڈ کی امی نے اپنے دل میں سوچا کہ میں اب رچرڈ کو دوبارہ نہیں دیکھ سکوں گی۔

میں نے سوچا کہ اب وہ تم دونوں کو گرفتار کر لیں گے۔ اب کیا ہو گا؟

میں نے جواب دیا۔ امی جان میرے پاس جو محافظ ہے وہ سب سے طاقتور ہے اور وہ جانتا ہے کہ میرے لئے کیا سب سے بہتر ہے (یعنی مسیح)

اگر چہ کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی تھی لیکن بہت جلد روسیوں کو بھیجا گیا جنہوں نے آ کر میٹنگ کو بند کر دیا ہم نے گرجا گھر کے لئے ایک نیا ہال بنایا تھا جو کہ بہت بڑا تھا۔ کچھ ہفتوں کے بعد کچھ نوجوانوں نے ہال میں آنا شروع کر دیا اور وہ پیچھے بیٹھ کر شور کرتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ سوٹھم نے کہا کہ ہمیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ کلیسیا کی بجائے جو خاموش رہے اور کہے کہ وہ دھیان سے سن رہی ہے شور کرنے والے لوگ بہتر ہیں۔ ہم نے سڑکوں پر کلام سنانا شروع کر دیا کیونکہ بہت سے لوگ ایسے تھے جو کہ گرجا گھر آنے میں شرمندگی محسوس کرتے تھے۔ اور اس طرح کرنے سے ہم اُن تک بھی پہنچ سکتے تھے۔ ہم ایک گلی کی نکڑ پر ایک دوسرے سے ملتے اور مل کر گیت گاتے۔ رومانیہ والوں کیلئے یہ بات بالکل نئی تھی اس لئے بہت سے لوگ ہمارے

اردگرد جمع ہو جاتے۔ جب لوگ جمع ہو جاتے تو میں لوگوں کو مسیح کا پیغام بہت مختصر کر کے بیان کرتی۔ ایک دن دوپہر کے وقت ایک فیکٹری کے سامنے روسی فوجی حکومت کے خلاف احتجاج کیلئے ایک میٹنگ ہو رہی تھی۔ میں نے وہاں موجود لوگوں کو نجات کا پیغام دیا۔ کچھ لوگوں کیلئے یہ پیغام بہت مفید ثابت ہوا۔ اگلے دن پولیس نے ہجوم پر گولی چلا دی۔ بہت سے کارکن مارے گئے۔ ایک دفعہ میں یونیورسٹی کی سیڑھیوں سے لوگوں سے مخاطب تھی تو وہ ساری جگہ لوگوں سے بھر گئی۔ میں نے اس سے پہلے کبھی ایسا ہجوم نہیں دیکھا تھا۔ ہر طرف سے لوگ وہاں جمع ہو رہے تھے۔ بخارسٹ کی سب سے بڑی سڑک پر ٹریفک رُک گئی۔ اور بغیر رکے لوگ بہت دیر تک تالیاں بجاتے رہے۔ جب میں رچرڈ کو اپنی اس کامیابی کے بارے میں بتا رہی تھی تو انوٹزر درمیان میں بولنے لگی کہ یہ بات پورے گاؤں میں پھیلی ہوئی ہے۔ لوگ کہتے تھے کہ اُس کو ماسکو سے رومانیہ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ وہ سٹالن کی جگہ رومانیہ کی حکومت کی دیکھ بھال کر سکے۔ مسز پوکرا ایک روسی سکول میں استانی تھی وہ سرخ فوج میں افسر بن گئی۔ وہ ایک یہودی تھی۔ جب میں لوگوں کے درمیان میں بول رہا تھا تو یہ افواہ پھیل گئی کہ اینا پوکر جس نے اپنے خاوند کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا تھا واپس آ گئی ہے لیکن کوئی یہ بات سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ یہ فوجی افسر یعنی اینا پوکر لوگوں کو گناہوں سے توبہ کرنے کو کیوں کہہ رہی تھی۔ یہ سن کر ہم سب زور سے ہنسنے لگے۔

1947ء میں گرفتاریاں شروع ہو گئیں۔ ان انتخابات میں تمام بے انصافیاں کی گئیں اور تمام تدبیریں استعمال کی گئیں تاکہ کمیونسٹ پوری طرح حکومت پر قبضہ کر لیں۔ حسب مخالف کے تمام سرکاری اور غیر سرکاری ملازمین کو ظلم کر کے ختم کر دیا گیا۔

اس کے بعد کیتھولک بشپوں، پادریوں اور سسٹروں کو گرفتار کر لیا گیا ہزاروں ہزار لوگوں کو جیلوں اور مزدوروں کے کیمپوں میں بھیج دیا گیا۔ باقی لوگ جو بچ گئے انہوں نے پہاڑوں کا رُخ کیا اور آزادی کی جنگ لڑنے والوں میں شامل ہو گئے۔

وہ یہودی جو کہ روسی حکومت کے دوران رومانیہ چھوڑنے میں کامیاب ہو گئے اب وہ پھنس چکے تھے کیونکہ اب سرحدوں کو بند کر دیا گیا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنے تمام مال واسباب کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مہاجروں کی طرح زندگی گزارنا روسی حکومت میں رہ کر آزاد زندگی گزارنے سے بہتر ہے۔

انوٹزا کو پورا یقین تھا کہ اُس کا نام بھی اُن یہودیوں میں شامل ہے جن کو گرفتار کیا جانا تھا یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھی جن کو حکومت کے خلاف نامعلوم جرائم سرزد کرنے کی وجہ سے گرفتار کیا جانا تھا۔ وہ تمام افراد جو کہ غیر ملکیوں کے ساتھ ملتے تھے ان کو حکومت کے مخالف سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ نائی جو کہ غیر ملکیوں کی داڑھیاں بناتے تھے ان کو بھی مخالفین حکومت تصور کیا جاتا تھا۔

ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا جب ہم نے ایک دوسرے کو گلے لگایا تو ہماری آنکھوں میں آنسو تھے۔ انوٹزا نے کہا کہ وہ ہم دونوں کو اس ملک سے حفاظت سے باہر نکالنے میں مدد کرے گی اور یہ کہ ہم آزادی حاصل کرنے کے بعد پھر ملیں گے۔ رچرڈ اُس دن بیمار تھا اور بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس بات کا سخت خطرہ تھا کہ اُس کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ اُس نے اُس دن رچرڈ کے ساتھ ایک وعدہ کیا کہ ہم دوبارہ ملیں گے۔ اور اُس نے یقیناً اپنا وعدہ پورا کیا اور ہم دوبارہ ملے اگرچہ بیس سالوں کے بعد ہر طرف خوف پھیلا ہوا تھا۔ خفیہ پولیس گھروں میں گھس کر تلاشیاں لے رہی تھی اور

لوگوں کو کوئی مہلت نہیں دے رہی تھی۔ باہر کے اخباروں کو دکھانے کیلئے گاڑیوں پر گوشت، مچھلی اور روٹی جیسے لفظ بڑے بڑے کر کے لکھے گئے تھے تا کہ وہ جان سکیں کہ عوام کو تمام سہولتیں مہیا کی جا رہی ہیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ ان گاڑیوں میں قیدیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔ جب رچرڈ مشن میں کام کر رہا تھا تو ایک سادہ کپڑوں والا آدمی آیا اور اُس نے اُس سے کہا کہ تم وہ انسان ہو جس سے میں نے زندگی میں سب سے زیادہ محبت کی ہے۔

رچرڈ نے کہا کہ ہم اس سے پہلے کبھی نہیں ملے پھر تم یہ کیوں کہہ رہے ہو؟

اُس نے بتایا کہ رچرڈ کے خلاف پولیس ہیڈ کوارٹر میں بہت سی معلومات موجود ہیں کیونکہ پچھلے دنوں وہ روسی لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا رہا ہے۔

اُس پولیس افسر نے کہا کہ اگر تم مجھے رشوت دو تو میں تمہاری اس فائل کو غائب کر سکتا ہوں اور تمہیں اس آدمی کا نام بتا سکتا ہوں جس نے وہ ساری معلومات پولیس کو دی ہیں۔ چنانچہ میں نے اُس کو کچھ رقم دی تا کہ وہ تمام معلومات کو ختم کر دے۔

مجھے اس آدمی کا ایسا کرنا بالکل برا نہ لگا شاید اس لئے کہ ان معلومات فراہم کرنے والوں کی وجہ سے بہت سے لوگ اپنی جان کھو چکے تھے۔ جب میں نے اُس پولیس افسر کی جیب میں رقم ڈالی تو وہ خوشی خوشی چلا گیا۔ اس کے جانے کے کچھ دیر بعد رچرڈ کو سوال و جواب کیلئے بلا لیا گیا۔ پولیس نے سرخ فوج کی مخالفت کرنے کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ کیونکہ فوج میں ہمارے کچھ ایسے دوست موجود تھے جن کے اثر و رسوخ کو استعمال میں لا کر رچرڈ کو تین ہفتوں میں رہا کرا لیا گیا۔ لیکن ہم جانتے تھے کہ یہ رہائی تھوڑے عرصے کیلئے تھی۔

ہمارے بہت سے دوستوں اور مددگاروں کو گرفتار کرلیا گیا۔ مجھے وہ دن ابھی تک یاد ہیں جب میں نے خفیہ پولیس کو ایک آدمی کو اذیت دیتے دیکھا۔ اُس کو اتنا زیادہ مارا گیا تھا کہ وہ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک بہت ہی اچھا انسان تھا اور ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا تھا۔ اب اُس کی آنکھوں میں صرف نفرت اور نا اُمیدی نظر آتی تھی۔ رشوت اور دھمکیاں دے کر کمیونسٹ فوج نے بہت سے کلیسیائی رہنماؤں کو اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ لوگ غداری نہیں کرتے تھے اُن کو غداری کے شکوک کی بنیاد پر سب سے پہلے گرفتار کرلیا جاتا تھا۔ ابھی ایک مشکل باقی تھی اس لئے کہ ہمارا پیارا نوجوان بادشاہ مائیکل جنگ کے بغیر ہار ماننے کیلئے تیار نہ تھا۔ 1947ء میں جب امریکہ اور انگلستان نے Kremlin's puppet کو دوبارہ سے منظم کیا تو گروزا کو مجبور کیا گیا کہ وہ چلا جائے۔ گروزا ملک کا حکمران بننے سے پہلے ایک بے انصاف وکیل اور ایک ریلوے کا پرانا ملازم تھا۔ انہوں نے بادشاہ کو حکم دیا کہ وہ تخت چھوڑ دے۔ محل کو فوج نے گھیر لیا۔ اس طرح بادشاہ کے پاس اپنا تخت چھوڑ دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہ گیا۔ اُس دن Romanian Popular Republic بنی۔ مجھے یہ آیت یاد آئی "جب کوئی غلام بادشاہت کرتا ہے تو زمین کانپ اُٹھتی ہے" اگرچہ شروع میں مجھے معمولی سی کھانسی ہوئی لیکن ایک ہفتہ کے اندر میں گلے کے انفیکشن کی وجہ سے بستر پر چلا گیا۔ اور اس کی وجہ خوراک کی کمی اور میرا بودھا سیٹ کا دورہ تھا۔ کیونکہ اس کے دوران میں اتنا زیادہ تھک گیا کہ میں بستر پر پڑ گیا۔ پھر اچانک مجھے ایک روسی لیڈی ڈاکٹر ملنے آئی۔ اُس عورت کا چہرہ غم اور مصیبت کی داستان بیان کررہا تھا۔ مسز ویرایا کولینا ہمیں کچھ کچھ جانتی تھیں۔ وہ یوکرائن سے آئی

تھی جہاں اُس کو اور اُس کے ساتھ اور بہت سے پادریوں اور کلیسیائی رہنماؤں کو سائبریا کے مزدوروں کے کیمپوں میں بھیج دیا گیا تھا۔ وہ میرے علاج کیلئے نہیں بلکہ مجھے ایک پیغام دینے کیلئے آئی تھی۔ اُس نے کہا کہ" آدمیوں اور عورتوں دونوں نے مل کر جنگلات کو صاف کیا۔ اس لئے کہ ہمارے حقوق برابر ہیں۔ ہم یا تو بھوک سے مر جائیں گے یا پھر برف میں جم کر مر جائیں گے"۔

مسز یوکرلینا نے میری طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اُس کا ہاتھ زخموں کے نشانوں سے بھرا ہوا تھا جب اُس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا تو وہ یہ سوچ کر کانپ اٹھی کہ ہر روز کتنے ہی لوگ برف میں لگاتار مشقت کرنے سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔

جب اُس کو مسیح کی گواہی دیتے ہوئے پکڑا گیا تو اُس کو یہ سزا دی گئی کہ وہ کئی گھنٹے تک ننگے پاؤں برف پر کھڑی ہو۔ جب وہ کیمپ میں اپنا کام پورا نہ کر سکتی تو وہاں موجود محافظ اسے مکے مارتے۔ وہ برف میں گر جاتی اور اُس کو کیمپ میں آنے پر کھانا بھی نہ دیا جاتا۔ اُس نے رونا شروع کر دیا اور وہ تنہا صحن کے دوسرے کنارے کی طرف چلی گئی۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں قیدیوں کو دیکھتے ہی گولی ماردی جاتی تھی۔

جب وہاں پہنچی تو اسے کسی نے بہت کرخت آواز میں پوچھا کہ کیا تمہاری ماں ایک ایماندار عورت ہے۔ مسز یوکرلینا نے پوچھا کہ تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو۔ اُس آدمی نے جواب دیا کہ میں پچھلے دس منٹ سے تمہیں گولی مارنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن میری بازو حرکت نہیں کر رہی حالانکہ میری بازو بالکل ٹھیک ہے اور میں نے سارا دن اس کے ساتھ کام کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہاری ماں تمہارے لئے دعا کر رہی ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں اپنا منہ دوسری طرف کرتا ہوں اور تم بھاگ جاؤ۔

مسز یو کر لینا کو وہ سپاہی بعد میں نظر آیا تو وہ ہنسنے لگا اور اپنی بازو کو اوپر کر کے کہنے لگا کہ میں اب اپنی بازو کو ہلا سکتا ہوں۔

وہ اس کیمپ میں دس سال تک رہی جبکہ باقی افراد میں سے زیادہ تر موت کا شکار ہو گئے۔ لیکن وہ بچ کر واپس آ گئی تا کہ وہ دوسروں کو بتا سکے کہ مصیبت اور مشکل اوقات میں کس طرح خدا نے اُس کی مدد کی۔ اب وہ روسی فوج میں ڈاکٹر تھی۔ میرے سر میں درد ہو رہا تھا اور میں اُس کے بچ نکلنے کے معجزے کے بارے میں سوچنے کی بجائے اُس کی مصیبتوں کے بارے میں سوچ رہا تھا میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ عورت مجھے یہ سب کچھ بتانے کیلئے کیوں آئی ہے؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ جب وہ جانے کیلئے اٹھی تو میں نے اپنی کمزوری کے باوجود اٹھ کر اُس کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ رات ہمارے پاس ہی ٹھہر جائے لیکن میرے یہ کہنے سے پہلے ہی وہ دروازہ تک پہنچ چکی تھی۔ جانے سے پہلے وہ تھوڑی دیر رُکی اور کہا کہ میرے خاوند کو گرفتار ہوئے بارہ سال ہو گئے ہیں اور شاید ہم اس دنیا میں دوبارہ مل سکیں کہ نہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔

بارہ سال؟ میں اس کی بات کو سمجھ نہ سکی کافی دیر کے بعد مجھے سمجھ آئی کہ یہ خدا کی طرف سے ہمیں پیغام ملا تھا کہ مجھے اور میرے خاوند کو آنے والے دنوں میں کتنی زیادہ تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی۔ حنیاہ جو کہ ابتدائی مسیحی کلیسیا کا رہنما تھا کہ بارے میں دو ہزار سال پہلے بتایا گیا تھا کہ وہ کن مشکلات میں سے گزرے گا۔ اُس طرح پولس کو جو مستقبل میں رسول ہونے کیلئے منتخب کیا گیا تھا پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ مسیح کی خاطر اُس کو کن مشکلات سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کیونکہ ابھی بھی ملک چھوڑا جا سکتا ہے اگرچہ ہر

گزرتے ہوئے دن کے ساتھ ایسا کرنا اور زیادہ مشکل ہوتا جارہا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ ملک چھوڑنے کی کوشش رہے تھے۔اگرچہ رچرڈ ملک چھوڑنا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا رچرڈ نے کہا: ''انٹونکس کی حکومت کے دوران ہمیں صرف دو یا تین ہفتوں کیلئے قید کیا جاتا تھا لیکن کمیونسٹ حکومت میں ہمیں ایک سال سے کم عرصے کیلئے کبھی بھی قید نہیں کیا جائے گا اور وہ تمہیں (مسز رچرڈ) بھی گرفتار کر سکتے ہیں۔اگر ایسا ہوا تو پھر میحائی اور بچوں کی دیکھ بھال کون کرے گا۔

پھر ایک اور عجیب بات ہوئی۔ وہ پادری صاحب جن کو ہم نے سال بھر سے نہیں دیکھا تھا ہمارے گھر میں آگئے۔خدا نے رچرڈ کو اس آدمی کو تبدیل کرنے کیلئے استعمال کیا تھا۔ یہ پادری پہلے شرابی تھا اور ایک شراب خانے سے دوسرے میں پھرتا رہتا تھا۔ پھر اُس کی ملاقات رچرڈ سے ہوئی اور رچرڈ نے اس کے ساتھ بات چیت کی اور اُسے مسیح کا پیغام دیا اور اُسے اپنے راستے تبدیل کرنے کیلئے کہا۔اس دن جب وہ صبح کو اٹھا اور جب اس کا نشہ ختم ہوا تو وہ بالکل تبدیل ہو چکا تھا۔

اب ہم اگر بات کریں تو وہ مجھے بتاتا ہے کہ اُسے میری باتوں میں جو بات سب سے زیادہ اچھی لگی وہ بائبل کی وہ آیت ہے جس میں خدا کے فرشتے نے لوط سے کہا کہ ''اپنی زندگی بچانے کیلئے بھاگو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا''

جب وہ چلا گیا تو رچرڈ نے مجھ سے پوچھا! ''تمہارے خیال میں کیا یہ خدا کی طرف سے ہمارے لئے پیغام تھا؟'' ایسا کیوں ہوا کہ وہ اتنے لمبے عرصے کے بعد ہمیں ملنے آیا اور اُس نے بار بار یہ آیت دہرائی کہ ''اپنی زندگی بچانے کیلئے بھاگو'' کیا مجھے خبردار کیا گیا ہے کہ مجھے بھاگ کر اپنی زندگی بچانا چاہیئے؟''

میں نے سوچا کہ ''کس طرح کی زندگی حاصل کرنے کیلئے بھاگنا چاہئے؟'' یہ سوچتے ہوئے میں اپنے سونے والے کمرے میں چلا گیا اور بائبل کھولی اور وہ حصہ پڑھا جہاں مسیح نے کہا ہے کہ جو کوئی اپنی جان بچانا چاہے وہ اسے کھوئے گا اور جو کوئی مسیح کی خاطر اپنی جان کھوئے وہ اُسے بچائے گا''۔ میں نے رچرڈ سے پوچھا ''اگر تم اب چلے جاؤ تو کیا تم بائبل کی دوبارہ منادی کر سکو گے؟''

اُس رات ہم نے دوبارہ ملک چھوڑنے کی بات نہ کی۔

لیکن کچھ دنوں کے بعد رچرڈ نے کہا ''اگر ہم مغرب کی طرف چلے جائیں تو کیا ہم رومانیہ میں زیادہ بہتر طریقے سے خدمت کا کام نہ انجام دے سکیں گے؟ اگر ہم یہیں رہ جاتے ہیں تو میں بھی دوسروں کی طرح جیل میں چلا جاؤں گا۔ اور پھر ہم دونوں اکٹھے نہیں رہ سکیں گے۔ مجھے اذیتیں دی جائیں گی یا شاید مجھے مار دیا جائے۔ اور اگر تمہیں بھی قید کر دیا گیا تو ہمارا تبلیغی کام بالکل ختم ہو جائے گا۔ Solheims غیر ملکی ہیں۔ اُن کو بھی یہاں رہنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ میحائی کی پرورش سڑکوں پر ہوگی اور وہ ایک کمیونسٹ ماحول میں پرورش پائے گا۔ ایسا کرنے سے کسی کو کیا فائدہ ہوگا؟ میں نے کہا ''میرے خیال میں مجھے یہیں رہنا چاہئے''

اس کے بعد آخری نشان ہمارے سامنے آیا۔ ہم نے بخارسٹ کے اردگرد مختلف گھروں میں خفیہ میٹنگیں کرنی شروع کر دیں۔ یہ عبادتیں بہت ہی بابرکت تھیں اور ان عبادتوں کے وسیلہ سے بہت سے لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ خدا ہمیں بہت بڑی مصیبت میں پڑنے سے پہلے بہت بڑا اطمینان اور آرام دے رہا ہے۔ ایک رات ہم ایک امیر آدمی کے بڑے گھر میں اکٹھے ہوئے۔ یہ امیر

آدمی اس گھر کے سوا باقی سب کچھ کھو چکا تھا اور یہ گھر بھی اُس سے جلد ہی چھن جانے والا تھا۔ ہم باری باری گھر کی رکھوالی کر رہے تھے۔ اس خفیہ عبادت کا اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو ہمیں قید بھی ہو سکتی تھی۔

اُس گھر میں تقریباً پچاس آدمی جمع تھے۔ ہم ساری رات عبادت کرتے رہے۔ تقریباً آدھی رات کے وقت ایک عورت جو باقی لوگوں کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر بیٹھی تھی اونچی آواز میں چلائی ''کیا تم ہی وہ آدمی ہو جو ملک چھوڑنے کے بارے میں سوچ رہا ہے؟ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اچھا چرواہا کبھی اپنی بھیڑوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ اور وہ آخر تک اُن کے ساتھ رہتا ہے''۔ وہ رچرڈ کے مسائل سے واقف نہ تھی۔ ہم سب حیران اور پریشان ہو کر اُس کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن وہ پھر نہ بولی۔

جب صبح ہوئی تو ہم ٹھنڈی سڑکوں میں سے ہوتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف چل پڑے۔ یہ جنوری کا مہینہ تھا اور کافی برف باری ہو رہی تھی۔ میں نے کہا کہ ہم اب نہیں جا سکتے۔ رچرڈ میرے ساتھ رضامند تھا۔ ہم نے سب لوگوں کو بتا دیا کہ ہم یہیں رہیں گے یہ سن کر سب بہت خوش ہوئے۔

جب رچرڈ چودہ سال کے بعد واپس آیا تو وہ عورت جس نے رچرڈ کو منع کیا تھا پھول لے کر سٹیشن پر کھڑی تھی۔ رچرڈ کو وہ عورت یاد آ گئی رچرڈ نے اُس کو کہا کہ مجھے تمہاری نصیحت کو ماننے کی وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہے بلکہ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔

رچرڈ کا لاپتہ ہونا

رچرڈ تم کیا سمجھتے ہو جہنم کیا ہے؟ ہم نے شام دوستوں کے ساتھ گزاری اور لازمی طور پر بات روسی لوگوں کی طرف چلی گئی۔ ایک سیاست دان کو ہم جانتے تھے جو ایک اچھا انسان تھا اور گرفتار ہو چکا تھا اور کچھ ہی ہفتوں کے بعد اس نے اپنے آپ کو پھانسی دے لی۔ اس کے ساتھ کیا ہوا کے اس نے خودکشی کر لی۔ کسی نے کہا تھا کہ وہ بہت بُرے حالات سے گزرا تھا۔ جہنم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اندھیرے میں اکیلا بیٹھ کر سوچے کہ اس نے کیا کیا غلط کام کئے ہیں رچرڈ نے جواب دیا کچھ ہی دنوں میں وہ خود بھی اُسی جہنم میں تھا۔

اتوار کی صبح 29 فروری 1948 م کو رچرڈ تنہا ہی چرچ گیا اور ایک چھوٹے سے دفتر میں اُسے پادری صاحب بیٹھے ہوئے ملے جو کچھ پریشان تھے۔ اُس نے کہا رچرڈ ابھی تک نہیں آیا اُس کے دماغ میں بہت سے کام تھے اُسے کوئی کام یاد آ گیا ہو گا۔ جس وجہ سے بھول گیا کہ اسے آنا تھا۔ پادری صاحب نے عبادت کروائی۔ میں نے دوستوں کو فون کیا لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں تھا میرے دل میں خوف بڑھ گیا۔ ہم جانتے تھے کہ دوپہر کو اس نے ایک شادی میں شریک ہونا تھا۔ اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں پادری صاحب نے کہا تم رچرڈ کی مصروفیت کو نہیں جانتے۔ یاد ہے جب ایک بار گرمیوں کے کیمپ میں وہ صبح کے وقت اخبار لینے گیا تھا اور اس نے

دوپہر کے کھانے کے وقت فون کیا کہ وہ صبح ناشتے پر نہیں آسکے گا۔ میں وہ بات سوچ کر ہنس پڑا۔ رچرڈ کو ایک کاروباری کام یاد آ گیا تھا اور وہ بخارسٹ چلا گیا تھا اُس نے پھر کوئی ایسی ہی حرکت کردی ہوگی۔ اتوار کو دوپہر کے کھانے پر ہمارے گھر معمول کے مطابق اچھے خاصے لوگ تھے کھانے کا زیادہ بندوبست نہیں تھا لیکن ہم گاتے اور باتیں کرتے رہے اور یہ اس ہفتے کا اچھا پروگرام تھا۔

اب ہم خاموشی سے بیٹھ کر رچرڈ کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ نہیں آیا ایک رات پہلے بھی ہمارے کافی مہمان آئے تھے اور رچرڈ بڑی خوشی سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک وہ رک گیا کسی نے کہا رچرڈ تم اداس لگتے ہو کیوں؟ اس نے عجیب طرح سے جواب دیا استثنا کا حوالہ دیتے ہوئے، میں نے ہنس کر کہا یہ پاگل پن ہے کیونکہ یہ بات ہماری گفتگو سے ہٹ کر تھی۔ یہ بات اس کے دل کی گہرائی سے نکلی تھی اور اب ہمیں احساس ہوا کہ اس پر ہنسنا کتنا پاگل پن تھا۔ کوئی بھی نہیں بولا۔ پادری صاحب کو دوپہر کو ایک نکاح پڑھانا تھا ہم نے تمام ہسپتالوں میں فون کیا میں یہ سوچتے ہوئے باہر گھوم رہا تھا کہ شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہوگیا ہے لیکن کوئی پتہ نہیں چلا۔ آخر کار میں نے سوچ لیا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے مجھے منسٹری آف انٹریر والوں کے پاس جانا چاہئے کہ شاید وہ گرفتار ہوگیا ہو اور پھر ایک طویل تلاش شروع ہوگئی۔ بہت سے دفتروں میں کہ شاید کسی جگہ سے اُس کا پتہ چل جائے۔

مجھے پتہ چلا کہ خاص قیدیوں کو تہہ خانہ کی جیل میں رکھا جاتا تھا۔ بہت سی عورتیں اپنے گرفتار شوہروں کو تلاش کر رہی تھیں اور بہت سے لوگ اپنے رشتہ داروں کو معلوماتی دفاتر سے جو اُسی مقصد کیلئے قائم تھے۔ بڑی ناامیدی سے کسی خبر کے انتظار میں تھے۔

ایک اشتہار دیوار پر لگا ہوا تھا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ ''ہم دشمن کے ساتھ بہت بُری طرح پیش آئیں گے'' سب نے اپنا اپنا سوال کیا۔ اور معائنہ کرنے والے افسر نے ناموں کا مشاہدہ کیا۔ انہوں نے الماریوں کے اندر جھانکا لیکن دو آدمی جو غائب ہو گئے تھے ان کا کوئی سراغ نہ ملا۔

یہ افواہ پھیل گئی کہ رچرڈ کو ماسکو لے گئے ہیں۔ (انتونیکس اور دوسروں کے ساتھ بھی اسی طرح کیا گیا تھا) لیکن میں اس بات کا یقین نہیں کر سکتی تھی کہ وہ میری زندگی میں سے چلا گیا۔ ہر شام کو میں کھڑکی کے پاس بیٹھ کر کھانا کھاتی اور انتظار کرتی کہ شاید وہ آج آجائے۔ کیونکہ اُس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا اس لئے وہ جلد آزاد ہو جائے گا کمیونسٹ Faseists سے بُرے نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ اُسے ایک یا دو ہفتے کے بعد چھوڑ دیتے تھے۔ وہ نہیں آیا۔ میں نے اپنا سر کھڑکی کے اوپر رکھا اور رونا شروع کر دیا۔ Sotheim میرے ساتھ گیا تا کہ سویڈن کے ایمبیڈر سے مل سکیں کیونکہ ماضی میں وہ ہمارا ساتھی ہوا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ فوراً اینا پوکر سے بات کرے گا۔ مسز پوکر نے فوراً جواب دیا ''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ پادری ومبرینڈ کو قحط زدہ لوگوں کی بحالی کیلئے ڈالروں سے بھرا ہوا بیگ دیا تھا اور وہ اُس کو لے کر فرار ہو گئے ہیں'' اور سننے میں آیا ہے کہ وہ اس وقت ڈنمارک میں ہیں۔ اُس ایمبیڈر نے یہ کیس وزیر اعظم کے سامنے پیش کیا۔ گروزا نے بھی پوکر کی طرح جواب دیا ''تو اُس پادری کو ہماری جیل میں ہونا چاہئے''۔ کمیونسٹ اتنے ظالم تھے کہ لوگ جیل میں اپنی زندگیوں کو خود ختم کر لیتے تھے تا کہ اُن کے ظلم سے محفوظ رہ سکیں۔

پادری صاحب کے معاملے میں ہزاروں لوگوں کا آزمایا ہوا طریقہ یعنی رشوت

کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا اس لئے ہم نے اس کے بارے میں سوچا۔

کابینہ کے منسٹر نے بتایا کہ میرا ایک سکول کا دوست ہے اُس کا بھائی جیل کو توڑ کر لوگوں کی جیل سے بھاگنے میں مدد کرتا ہے اس لئے میں اس کی بیوی سے بات کروں گا تا کہ وہ تمہاری مدد کرے۔

وہ یہ کام کرنے پر رضامند ہو گیا لیکن اس کی شرط یہ تھی کہ اس بات کو راز رکھا جائے لیکن اس نے یہ کام کرنے کی بہت بڑی قیمت طلب کی۔

میں نے اس کی کہی ہوئی جگہ پر اُس سے ملاقات کی۔ وہ آدمی دیکھنے میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا اُس نے کہا کہ میں Georgeous ہوں اور جو بات میں کہہ دوں وہ ہو جاتی ہے۔ اور میں تمہاری مدد کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔

ہم نے جتنی رقم اُس نے کہی تھی بڑی مشکل سے جمع کی اور اُس کو تھما دی۔ لیکن اُس نے کچھ بھی نہ کیا۔ اور یہ پہلا اور آخری موقع نہیں تھا جب کسی نے ہمیں اس طرح دھوکہ دیا ہو۔ اور اس بارے میں ہم کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے۔ میں بہت سے چوروں اور جرائم پیشہ لوگوں سے مل چکا ہوں لیکن ان دھوکہ بازوں کا انداز ہی جُدا ہے۔ ان میں سے کچھ اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور کئی صرف نام کے ہی کمیونسٹ ہیں۔

ایک بڑی پارٹی کا آدمی رات کو ہمارے فلیٹ میں آیا اور اُس نے بتایا کہ ایسا لگ رہا ہے کہ امریکہ یا برطانیہ والے اس طرف کا رُخ کر رہے ہیں اور اس بات کو ذہن میں رکھ کر یا شاید انعام حاصل کرنے کی غرض سے اُس آدمی نے ہماری مدد کی اُس نے وعدہ کیا کہ اس سے جس قدر ہو سکا وہ ہماری مدد کرے گا جب تک اُس کی نوکری کو کوئی خطرہ نہ ہوا۔

اور کمیونسٹ افسر ہمارے پاس آیا۔ وہ ہماری ایک جاننے والی دوست کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ انہوں نے بھی کوشش کی لیکن وہ بھی کچھ نہ کر سکے۔

ان تمام کوششوں کے بعد ایک دن ایک اجنبی ہمارے گھر آیا۔ اس آدمی نے داڑھی نہیں بنائی ہوئی تھی اور دیکھنے میں ایسا لگتا تھا جیسے کہ اُس نے شراب پی رکھی ہو۔ اُس آدمی نے کہا کہ وہ اکیلے میں ہمارے ساتھ بات کرنا چاہتا ہے۔

اُس نے کہا کہ میں تمہارے خاوند سے ملا ہوں میں جیل میں اُس کیلئے کھانا لے کر جاتا ہوں اس کو دیکھ کر میرا دل بہت پریشان ہوا اور اُس نے مجھے کہا کہ اگر آپ کو اُس کی خبر دوں تو آپ مجھے انعام بھی دیں گے۔

رچرڈ کی بیوی نے کہا کہ تم کتنا لینا چاہتے ہو۔

آدمی نے بہت بڑی رقم طلب کی۔ اور وہ اس سے کم رقم لینے پر تیار نہ تھا۔ پاسٹر Sothem کی طرح مجھے بھی اس کی بات پر یقین نہ تھا اس لئے میں نے اس سے کہا کہ ہمیں ومبرینڈ کے ہاتھ سے لکھا ہوا کوئی پیغام لا کر دو۔

اُس نے اس آدمی کو ایک چاکلیٹ دی اور کہا کہ ومبرینڈ سے ہمیں کوئی پیغام لا کر دو جس پر اُس کے دستخط ہوں۔ وہ آدمی دو دنوں کے بعد واپس آیا اُس نے اپنی ٹوپی اتاری۔ اُس نے چاکلیٹ بار کا کاغذ مجھے دیا اور میں نے اُس کے اوپر لکھی ہوئی تحریر پڑھی۔ ''میری پیاری بیوی.......... میں تمہاری محبت کیلئے تمہارا شکر گزار ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ رچرڈ''۔

یہ اس کی لکھائی ہے مجھے اس لکھائی کو پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کرنی چاہئے۔ نے کہا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے کئی لوگ تنہا رہ کر پاگل ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ

کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتے۔ جب وہ بات کرتا تھا تو اس کے منہ میں سے شراب کی بو آتی تھی اُس نے بتایا کہ رچرڈ بالکل ٹھیک ہے۔ہم نے کہا کہ اگر وہ اس طرح پیغامات لے کر آتا اور لے جاتا رہا تو ہم اُس کو رقم ادا کر دیں گے۔جیلر بھی رضامند ہو گیا۔اُسکو پیسے سے محبت تھی اور اُس کو اُس شراب سے بھی محبت تھی جو کہ اس پیسے سے خریدی جا سکتی تھی۔اس لئے اُس نے اپنی آزادی کو مشکل میں ڈال کر رچرڈ کی مدد کی۔ اُس کو رچرڈ سے بھی محبت تھی۔ کئی دفعہ وہ رچرڈ کو زیادہ کھانا دے دیتا تھا۔کئی دفعہ وہ رچرڈ کے پیغامات ہمارے تک پہنچاتا تھا۔

میں نے جیلر سے پوچھا کہ تم اس رقم کے ساتھ کیا کرتے ہو جو ہم تمہیں دیتے ہیں۔اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ میں اُس کی شراب خریدتا ہوں۔خُدا نے اُس کی زندگی کو چھوڑا تھا اگرچہ ابھی تک اُس نے شراب پینا نہ چھوڑا تھا۔

سولھیم اور اس کی بیوی میرے اچھے دوست تھے اور ضرورت کے وقت وہ ہمیں تمام اشیاء مہیا کرتے تھے اور رچرڈ کو جیل سے چھڑوانے میں بھی میری مدد کر رہے تھے پادری سولھیم میرے ساتھ سویڈش ایمبسی میں گئے تو ہمیں رچرڈ کی لکھائی میں لکھے ہوئے بہت سے کاغذات نظر آئے۔تو اُس نے ایک خط لکھا کہ" آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ ثابت کر دیں گے کہ پادری ومبرینڈ رومانیہ کی جیل میں ہے تو آپ اُسے آزاد کر دیں گے اب ہمارے پاس ثبوت ہے" گروزا نے یہ خط وزیر خارجہ اینا پوکر کو دے دیا۔اُس نے مسٹر Von Reuterstond کو بلایا اور اُس کو ڈانٹا۔اگر وہ کہتی ہے کہ ومبرینڈ ڈنمارک کی طرف بھاگ گیا ہے تو وہ ٹھیک کر رہا ہے۔Von نے کہا کہ رچرڈ اگرچہ فارن مشن کے لئے کام کرتا تھا لیکن پھر بھی وہ رومانیہ کا رہنے والا تھا

اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ وہ رچرڈ کی مدد کرے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ بے گناہ ہے۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ رچرڈ کی حفاظت کرنا اُس کا فرض ہے۔ ایمبسیڈر خدا ترس انسان تھا اور اکثر ایسے لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا جاتا ہے۔ اس کو سٹاک ہوم بلایا گیا اور اُس کو نوکری سے نکال دیا گیا۔

اس کے کچھ دیر کے بعد گروزا کو Grand National Assembly کا صدر بنا دیا گیا۔ ایک دفعہ اس کی ملاقات رومانیہ کے مشہور تنقید کرنے والے سے ہوئی جو کہ اکثر اُس کے بارے میں لکھتا رہتا تھا۔ کیونکہ میں صدر ہوں اس لئے میری عزت کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح کی کڑوی تنقید کر کے میرے دل کو سکون ملتا تھا۔ اور اسی طرح سے میں یہودیوں جیسی تنقید کرنے میں کامیاب ہوا۔ تمہیں اسی تنقید کرنے کی وجہ سے جیل بھی بھیجا جا سکتا ہے اور اس وجہ سے اسے چھ سال کیلئے جیل بھیج دیا گیا۔

اس کے بعد سولھیم کو جو کہ رچرڈ کو اپنا بہت قریبی دوست سمجھتا تھا اور جو کہ رومانیہ کو اپنا دوسرا گھر سمجھتا تھا کو ملک چھوڑنا پڑا۔ اُس نے اپنے آپ کو ہمارے جیسا بنا لیا تھا اور بہت سے لوگ اُس کے ساتھ کام کر رہے تھے۔ اب وہ ہماری مدد نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن اب بھی ہمارے بہت اچھے دوست تھے اگرچہ ہمارے ساتھ دوستی کرنے کا مطلب اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنا تھا۔ ایک سیاسی قیدی کی بیوی راشن کارڈ بھی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ صرف ورکرز کو دیئے جاتے تھے اور سیاسی قیدی کی بیوی کو کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن ایسا کیوں تھا؟ کیونکہ اس کے پاس راشن کارڈ نہ تھا اس لئے اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ زندہ ہی نہیں ہے۔

میں نے اُن سے یہ بحث نہیں کی تھی کہ ملک کے اعلیٰ افسران اس بات سے انکار

کرر ہے ہیں کہ رچرڈ جیل میں ہے۔

میں اور میرا بیٹا کتنی دیر زندہ رہیں گے۔

تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ ان کا مسئلہ نہیں ہے۔

مائیکل میری اکلوتی اولاد تھی۔ رچرڈ کے جیل جانے سے پہلے جو یتیم بچے ہمیں ملے تھے وہ بھی چلے گئے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ روسی مشرقی رومانیہ کے علاقوں کو آباد کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان بچوں کو ہم سے لے لیا جانا تھا۔ سینکڑوں یہودی یتیم بچے اس قسم کے حالات سے گزر رہے تھے۔ ہم سوچتے تھے کہ ان بچوں کو فلسطین لے جائیں جہاں پر نئی اسرائیلی حکومت قائم ہونے والی تھی۔ ان ساری سوچوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا کہ ان بچوں کو جانے دیا جائے۔ یہ اس سے بہتر تھا کہ ہم ان بچوں پر کسی نامعلوم مصیبت کے آنے کا انتظار کرتے۔ ہم نے ان بچوں کو ترکی کے ایک چھوٹے بحری جہاز پر بٹھا کر ترکی روانہ کر دیا۔ لیکن یہ وہاں نہیں پہنچ سکے۔ کیونکہ وہ جہاز جس کا نام بلبل تھا ترکی نہیں پہنچا لوگوں کا خیال ہے کہ وہ کسی بارودی سرنگ سے ٹکرا گیا اور سب کے سب لوگ ڈوب گئے۔ آج تک اُس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔

یہ بہت بڑا دُکھ تھا۔ ہم ان بچوں کو اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے۔ جب ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ نہیں رہے تو غم کے مارے میں کسی سے بات نہیں کر سکتی تھی۔ یہ بہت مشکل وقت تھا۔ دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں میرا ایمان کمزور ہو رہا تھا۔ مجھے یہ احساس ہوا کہ ہم اپنے پیاروں کو مُردوں میں نہیں ڈھونڈ سکتے بلکہ زندوں میں۔ بہت دفعہ میں نے یہ سوچا کہ میں یہ دکھ برداشت نہیں کر پاؤں گی لیکن خدا نے مجھے قوت

دی۔ ایک دن خدا کا کلام میرے دل میں آیا کہ میں تمہیں اپنا اطمینان دیئے جاتا ہوں۔ مجھے نئے عہد نامہ میں استعمال ہونے والے ایک لفظ صبر کا پتہ چلا۔ اس کیلئے استعمال ہونے والے یونانی لفظ کا مطلب ہے کہ خدا کے دیئے ہوئے دکھ کو برداشت کرنا۔ اسی دکھ میں مجھے اپنے بیٹے مائیکل کو بھی تسلی دینا تھی۔

ایک واقعہ ہے کہ ایک یہودی ربی کے دو بیٹے اُسکی غیر موجودگی میں فوت ہو گئے جب وہ گھر آیا تو اُنہیں پکارتا جا رہا تھا۔ اُسکی بیوی اسکے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ایک عورت نے مجھے کچھ زیورات دیئے تھے اب وہ واپس مانگ رہی ہے۔ کیا میں اسے واپس کر دوں۔ ربی نے کہا اس میں شک کی کیا بات ہے تمہیں امانت اس کے مالک کو واپس کر دینی چاہئے۔ تب وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اُسکے بیٹوں کی لاشوں کے پاس لے گئی اور کہنے لگی خدا نے یہ امانت ہمیں دی تھی اب ہم اسے اُسکو واپس کر رہے ہیں۔ اُس نے دیا اُسی نے لیا اُسی کا نام مبارک ہو۔

اس وقت جب ہمارے اوپر بہت سی مصیبتیں آ رہی تھیں۔ ہمیں خدا کی ایک پیش گوئی پوری ہوتی ہوئی ملی۔ یہ اسرائیلی سلطنت کا پیام تھا۔ یہ خدا کے اُس وعدہ کے مطابق تھا کہ میں بنی اسرائیل کو واپس لاؤں گا۔ یہ وعدہ اُس نے یرمیاہ نبی کی معرفت کیا تھا۔ یہودیوں کی واپسی خدا کے منصوبہ کے مطابق تھی۔ جب نبی یہ کہہ رہا ہو گا کہ میں یہودیوں کو دنیا کے تمام کونوں سے اکٹھا کروں گا تو اُسے یہ معلوم نہیں ہو گا کہ یہودی دنیا کے کن براعظموں اور ملکوں میں پھیل جائیں گے۔ ان دنوں میں وہ لوگ جو بائبل نہیں پڑھتے تھے وہ بھی اس میں سے یہودیوں کی واپسی کے بارے میں حوالے ڈھونڈنے لگے تھے۔

ان دنوں میں رومانیہ سے بھی بہت سے یہودی نقل مکانی کر کے اسرائیل گئے۔ اس سے پہلے نازیوں نے تقریباً 500,000 رومانوی یہودیوں کو قتل کیا تھا۔ باقیوں کو روسیوں نے مارا جو کہ دراصل انہیں جرمنوں سے چھڑانے کیلئے آئے تھے۔ اور کچھ کو روسی معدنیات کی کانوں میں قیدی مزدوروں کی طرح کام کرنے لے گئے۔ ان میں شاید ہی کوئی واپس آیا ہوگا۔ ایک آدمی نے مجھے بتایا کہ میرا بھائی 15 دن ایک الماری کے پیچھے چھپا رہا تا کہ وہ اُسے پکڑ نہ سکیں۔ خود اُس نے اپنا سارا گھر بار صرف ایک پاسپورٹ کیلئے دے دیا تھا تا کہ وہ اُس ملک سے نکل سکے۔ یہ سب کچھ اُس نے ایک روسی فوجی کو بطور رشوت دیا تھا۔ اسرائیل کی مملکت کے قیام کے کچھ دیر بعد رومانیہ کی حکومت نے اس کے ساتھ ایک معاہدہ کیا کہ رومانیہ کے یہودی نقد رقم کے بدلے اس ملک کو چھوڑ کر اسرائیل جا سکیں گے چونکہ رومانیہ کو زرمبادلہ کی ضرورت تھی لہٰذا اُس نے یہودیوں کو بیچنا شروع کر دیا۔ ویزا دفتر کے باہر ہر عمر اور ہر طرح کے لوگوں کا ہجوم رہتا۔ کچھ لوگ تو سخت سردی میں کمبل لے کر قطار میں کھڑے ہوتے تھے۔

حکومت اس معاہدے کو خفیہ رکھنا چاہتی تھی۔ خفیہ ٹرینیں چلا کر یہودیوں کو ملک سے باہر بھیجا جاتا تھا۔ یہ ریل گاڑیاں خفیہ مقامات سے روانہ ہوتی تھیں۔ ہر رات ہم اپنے دوستوں کو آنسوؤں کے ساتھ خدا حافظ کہتے۔ اگرچہ ہم اکثر یہودی عبادت خانوں میں یہ الفاظ سنتے تھے کہ ''یروشلیم میں ملاقات ہوگی'' لیکن اب یہ الفاظ مجھے سچے لگ رہے تھے اور مجھے یہ سن کر خوشی ہوتی تھی۔ خروج کی کتاب میں لکھا ہے کہ مصر سے نکلتے وقت یہودیوں کے ساتھ ایک ملی جُلی بھیڑ بھی روانہ ہوئی۔ اسی طرح یہاں سے بھی کئی دوسرے لوگ جعلی ویزوں کی مدد سے رومانیہ سے فرار ہوئے۔

ایک افسر نے مجھے کہا کہ اگر تم یہودی ویزا حاصل کرنے میں میری مدد کرو تو میں تمہارے شوہر کو جیل سے رہا کرا سکتا ہوں۔ میرے ایک دوست نے مجھے کہا کہ یہ افسر اپنا وعدہ پورا کر سکتا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ بات اپنے بیٹے مائیکل سے کی۔

میرا بیٹا اب دس سال کا ہو چکا تھا۔ سکول میں اُسے قیدی کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ یہ اُس کیلئے بہت مشکل وقت تھا۔ اُس نے مجھے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ افسر ہماری مدد نہیں کر سکے گا۔ ہمیں کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اس افسر کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ مائیکل کو اس بات کی سمجھ تو نہیں آئی تھی کہ اس کے باپ کو کیوں گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن وہ ایمان رکھتا تھا کہ اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ اُسکے بہت سے خواب سچے ہو جاتے تھے۔ کئی دفعہ روسی حکومت دوسروں کو متاثر کرنے کیلئے بہت سے قیدیوں کو رہا کر دیتی تھی۔ جب یہ لوگ دوسروں کو اپنے زخم اور نشانات دکھا دیتے تو ان کو پھر گرفتار کر لیا جاتا۔ اس طرح بہت سے لوگ غائب ہو گئے تھے۔ مجھے یہ سوچ کر بہت دکھ ہوتا کہ میرا شوہر بھی ان دُکھ اٹھانے والے لوگوں میں سے ہوگا۔ کبھی کبھی مجھے یہ خوف بھی ہوتا کہ کہیں وہ اپنے دوستوں سے غداری کر کے رہا نہ ہو جائے۔ اگرچہ اُس نے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مر جائے گا لیکن ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن ہم کیا کہہ سکتے تھے۔ پطرس رسول نے بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ مسیح کا انکار نہیں کرے گا۔

اگر رچرڈ مر جاتا ہے تو مجھے یقین تھا کہ ہم آسمان کی بادشاہی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم جنت کے دروازوں میں سے بنیمین کے دروازہ پر ایک دوسرے کا انتظار کریں گے۔ یسوع نے بھی اپنے شاگردوں سے گلیل میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اُس نے یہ وعدہ پورا کیا۔

میری گرفتاری

اگست کی ایک رات میں دیر سے گھر پہنچی۔ میرا بیٹا مائیکل گاؤں گیا ہوا تھا۔اس لئے میں آزادی سے گھوم پھر سکتی تھی۔ہم خواتین نرس کا روپ دھار کر منادی کیا کرتی تھیں اور اکثر اس کام میں ہمیں دیر ہو جایا کرتی تھی مجھے گھر کو صاف کرتے اور ان چھ بچوں کی دیکھ بھال کرتے جن کی ماں ہسپتال میں تھی تقریباً 11 بج گئے۔

یہ شخص ایک امیر اور زمیندار آدمی تھا لیکن اس کی زمین اور اثاثے کمیونسٹ حکومت نے ضبط کر لیے تھے۔راستے میں گلیوں کو لال جھنڈوں سے سجایا جا رہا تھا کیونکہ روسی فوج کی آمد کو ایک سال ہو گیا تھا اور اسی حوالے سے کوئی تقریب ہونے والی تھی۔میں بہت تھک چکی تھی اور میں نے سوچا کہ کھانا بھی نہیں کھاؤں گی اور سو جاؤں گی لیکن میں نے دیکھا کہ میرا بھائی جو کہ ہمارے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا بہت پریشان ہے اس نے بتایا کہ ایک مشکوک سا آدمی گھر آیا تھا۔وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس گھر میں کچھ اور کرایہ داروں کو لانا چاہتا ہے لیکن اصل میں بات یہ تھی۔درحقیقت وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس گھر سے نکلنے کے اور کتنے راستے ہیں۔میں سمجھ گئی کہ کیا ہونے والا ہے مجھے اس کی توقع بھی تھی کہ پولس چھاپہ مارے گی۔میرے لئے تسلی کی بات یہ تھی کہ میرا بیٹا یہاں نہیں تھا۔میں نے اپنے شوہر اور بیٹے کو خدا کے حوالے کیا اور سو گئی۔

صبح 5 بجے دروازے پر زوردار دستک ہوئی میرے بھائی نے دروازہ کھولا اور پھر

وہی پولس کے بوٹوں کی آواز تمہارا نام کیا ہے۔ میرے بھائی نے بتایا ''ہٹلر'' کیا! اسے گرفتار کرو میرے بھائی نے انہیں وضاحت کرنے کی کوشش کی کہ میری ماں نے ایک یہودی سے شادی کی تھی اور اس کا نام ہٹلر تھا اور وہ اپنا نام تبدیل نہیں کرنا چاہتا تھا بڑی مشکل سے ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ اسکا جرمن ہٹلر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے اسے دوسری طرف دھکا دیا اور میرے کمرے میں گھس آئے۔ میرے کمرے میں ایک اور مسیحی بہن بھی ٹھہری ہوئی تھی ہم اپنے بستروں میں اٹھ کر بیٹھ گئیں اور دیکھنے لگیں۔ ''سینا ومبرانڈ'' ایک بھاری بھرکم پولس والا چلایا یہ سب کا انچارج تھا اور جتنی دیر وہ ہمارے فلیٹ میں رہا چلاتا ہی رہا۔ ''ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہاں پر ہتھیار چھپائے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم کوئی بات کریں انہوں نے بکسوں کو ادھر اُدھر پھینکنا شروع کر دیا اور الماریوں کے دراز کھولنا شروع کر دیئے۔ ایک دراز سے کتابیں نکل کر زمین پر گر گئیں۔ میری سہیلی نے اٹھ کر انہیں سمیٹنا چاہا تو میں نے اسے منع کر دیا میں نے کہا کہ تم لباس تبدیل کرو کیونکہ یہ کام ہمیں ان آدمیوں کے سامنے ہی کرنا پڑے گا۔ پولیس افسر پھر چلایا ہمیں بتا دو کہ ہتھیار کہاں چھپائے ہیں ورنہ ہم اس گھر کو چیر پھاڑ دیں گے۔ میں نے انہیں کہا کہ اس گھر میں صرف ایک ہی ہتھیار ہے۔ اور اسکے پاؤں میں گری ہوئی ایک بائبل اٹھا کر اسے دکھائی۔

اس نے کہا کہ تمہیں بیان دینے کے لیے ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔ میں نے بائبل ایک میز پر رکھی اور ان سے کہا کہ ہمیں صرف دومنٹ کے لیے دعا کا موقع دیں پھر میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔ وہ کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو گئے اور میں میری سہیلی نے مل کر دعا کی۔ اسکے بعد میں نے اپنے خالہ زاد بھائی اور اس کی ماں کو خدا

حافظ کہا اور ان سے کہا اگلے سال یروشلیم میں ملاقات ہوگی ۔ انہوں نے مجھے دعا دی ۔ انکے آنسو جاری تھے ۔ جب وہ مجھے لے جارہے تھے تو آخری کام جو میں نے کیا وہ یہ تھا کہ ایک طرف پڑا ہوا ایک پیکٹ اٹھالیا یہ ایک تحفہ تھا جو کلیسیا کی ایک لڑکی نے مجھے دیا تھا اس میں جرابیں بنیان اور اسی طرح کے کچھ کپڑے تھے ۔ اس لڑکی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اسکا تحفہ واحد چیز ہوگی ۔ جو میں جیل میں اپنے ساتھ لیکر جاسکوں گی ۔

انہوں نے میری آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا دیا جس میں سے اردگرد کچھ دیکھ نہیں سکتی تھی اور مجھے پولیس کی گاڑی میں بیٹھا دیا ۔ سفر زیادہ لمبا نہیں تھا ۔ کچھ منٹوں کے بعد انہوں نے مجھے گھسیٹ کر گاڑی سے نیچے اتارا میرے پاؤں ابھی زمین پر نہیں لگے تھے کہ انہوں نے مجھے سیڑھیوں پر اوپر کی جانب کھینچنا شروع کر دیا ۔ اس سے میرے جسم میں کئی رگڑیں آئیں ۔ پھر ایک کمرے میں لے جا کر انہوں نے میری آنکھوں سے چشمہ اتار دیا ۔ میں ایک چھوٹے سے کمرے میں تھی جس میں اور خواتین بھی تھیں ان میں سے کچھ کو تو میں پہچان سکتی تھی ایک آزاد خیال پارٹی کے سیاستدان کی بیوی فلاحی کاموں میں حصہ لینے والی ایک خاتون ایک اداکارہ ۔ شاہی محل کی ایک ملازمہ ۔ ہم رومانیہ کی خطرناک ترین خواتین تھیں دروازہ بار بار کھل رہا تھا اور مزید خواتین کو اس کمرے میں پہنچایا جارہا تھا شام تک کئی سو خواتین اس کمرے میں دھکیل دی گئی تھیں بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ کام پورے ملک میں کیا گیا ہے اور اس کا تعلق 23 اگست یعنی یوم آزادی سے تھا ۔ ہم تمام خواتین کافی دیر تک ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں ۔ ہمیں کھانے پینے کو کچھ نہیں دیا گیا تھا ۔ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے خوف کے خول میں بند تھی ۔ یہ سب کتنی دیر تک چلے گا ؟ ہمارے بچوں کا کیا ہوگا ؟ وغیرہ

میرے بیٹے مائیکل کا باپ پہلے اس سے جدا ہو گیا تھا اور اب اسکی ماں بھی اس سے چھین لی گئی تھی۔ وہ ایسے لوگوں کی مہربانی کے تلے تھا جن کی اپنی زندگی خطرے میں تھی میں اس کے لیے دعا کرنے لگی اسی دوران ایک عورت اٹھ کر دروازے کو پیٹنے لگی اور چلانے لگی میرے بچے کہاں ہیں؟ میرے بچے؟ دوسری خواتین بھی اسی طرح چلانے لگیں میرے ساتھ کھڑی ایک خاتون کو دورہ پڑ گیا دوسری بھی کسی بیماری کا شکار تھی اس پورے کمرے کے لیے ایک ہی بیت الخلا تھا۔ کمرے کا دروازہ صرف مزید خواتین اندر بھیجنے کے لیے کھلتا تھا جو کہ یہ چلا رہی ہوتی تھیں ''میں نے کچھ نہیں کیا'' وہ سمجھتی تھیں کہ ان کی بے گناہی کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ لیکن یہ 1950ء تھا اور یہ کمیونسٹ حکومت تھی ان میں سے ہر خاتون کو یہی کہہ کر یہاں لایا گیا تھا کہ آپکو تھانے میں بیان دینا ہے ان میں سے بعض کو دس سال ہو چکے تھے۔

اگلے دن باہر سے فوجی بینڈ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ یوم آزادی کی پریڈ تھی (یعنی رومانیہ پر روسی قیصر کے دن کی خوشی) لوگ نعرے لگا رہے تھے کہ ''23 اگست ہمارے لیے آزادی لے کر آیا ہے'' ''قید میں بند چوروں اور غداروں کے لیے موت'' اس موقع پر نیا قومی ترانا گایا جا رہا تھا ''ٹوٹی زنجیروں کو ہم پیچھے چھوڑ آئے ہیں ...... رومانیہ کی تاریخ میں اتنے زیادہ لوگ کبھی قید میں نہیں رہے تھے۔ اس قید میں ہمارا وقت کیسے گزرتا تھا جب ہمارے پاس کچھ کرنے کو نہیں تھا۔ آخرکار محافظ ہمارے لیے سیاہ روٹی اور سوپ لے کر آئے۔ اگلے دن ایک افسر آ کر نام پکارنے لگا کیا وہ ہمیں باہر نکالنے لگے تھے؟ میرا نام پہلی فہرست میں ہی تھا مجھے پھر وہی کالا چشمہ پہنا دیا گیا اور مجھے (اس کا بعد میں علم ہوا کہ مجھے) خفیہ پولیس کے ہیڈ کوارٹر لایا گیا مجھے ایک

چھوٹے سے کمرے میں دھکیلنے سے پہلے محافظ عورت نے دوسری قیدی عورت سے پوچھا'' کیا تم اسے جانتی ہو'' مجھے کوئی نہیں جانتی تھی لہٰذا مجھے اس کمرے میں ڈال دیا گیا۔ دو سہیلیوں کو وہ کبھی اکٹھا نہیں رکھتے تھے۔ وہ آپ مکمل تنہائی اور تکلیف کی حالت میں رکھنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آپ کو کسی ایک کمرے میں زیادہ دیر نہیں رہنے دیتے تھے کہ کہیں آپ کی کوئی دوست نہ بن جائے۔ ہر دوسری عورت ان کی جاسوس ہوتی تھی۔ ایک نوجوان ڈاکٹر کے علاوہ میرے کمرے میں زیادہ تر خواتین دیہاتی تھیں جنہیں ایسے ہی گرفتار کرلیا گیا تھا ان کی زمینوں پر حکومت نے قبضہ کرلیا تھا۔ اس قبضہ کے دوران حکومت سے ان لوگوں کی سخت لڑائی ہوتی تھی۔ ان میں سے بہتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ اور تقریباً ایک لاکھ کو قید کی سزا دی گئی تھی۔

کچھ دیر کے بعد مجھے قید تنہائی میں ڈال دیا گیا۔ میرے کمرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی کپڑا نہیں کوئی بالٹی نہیں۔ یہ چیزیں ایک قیدی کے لیے روشنی اور ہوا سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ مجھے دن میں تین بار اس کمرے سے باہر نکالا جاتا تھا۔ چھت میں بہت اوپر ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کو لوہے کی مضبوط گرل لگا کر محفوظ بنایا گیا تھا۔ میری اس کوٹھری میں بہت نمی تھی اور بہت سردی بھی اگرچہ یہ اگست کا مہینہ تھا۔ میرے لیے وہ اونی جرابیں اور ایک کمزور سا کوٹ ایک بڑی نعمت تھیں۔

مجھے اب کس وقت بلایا جائے گا مجھ سے کیا پوچھا جائے گا یہ خیالات ایک خوف کی طرف میرے ذہن میں گردش کرتے رہے تھے۔ مجھے اپنے گزرے ہوئے دن یاد آرہے تھے پولس کے ساتھ گزرا ہوا وقت۔ وہ وقت جب میں اپنے شوہر سے قید خانہ میں ملنے جاتی وہ خوف کہ ابھی وہ واپس چلا جائے گا وہ مجھے بتاتا کہ تنہائی میں بیٹھ کر

اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کرنا ہی جہنم ہے مجھے یہ سب کچھ یاد آرہا تھا۔میرے لیے کھانا لانے والا شخص ایک بوڑھا آدمی تھا وہ جوانوں سے اس لئے بہتر تھا کہ کبھی کبھی وہ ایک ہمدردی کا لفظ بول دیتا تھا وہ ایک شخص تھا جو یہ سوچتا تھا کہ شاید اب بھی امریکہ آ جائے اور روس کو شکست دے دے۔ایک دفعہ اس نے مجھے کہا کہ میں تمہارا خط باہر پہنچا سکتا ہوں لیکن میں نے اس کا یقین نہیں کیا کہ کہیں یہ دوسروں کو پھنسانے کی کوئی چال نہ ہو ایک دفعہ وہ مجھے بتانے لگا کہ اس نے ایک افسر سے پوچھا کہ اتنے سارے لوگوں کو قید میں کیوں ڈالا گیا ہے۔افسر نے اسے کہا کہ اپنے کام سے کام رکھو۔اگلے دن اسے گرفتار کرلیا گیا۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیوں اسکے بعد میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا میں نے سوچا جو لوگ آج فیصلے کرتے ہیں کل ان کا بھی فیصلہ ہوگا۔

بہت سے دن میں اسی طرح اپنی باری کا انتظار کرتی رہی کب مجھے بلایا جائے لیکن نہیں آخر ایک دن وہ آہی گئے۔کوٹھری کا دروازہ کھلا۔مجھے پھر کالا چشمہ پہنا دیا گیا پھر وہ مجھے بازو سے پکڑ کر کھینچنے لگے دائیں مڑے کبھی بائیں کافی دیر تک میں پیدل چلتی رہی وہ مجھے کہاں لے کر جا رہے تھے شاید وہ مجھے بغیر بتائے اندھیرے میں گولی مارنے جا رہے تھے۔آخر کار ہم رک گئے میرا چشمہ اتار دیا گیا میں ایک بڑے کمرے میں کھڑی تھی جہاں سورج کی روشنی آرہی تھی پھر مجھے ایک کرسی پر بیٹھا دیا گیا میرے سامنے ایک ڈیسک بھی تھا جس پر سیاہی کے بہت سے نشانات لگے تھے۔میرے سامنے نیلی وردی میں خفیہ پولیس کے دو افسر بیٹھے تھے جن میں سے ایک میرے گھر پر چھاپے کے دوران موجود تھا اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور وہ میری طرف بڑے مشکوک انداز میں گھورنے لگا اسکا چہرہ مجھے دیکھا ہوا لگ رہا تھا شاید میں نے

اسے پیرس میں دیکھا تھا۔ میں نے سوچا کہ اب یہ لوگ مجھے میرا قصور بتائیں گے اور یہ بھی کہ میری کیا سزا ہے لیکن ان میں سے ایک افسر نے مجھ سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے حکومت کے خلاف کیا جرم کیا ہے اب تم اس کی تفصیل اس کاغذ پر لکھ کر ہمیں دو گی۔ میں نے کہا ''میں کیا لکھوں؟ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے'' میں نے کاغذ پر لکھا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے افسر نے وہ کاغذ دیکھا اور پھر سر ہلایا۔ ''اگلے قیدی کو لائیں'' مجھے کہنے لگا تم بہت اچھی طرح جانتی ہو کہ تمہیں یہاں کیوں لایا گیا ہے۔

مجھے کوٹھڑی میں واپس لاتے ہوئے محافظ سارا راستہ مجھے دھکے دیتے رہے اور چلاتے رہے مجھے واپس کوٹھری میں دھکیلنے کے بعد وہ کہنے لگے اب تم بیٹھ کر سوچو گی کہ تمہیں وہاں لکھنا ہے ورنہ تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا اس سے برا کیا سلوک ہوگا کہ آپ کو سپیکر میں لوگوں کی چیخوں کی آوازیں سنائی جائیں۔ آپ کو مارا جائے آپ کی بے عزتی کی جائے۔ آپ کو آپ کے بچے سے جدا کر دیا جائے۔

تفتیش کے دوران سوالوں کا جواب دینا ہمارے لیے نئی بات نہیں تھی اس کا سامنا ہم نے نازی دور میں بھی کیا تھا۔ کچھ لوگ سوچتے ہیں کہ جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ لیکن کسی کی محبت سچائی سے بہت بلند ہے۔ ڈاکٹر کسی مریض کو بچانے کے لیے اس سے جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم بھی کمیونسٹوں کو سچ نہ بتائیں۔ اگلے دن مجھے پھر وہیں لے جایا گیا۔ اس بار افسر کے سامنے سوالات کی ایک فہرست تھی ان کا مقصد میرے شوہر کے خلاف ثبوت حاصل کرنا تھا۔ افسر نے پہلے میرے سامنے کیمونسٹ حکومت کے حق میں چھوٹی سی تقریر کی پھر مجھے کہنے لگا کہ ہم تمہارے دوست

ہیں اور تمہارے شوہر کے بھی۔ ہم تمہارے شوہر کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں لیکن ہمیں کچھ معلومات چاہئیں اس نے مجھ سے رچرڈ کے بارے میں کچھ سوالات پوچھے۔ میں نے اسے بتایا کہ ہم ہمیشہ مذہب پر بات کرتے تھے اور کبھی سیاست پر گفتگو نہیں کرتے تھے اس نے کہا۔ بائبل سیاست سے بھری پڑی ہے اکثر نبی حکومت کے خلاف بغاوت کرتے تھے یسوع مسیح بھی اپنے زمانہ کے حکمرانوں کے خلاف ہی بات کرتا تھا۔ اگر آپ مسیحی ہو تو یقیناً آپ کے حکومت کے بارے میں واضح خیالات ہوں گے۔ میں نے کہا کہ میرا شوہر سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔

اس نے کہا کہ پھر اس نے شہنشاہ مائیکل کے ساتھ ملاقات کیوں کی تھی۔ میں نے کہا شہنشاہ نے تو بہت سے لوگوں سے ملاقات کی تھی۔ میرے میاں نے بھی تقریباً دو گھنٹے تک اس سے ملاقات کی اور اس ملاقات میں بھی سیاست پر کوئی بات نہیں ہوئی تو پھر انہوں نے کیا بات کی میں نے کہا انہوں نے بائبل پر بات کی تھی اچھا تو شہنشاہ نے اس کے بارے میں کیا کہا میں نے کہا شہنشاہ بائبل کے حق میں تھا اس بات پر دوسرا افسر ہنسنے لگا پہلے افسر نے کہا کہ تم ایک ذہین عورت ہو مجھے تمہارے اور تمہارے شوہر کے رویے کی سمجھ نہیں آتی۔ تم یہودی ہو اور ہم نے تمہیں جرمن نازیوں سے بچایا ہے۔ تمہیں ہمارے شکر گزار ہونا چاہیے ہمارا ساتھ دینا چاہیے اسکا لہجہ مزید پر سکون ہو گیا تمہارا شوہر روسی انقلاب کے خلاف باتیں کرتا ہے اسے گولی مار دینے کی سزا بھی ہو سکتی ہے اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف گواہی دی ہے۔ میرا خون کھولنے لگا ظاہر ہے وہ جھوٹ بول رہا تھا وہ میرے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا لیکن میں نے اپنا چہرہ بالکل سیدھا رکھا۔ وہ بولتا رہا اس کے ساتھی شاید اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایسا

کر رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے وہ خود روسی انقلاب کے خلاف ہوں ہم اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے تم بہتر بتا سکتی ہو تم ہمیں وہ سب باتیں بتاؤ جو وہ لوگ کیا کرتے تھے۔ آپ ایسا کرو تو آپ کا شوہر کل ہی رہا ہوسکتا ہے۔ دوسرے افسر نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ بھی کل ہی اپنے خاندان میں واپس جاسکتی ہو یہ بات کتنی سہانی لگتی تھی ۔لیکن میں نے اپنے ذہن سے نکال دیا اور کہا میں کچھ بھی نہیں جانتی۔

اس رات واپس اپنی کوٹھری میں اپنے زخموں کو دباتے ہوئے میں اپنے شوہر کے بارے میں سوچ رہی تھی ۔ کہ اسکا کیا حال ہوگا۔ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہوں گے۔ یہ سوچ کر ایک دم میرے دل میں خیال آیا کہ میں ان افسران کی بات مان لوں اور حفاظت سے اپنے گھر چلی جاؤں ۔لیکن دوسرے لمحے مجھے خیال آیا کہ یہ درست نہیں ہے۔ میں چاہتی تھی کہ میرا شوہر شیطان کے خلاف لڑے۔لیکن میں یہ بھی چاہتی تھی کہ وہ زندہ رہے۔ یہ دو خواہشات میرے اندر تکرار کر رہی تھیں۔

اگلے دن پھر مجھے بلایا گیا۔ وہ افسر کچھ خوش لگ رہا تھا کیونکہ وہ مجھے پریشان کرنے میں کامیاب رہے تھے اس مرتبہ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کن جرمن نازیوں کو جانتی ہوں ان سے ہمارے کیا تعلقات تھے۔ میں نے ان کے افسر کو گھر پناہ کیوں دی تھی میں نے انہیں بتایا کہ وہ کوئی بھی تھے ۔ چاہے انہوں نے ہمارے خاندان کے لوگوں کو قتل کیا تھا۔ تو تم اپنے خلاف الزام کا انکار کرتی ہو۔ چلو اچھا۔ ہمارے پاس تمہارے لیے ایک خبر ہے۔ انہوں نے ایک آدمی کو بلایا جس کو میں بہت اچھی طرح جانتی تھی وہ ہمارے اور جرمن لوگوں کے تعلقات کو بہت اچھی جانتا تھا اور یہ بھی کہ ہم ان کے لیے کیا کچھ کرتے تھے اس شخص کا نام ستفنس تھا۔

افسر نے ستفنس سے کہا کہ بتاؤ انہوں نے نازیوں کو کس طرح گھر میں رکھا؟ تم
ں عورت کو تو اچھی طرح جانتے ہونا۔

ستفنس بولا نہیں جناب میں نے اس عورت کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ افسر چلایا تم
ھوٹ بول رہے ہو۔ ستفنس مجھے بہت اچھی طرح جانتا تھا اس کے ہمارے ساتھ
چھے تعلقات بھی نہیں تھے لیکن خدا نے اسکی آنکھیں بند کر دی تھیں۔ افسر نے حکم
یا کہ اسے لے جاؤ اب افسر مجھ سے بولا چلو یہ بتاؤ کہ تمہارا شوہر ہماری فوج میں کیا
م کرتا تھا۔ میں اس کے اس سوال کا بھی بڑی احتیاط کے ساتھ جواب دے گئی۔

رات کو اپنی کوٹھری میں لیٹے ہوئے مجھے خیال آرہے تھے کس طرح روسی فوج کے
جوان ہمارے گھر میں کلام سننے آتے تھے۔ مجھے یاد آیا کہ کس طرح ایک لڑکا اس
ت ناچنے لگا جب رچرڈ نے اسے بتایا کہ مسیح مُردوں میں سے جی اٹھا ہے۔ پچھلے کچھ
ں کی تفتیش اور سوال و جواب سے میرا حوصلہ بلند ہوا۔ میں نے خدا کا شکر کیا کہ اس
ے ان کے سوالات کا جواب دینے میں میری مدد کی۔ کس طرح میں روسی زبان کی
ل چھاپنے والی بات ان سے چھپا گئی تھی میں نے سوچا کے زیادہ برا وقت گزر گیا
ے یہ سوچ کر شکر گزاری کے طور پر میں نے دیوار پر ایک بڑی صلیب بنائی۔

اگلے دن ایک نیا افسر سوال و جواب کے لیے آیا وہ گنجے سر کا بھاری بھرکم آدمی تھا
ے پہنچنے پر وہ ایک بھوری سے فائل میں سے کچھ کاغذات پڑھ رہا تھا وہ وقفے
قفے سے میری طرف دیکھ رہا تھا بالکل ایسے جیسے ایک بچہ سینما دیکھتے ہوئے خوش
ہے کہ اگلے ہی لمحے کوئی دلچسپ بات ہونے والی ہے۔ آخر کار اس نے بات
ع کی اس نے میری ذاتی زندگی کے بارے میں سوالات پوچھنا شروع کئے میرا

طالب علمی کا زمانہ پیرس میں گذارا ہوا وقت وغیرہ وہ بہت دوستانہ انداز میں بات کر رہا تھا اچھا اب ذرا کام کی بات ہو جائے اس نے کہا یہ کاغذ لو اور پوری تفصیل سے لکھو کہ تمہارے کس کس آدمی کے ساتھ جنسی تعلقات رہے یہ بھی کہ وہ تمہیں کس طرح چومتے وغیرہ وغیرہ۔ تم اس علاقے میں ایک فرشتہ کی طرح مشہور ہو ہم تمہارے بارے میں سب کچھ جانتے ہیں میں نے اس سے کہا تم چاہے مجھے غدار کہو یا جاسوس لیکن تمہیں ان باتوں کے بارے میں پوچھنے کا کوئی حق نہیں ہے وہ بولا ہمارے پاس تمام حقوق ہیں وہ گالیاں بکنے لگا۔ میں شاید بے ہوش ہو جاتی لیکن میں نے اپنے آپ کو سنبھالا لیکن میں نے کچھ بھی بکنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار وہ تھک گیا اور بولا۔ تمہارا شوہر جاسوس ہونے کا اقرارِ جرم کر چکا ہے تم بھی سچ بتائے بغیر یہاں سے جا نہیں سکو گی۔

مجھے واپس کوٹھری میں بھیج دیا گیا اس بار میری آنکھوں سے چشمہ تھوڑی دیر پہلے اتار دیا گیا تو میں نے کوٹھری کا نمبر دیکھا۔ یہ نمبر 7 تھا مقدس نمبر سات دنوں میں خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ میں کوٹھری میں آ کر بہت زیادہ افسردہ تھی آج کی باتوں کی وجہ سے میں بہت مایوس ہوئی تھی لیکن پھر مجھے یہ الفاظ یاد آئے کہ ہم مسیح کے ساتھ مصلوب ہو گئے ہیں مجھے احساس ہوا کہ خدا میرے ساتھ ہے اسی نے میرے دل میں دوسروں کے لیے ہمدردی اور محبت ڈالی تھی۔

اتنی دیر میں کوٹھری کا محافظ آیا وہ نہایت بدتمیز آدمی تھا۔ وہ اصل میں روسی فوج کا جاسوس ہونے کی وجہ سے اس مقام پر پہنچا تھا۔ وہ بولا کھڑی ہو جاؤ۔ اگر تم اس طرح بیٹھی رہو گی تو موٹی ہو جاؤ گی اور پھر یہ کوٹھری تمہارے لئے ناکافی ہو گی۔ وہ یہ بھونڈا مذاق ہماری مجبوری کو بڑھانے کے لیے کرتا تھا۔ صبح کو ہمیں بہت ہی بدذائقہ سوپ

پینے کو دیا جاتا اور اگر کوئی پینے سے انکار کرتا تو اسے زبردستی پلایا جاتا مجھے وہ دن یاد آرہے تھے جب ہماری شادی ہوئی تھی رچرڈ کو اچھے کھانے بہت پسند تھے۔

مجھے خروج کی کتاب کا وہ حوالہ یاد آنے لگا کہ خدا نے کس طرح بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے چھڑایا میں ہر رات اپنی کوٹھری میں اس حوالہ کو یاد کرتی تھی۔ خدا ہمیں بھی آزاد کرے گا۔ اگلے دن پھر وہی آفسر آیا۔ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہ بولا کیا اب ہم تمہاری ذاتی کہانی سن سکیں گے اس نے بہت زیادہ شراب پی رکھی تھی اس کا دوسرا ساتھی حیرانگی کے ساتھ اسے دیکھتا رہا وہ تقریباً بیس منٹ تک وہی پرانے سوال دہراتا رہا اور میں اسے یہی کہتی رہی کہ ان باتوں کے پوچھنے کا اسے کوئی حق نہیں ہے۔ پھر وہ رک گیا اور کمرے سے باہر چلا گیا میں نے سوچا کہ اب یہ نوجوان افسر مجھ سے کوئی سوال کرے گا لیکن نہیں وہ بدستور کتاب پڑھنے میں مشغول رہا۔ یہ افسر اپنا وقت بنانے کے لیے ایسا کرتے تھے جب کوئی قیدی آتی تو یہ ایک رسید پر وقت لکھتے اور جب وہ جاتی تو پھر وقت لکھتے کہ ہم نے اتنے گھنٹے اس قیدی پر کام کیا میں وہاں پر تین گھنٹے تک خاموش کھڑی رہی۔ تین گھنٹے کے بعد وہ افسر واپس آیا اور پھر وہی بے ہودہ سوالات دہرانا شروع کر دیئے۔ میں اسے بتانا چاہتی تھی کہ ہمارا ماضی چاہے کتنا بھی برا کیوں نہ ہو ہم مسیح کے پاس آسکتے ہیں مریم مگدلینی پہلے ایک فاحشہ تھی لیکن مسیح یسوع کے پاس آکر وہ ایک مقدس عورت بن گئی۔ لیکن میں خاموش رہی آخر کار انہوں نے مجھے واپس کوٹھری میں بھیج دیا۔

کچھ دنوں کے بعد مجھے واپس عام جیل میں بھیج دیا گیا۔ یہ جگہ کسی برف کے گھر جیسی تھی میرے پاس جرابیں اور ایک کوٹ تھا جس کی وجہ سے مجھے بہت امیر سمجھا جاتا

تھا میں نے یہ امارات دوسروں کے ساتھ مل کر استعمال کی ہم کوٹ کو کمبل کے طور
استعمال کرتے میں نے جرابیں ایک اور نوجوان قیدی خاتون کو دیں جس نے بہت
باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ دوسری چار خواتین
نے شام کا لباس پہنا ہوا تھا انہوں نے مجھے بتایا کہ ہم امریکن ایمبیسی میں ایک فلم
دیکھنے گئی تھیں جو کہ قطبی ریچھوں کے بارے میں تھی واپسی پر ان لوگوں نے ہمیں ٹیکسی
میں سے گھسیٹ کر نکال لیا اور بولے کہ تم امریکی جاسوس ہو۔ کئی دنوں تک ان سے
سوال وجواب ہوتے رہے لیکن انہوں نے اس الزام کی مسلسل تردید کی انکے لباس
پھٹ چکے تھے اور گندے ہو چکے تھے وہ مجھ سے میرا کوٹ مانگ رہی تھی کہ اگلی
بار سوال وجواب کے دوران پہن لے۔ میں نے کہا آپ بخوشی اسے پہن سکتی ہو۔

ایک مرتبہ پھر محافظ آیا اور بڑی مشکل سے میرا نام پکارا ورم برانڈ اصل میں
روسیوں کے لیے ''ڈبلیو'' کی آواز نکالنا مشکل تھی۔ چلو یہ کالا چشمہ پہنو اس مرتبہ چلتے
چلتی میں ایک ایسے کمرہ میں پہنچی جہاں سے بہت سے مردوں کی آوازیں آ رہی تھیں
میرے پہنچنے پر سب خاموش ہو گئے اور مجھے گھورنے لگے ''چشمہ اتار دو'' ایک آواز آئی
تیز روشنی سے میری آنکھیں بند ہو رہی تھیں اس کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی مجھے لگ
رہا تھا کہ یہ کوئی تہہ خانہ ہے۔ ایک میز کے پیچھے دس افسر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں
سے تین کو میں پہلے ہی مل چکی تھی تم جانتی ہو کہ تمہارے شوہر کے ساتھ کیا ہوا ہے''۔

میں تو نہیں جانتی لیکن تم تو مجھے بتا سکتے ہو۔

بیٹھ جاؤ اگر تم ہم سے تعاون کرو تو ہم تمہیں اس سے ملوا بھی سکتے ہیں مجھے یقین
تھا کہ ایسا ہوگا کیونکہ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ ان افسروں کے سامنے بہت سے

مردوں اور خواتین کی تصویریں بکھری پڑی تھیں۔ایک افسر ایک ایک کر کے وہ تصاویر میرے پاس لانے لگا۔''یہ کون ہے''''تم اس شخص کو جانتی ہو''۔

ان سب میں سے میں صرف ایک شخص کو پہچان سکی لیکن میں نے اپنے چہرے سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا اور کہتی رہی کہ نہیں۔وہ شخص ایک روسی فوجی تھا اور ہمارا دوست تھا اسے ہمارے گھر میں بپتسمہ دیا گیا تھا۔میں سوچ رہی تھی وہ کہاں ہوگا اور پولیس کے پاس اس کی تصاویر کہاں سے آئیں۔لیکن میں بدستور کہتی رہی کہ نہیں اور نفی میں سر ہلاتی رہی۔وہ مختلف سوالات چلاتے رہے جن میں سے کچھ کا میں نے جواب دیا کچھ کا نہیں۔اس روشنی اور شور کی وجہ سے میرا سر چکرانے لگا تھا۔ایک افسر مجھ سے بولا ہمارے پاس دوسروں کو بولنے پر مجبور کرنے کے اور طریقے بھی ہیں جو کہ تمہیں پسند نہیں آئیں گے۔لہٰذا ہمارے ساتھ چالاکی نہ کرو۔اس میں ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے اور تمہاری جان بھی ضائع ہوسکتی ہے۔کئی گھنٹوں تک اس ماحول کا مقابلہ کرنے کے بعد مجھے واپس ہمارے کمرے میں بھیج دیا گیا۔میں وہاں زمین پر لیٹ کر زور زور سے رونے لگی محافظ چلایا۔''تمہیں رونے کی اجازت نہیں ہے'' لیکن میرے آنسو رک نہیں رہے تھے دوسری خواتین بھی رونے لگیں۔محافظ نے دروازہ بند کر دیا۔میں تقریباً دو گھنٹے تک روتی رہی پھر میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور سوچنے لگی۔میں نے گزرے ہوئے دن کے تمام واقعات یاد کئے کہیں میں نے کسی شخص کا نام تو نہیں بولا۔میں جس کا بھی نام لوں گی اسے گرفتار کرلیا جائے گا۔اگلے دن مجھ سے بڑی چالاکی کے ساتھ سوال جواب ہوئے۔گنجا افسر بڑی شائستگی سے بات کر رہا تھا۔وہ مجھ سے کہنے لگا تمہاری عمر صرف 36 سال ہے عورت کی زندگی کے

بہترین سال تمہارے سامنے ہیں۔تم ایسا کیوں کررہی ہوتم ہم سے تعاون کیوں نہیں کرتی تم کل ہی آزاد ہوسکتی اگرتم ہمیں ان غداروں کے نام بتادو۔میں نے کوئی جواب نہ دیا۔اچھا ایک بات سنو۔ہر آدمی اورعورت کی ایک قیمت ہوتی ہے تم ایک ایماندار عورت ہوتمہاری قیمت زیادہ ہوسکتی ہے یہودہ بے وقوف تھا جس نے اپنے استاد کوصرف تیس سکوں میں فروخت کردیا۔وہ 300 سکے بھی لے سکتا تھا۔ہمیں بتاؤتم کیا چاہتی ہو۔اپنے اوراپنے شوہر کی آزادی اس کے لیے اچھی کلیسیا میں ملازمت وغیرہ وغیرہ وہ خاموش ہواتو میں بول اٹھی۔

نہیں میں اپنے آپ کو بیچ چکی ہوں مسیح نے میری قیمت ادا کردی ہے۔اس کے وسیلہ سے میں جنت میں جاسکتی ہوں کیاتم اس سے زیادہ قیمت دے سکتے ہو۔وہ گنجا شخص بہت تھکا ہوااور مایوس نظر آنے لگا۔اس نے اپناہاتھ اٹھایا۔میں یہ سمجھی کہ وہ مجھے مارے گالیکن وہ اپناہاتھ نیچے لے گیااوراس نے ایک گہری ٹھنڈی سانس لی۔

23 اکتوبر کوہماری شادی کی سالگرہ تھی لیکن اس دن کویاد کر کے میں اورافسردہ ہو گئی سردیاں آچکی تھیں مائیکل کوبہت جلدزکام ہوجاتا تھامیں اسے یاد کررہی تھی کہ وہ کیسے سوتے میں تمام بستر الٹ پلٹ دیتا تھااب وہ بستر کون صحیح کرتا ہوگا؟۔کبھی کبھی مائیکل ضد کیا کرتا۔ایک دن ایک پکنک پراس نے ایک ایسے چشمے سے پانی پیا جس سے میں نے اسے منع کیا تھا۔اس سے کئی ہفتوں اس کا گلہ خراب رہا۔ایک دفعہ وہ ایک درخت سے گرکرمرتے مرتے بچا۔اسے ایسے خطرناک کاموں سے کون روکتا ہو گا؟ وہاں اس کی چچی تھی جواس کی دیکھ بھال کرتی لیکن اس کے اپنے مسائل تھے

اسطرح کے ہزاروں خیال روازنہ میرے دل کو زخمی کرتے رہتے۔نومبر کے شروع میں جیلوں کو ڈائریکٹر خود جیل کا دورہ کرنے آیا۔کچھ خواتین جن میں میں بھی شامل تھی کو دس منٹوں میں نکلنے کا حکم دیا گیا۔کوئی سوال پوچھنے کی اجازت نہیں تھی ہم نے ڈرتے ڈرتے اپنی ٹوٹی پھوٹی اشیاء اکٹھی کیں۔میرا اندازہ تھا کہ یا تو ہمیں چھوڑ دیا جائے گا یا گولی سے اڑا دیا جائے گا درحقیقت مجھے ایک بیگار کیمپ میں بھیج دیا گیا تھا۔ میری غیر موجودگی میں ایک بورڈ نے مجھے 24 مہینوں کی سزا سنائی تھی۔

بہت سے لوگوں کو ایسے کیمپوں کی سزا دی گئی تھی۔ان سب کو اپنی سزا کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ایسے کیمپ اب روسی معیشت کا اہم حصہ تھے۔ہر وہ شخص جو روسی حکومت کی نظر کو بھلا نہیں سکتا تھا۔ان کیمپوں میں پہنچا دیا جاتا۔ان کیمپوں میں تقریباً 200,000 لوگ ہر وقت رہتے تھے ان میں 12 سال سے لے کر 70 سال کے مرد خواتین اور بچے شامل تھے۔حکومت جو چاہے کرتی تھی۔اور جو چاہے وہ چھاپتی تھی۔لیکن ان قیدیوں اور ان کی سزاؤں کا ذکر کبھی کسی اخبار میں نہیں آیا۔

یہ اخبار صرف حکومت کے لئے اچھے معاشی حالات اور سب کیلئے نوکریاں پیدا کرنے پر مبارکباد دینی چھاپتے تھے اور یہ کہ حکومت بہت اعلیٰ کام کر رہی ہے اور مغرب کی طرح یہاں بے روزگاری نہیں ہے۔مغرب کے بڑے سیاستدان رومانیہ کی مثال پیش کرتے تھے جس نے اپنا بے روزگاری کا مسئلہ حل کر لیا تھا۔اس مسئلہ کے حل کا حصہ بننے سے پہلے مجھے رومانیہ کی خطرناک ترین جیل ”جلاوہ“ میں منتقل کر دیا گیا۔

”جلاوہ کی جیل میں“

جب ہمیں لے کر جانے والا ٹرک کسی گھاٹی سے اُترتا تو ساری خواتین اس کے ایک طرف ڈھیر کی طرح اکٹھی ہو جاتیں۔ آخرکار روشنیاں کم ہونا شروع ہو گئیں۔ لوہے کے ایک بڑے جنگلے کے پاس ٹرک رک گیا۔ ہم سب خاموش ہو کر نئے احکامات کا انتظار کرنے لگے۔ چشمے اتارو۔ یہ ایک بہت بڑا تہہ خانہ تھا جس میں کوئی کھڑکی نہ تھی۔ دیواریں نمی کی وجہ سے چمک رہی تھیں۔ فرش پر جیسے گریس گری ہوئی تھی۔ باوردی خواتین محافظ ادھر ادھر پھر رہی تھیں۔ ایک بہت بھاری اور صحت مند محافظ نے ہماری طرف دیکھا اور بولی۔ میں سارجنٹ اسپرا ہوں (اس لفظ کا مطلب ہے ”سخت“) میرا نام بھی سخت ہے اور میں ویسے بھی سخت گیر ہوں۔ یہ بات تم کبھی مت بھولنا۔ وہ اپنی ایک ساتھی محافظ کے ساتھ میز کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور اُسکی ساتھی ایک رجسٹر میں نام درج کر رہی تھی۔

”اس جگہ پر آ کر آپ اپنے فالتو کپڑے جمع کرا دیتے ہیں“ لہٰذا انہوں نے ہمارے ساتھ فالتو کپڑے یعنی میرا کوٹ اور جرابیں اتار لیں۔ ہمارے ان کپڑوں اور دیگر اشیا کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اس کے بعد ہم ایک اندھیرے راستہ میں چلنا شروع ہو گئے جس کے دونوں اطراف خاکی وردی اور ٹوپیاں پہنے ہوئے محافظ فوجی کھڑے ہوئے تھے۔

میں اس جیل سے اتنی زیادہ ناواقف نہیں تھی۔ یہ اٹھارہویں صدی میں تعمیر ہونے

والے ایک قلعہ کے تہہ خانوں میں واقع تھی۔ پہلے میں یہاں ایک لڑکی کے ساتھ آئی تھی جس کا کوئی دوست غائب ہو گیا تھا اور اس کے خیال میں وہ اس جیل میں قید تھا۔ کافی سارے فارم بھرنے کے بعد انہوں نے ہمیں یہاں تک آنے کی اجازت دی تھی اور جیل حکام نے ایک لمبی فہرست دیکھ کر ہمیں یہ بتایا کہ اس کے دوست کے نام کا کوئی شخص یہاں نہیں ہے۔ اسی طرح تھوڑے عرصہ پہلے قید میں دو لڑکیاں ہمارے ساتھ رہی تھیں انہوں نے ہمیں بتایا تھا کہ جلاوہ کی جیل کی کوٹھی نمبر 4 جتنی خطرناک جگہ کوئی نہیں ہے۔

سارجنٹ اسپرا نے ایک بڑا آہنی دروازہ کھولا اور بولی۔ یہ ساری خواتین کوٹھی نمبر 4 میں جائیں گی۔ اس وقت تک صبح ہو چکی تھی لیکن یہاں اندھیرا تھا۔ ایک کمزور سا بجلی کا بلب چھت سے لٹکا ہوا تھا۔ دونوں طرف دیواروں میں لکڑی کے تختے لگے ہوئے تھے جو قیدیوں کے سونے کیلئے تھے۔ دور تیسری طرف ایک کھڑکی تھی جسکے آگے جنگلہ لگا ہوا تھا۔

بہت سی آنکھیں میری طرف گھور رہی تھیں۔ میں وائیوریکا ہوں اس کمرے کی سردار۔ ایک خاتون ہاتھ ہلا کر بولی۔ ''اس کو آخری والا خانہ دے دو''۔ اس کمرے کے آخر میں اندھیرے میں کچھ بالٹیاں لٹکی ہوئی تھیں جو کہ بیت الخلا کے لئے استعمال ہوتی تھیں۔ اس علاقہ میں بہت بدبو تھی۔ یہ بیت الخلا پچاس خواتین کیلئے تھا۔ اس جگہ میں ہوا کے آنے جانے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ آپ جس طرف نظر دوڑائیں آپ کو نیم برہنہ خواتین نظر آئیں گی جن کے بازو اور ٹانگیں سوکھی ہوئی ہیں اور جسم پر زخموں کے نشان ہیں۔ یہ جگہ پرانے وقتوں کا کوئی مُردہ خانہ لگ رہی تھی۔ کئی خواتین دروازے کے قریب پڑی

ہوئی تھیں تا کہ تھوڑی تازہ ہوا لے سکیں۔ جلاوہ رومن زبان کا لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے ''نمی'' ایک لڑکی بولی یہ بے وقوف ہیں جس جگہ یہ لیٹی ہیں وہاں زمین کی نمی زیادہ خطرناک ہے۔ اس قلعہ کے اردگرد ایک خندق پانی سے بھری تھی۔ صبح پانچ بجے ہم سب ایک بڑی گھنٹی کی آواز سے اُٹھ جاتیں اور پھر بیت الخلا کیلئے لمبی قطار لگ جاتی۔ اس موقع پر خواتین بہت باتیں کرتیں اور شور کرتیں۔ اس موقع پر ہمیں صاف پانی بھی مہیا کیا جاتا۔

جلاوہ میں اپنی پہلی صبح میں نے ایک خاتون کو زبور گاتے ہوئے سنا۔ کوئی دوسری عورت بولی ''لو یہ نن پھر گانا شروع ہوگئی'' جیل کے اندر نن میں سوچنے لگی۔ ''اگر اسپرانے انہیں گاتے سن لیا تو وہ ان کے بازو کمر کے ساتھ باندھ دے گی۔ پچھلی مرتبہ اُس نے انہیں تین گھنٹے اس حالت میں رکھا تھا'' ایک اور لڑکی بولی۔ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ میں جس جیل میں پہلے تھی وہاں انہوں نے اس طرح کی مذہبی عورت کو باندھ کر اُسکے منہ پر گیس ماسک چڑھا دیا تھا۔ یہ بہت خوفناک منظر تھا۔

ہماری کوٹھی کے ساتھ تین دوسری کوٹھیاں تھیں جن کے درمیان 12 انچ کی دیواریں تھیں۔ لیکن قیدی خواتین ان میں سے بات کر لیتی تھیں۔ انہیں صرف محافظوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ ان چار کوٹھریوں میں 200 عورتیں بند تھیں۔ اور اس پوری جیل میں 3000 قیدی مرد و خواتین تھیں جبکہ اس میں گنجائش صرف 600 کی تھی۔ دوسری کوٹھیوں میں بھی اس طرح کی مذہبی خواتین بند تھیں۔

جیل میں آ کر آپ کو احساس ہوتا ہے کہ کسی کام کے بغیر دنیا میں رہنا کتنا مشکل

ہے۔عورتیں کپڑے دھونے اور کھانا پکانے کے بارے میں بات کر کے بہت خوش ہوتی تھیں۔وہ اپنے بچوں کیلئے کیک بنانے کی باتیں کرتی تھیں اور گھر کی صفائی ستھرائی کے کام کو یاد کرتی تھیں۔ ہمارے پاس تو دیکھنے کو بھی کچھ نہیں تھا۔وقت تو گزرتا ہی نہیں تھا۔ اب جب مجھے وہ بات یاد آتی ہے جو میں اپنی ہمسائی سے کہتی تھی کہ مجھے بہت کام کرنا پڑتا ہے تو مجھے ہنسی آتی تھی۔ایک ماں کو اپنے بچوں کیلئے کام کرنا کتنا اچھا لگتا ہے۔ یہاں کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔

صبح 11 بجے ہم کھانا لینے کیلئے قطار میں کھڑے ہوتے۔ہمیں سوپ اور ایک سیاہ روٹی دی جاتی۔ہم کھانا ملنے کی امید میں بڑی خاموشی سے اپنی باری کا انتظار کرتیں۔کئی دفعہ خواتین روٹی کے ٹکڑے پر لڑائی شروع کر دیتیں۔کبھی اپنی باری کے سلسلہ میں گالی گلوچ شروع ہو جاتی۔ پھر دروازہ کھلتا اور اسپرا اندر داخل ہوتی وہ قیدیوں پر چھڑیاں برساتی اور کہتی۔ہم تم پر بہت نرمی برت رہے ہیں۔اگر یہ جھگڑے بند نہ ہوئے تو کل تم بھوکی مرو گی۔ بہت سا سوپ زمین پر گر جاتا۔اور بعد میں خواتین کے اسے کھانے کی آوازیں آتیں۔ پھر خواتین شور کرنا شروع کر دیتیں۔اور پھر اسپرا آ کر آواز دیتی اور کہتی آج اور کل مزید کوئی کھانا نہیں دیا جائے گا۔

میرے ساتھ والی لڑکی مجھے کہنے لگی تم نے تو کچھ نہیں کھایا۔ میں نے کہا یہ سب کچھ کھانے کے قابل بھی نہیں تھا۔وہ بولی ”یہ خراب گاجروں کا سوپ ہے جو ہم پچھلے ایک ہفتہ سے کھا رہے ہیں۔حکومت نے یہاں بہت سی گاجریں پھینکی تھیں کیونکہ انہیں کوئی

خریدنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ میری جلد دیکھو یہ ان گاجروں کی وجہ سے زرد پڑ چکی ہے۔ اُس لڑکی کا نام علینا تھا۔ ایک اور عورت مجھ سے کہنے لگی تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔ تم نے کیا جرم کیا ہے جب سے تم آئی ہو تم نے کچھ بھی نہیں بتایا۔ میں نے انہیں اپنا نام بتایا اور یہ کہ میں ایک پادری کی بیوی ہوں۔ اچھا تو تم مذہبی عورت ہو۔ تمہیں بائبل کی کہانیاں آتی ہوں گی۔ ایک بڑی عمر کی عورت مجھ سے مخاطب ہوئی کچھ اور آوازیں آئیں ہمیں کچھ سناؤ۔ ایک بوڑھی عورت بولی۔ اس جگہ کو عبادتخانہ مت بناؤ اور غصہ سے اٹھ کر چلی گئی۔ علینا نے مجھے بتایا کہ یہ ایسی ہی ہے۔ اس کی بات کا غصہ نہ کرنا۔ جلاوہ میں آ کر یہ بہت کچھ سیکھ رہی ہے۔ دوسری خواتین بھی ہماری باتوں سے خوش ہوئیں۔ تاہم جب انہیں یاد آیا کہ اگلے 36 گھنٹوں میں کھانے کو کچھ نہیں ملے گا تو وہ افسردہ ہو گئیں۔ میں نے انہیں یوسف کی کہانی سنائی اور بتایا کہ بالکل ناامیدی کی حالت میں بھی خدا امید پیدا کر سکتا ہے پھر میں نے انہیں اس کہانی کے اندر موجود بہت سے اسباق بتائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ یوسف کے باپ نے اُسے ایک بہت سے رنگوں والا کوٹ دیا تھا۔ اس میں چمکدا اور سیاہ دھاگے بھی تھے۔ یہ دونوں زندگی کی علامت ہیں۔ اگرچہ یوسف کے بھائیوں نے اسے غلام بنا کر بیچ ڈالا تاہم خدا نے اسے مصر کا حاکم بنا دیا۔ اور اسکی وجہ سے ملک ایک بڑے قحط میں بھی بچ گیا۔ ہم چیزوں کو انسانی نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں جو کہ بہت محدود ہوتا ہے۔ ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہم انجام نہیں دیکھ پاتے۔ یوسف اپنے بھائیوں اور خاندان کو بچانے والا ٹھہرا۔ ان کو جنہوں

نے اسے بیچ دیا تھا۔ کچھ خواتین تو بڑے غور سے سن رہی تھیں جبکہ باقی مختلف قسم کی باتیں کر رہی تھیں اور شور مچا رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ وائیوریکا بھی مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایک بزرگ عورت نے مجھ سے کہا کہ احتیاط کرنا اگر اسپرا نے آپ کو خدا کے متعلق بات کرتے ہوئے سن لیا تو بڑی مصیبت ہوگی۔

اگلی صبح وائیوریکا میرے پاس آئی اور بولی میں جانتی ہوں کہ تم کون ہو۔ میں اس کے بارے میں سوچتی رہی ہوں لیکن مجھے اب یاد آیا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس نے میرا کل کا پیغام سن لیا ہے۔ وہ بولی کہ تمہارا نام میں نے سنا ہوا ہے کیا بھلا سا نام ہے۔ باقی ساری خواتین ہمیں دیکھ رہی تھیں جبکہ ہم تختے پر ایسے بیٹھی ہوئی تھی جیسے کسی شو میں بیٹھی ہوں۔ وائیوریکا بولی ہاں مجھے یاد آیا تم پاسٹر ومبرینڈ کی بیوی ہو۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا چچا بخارسٹ میں ایک کلیسیا کا انچارج تھا۔ اور اس نے رچرڈ کا پیغام ایک جگہ سنا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ان 4000 افراد میں واحد شخص تھا جو کھڑا ہوا اور حق کی بات کی جبکہ باقی سب نے صرف کمیونسٹ حکومت کی تعریف ہی کی تھی۔ وہ ہمارے گرجا گھر بھی آیا تھا اور اس کے خیال میں ہماری عبادت اچھی تھی۔ خواتین ہماری طرف دیکھ رہی تھیں چونکہ وہ میرے ساتھ بات کر رہی تھی اس لئے میری اُس کوٹھری میں بہت عزت بن گئی تھی۔ اُس نے میرے لئے ایک اچھے تختے کا بھی انتظام کیا۔ اُس نے اسپرا سے سفارش کر کے میرے لئے کچھ کام کا بھی انتظام کیا۔ تا کہ میں فارغ نہ رہوں۔ وہ خواتین ان محافظوں کے کپڑے دھونے کا کام بھی خوشی سے کرتی تھیں کیونکہ یہ فارغ رہنے سے بہتر تھا۔

جب مجھے کھانا ملا تو ادھر ادھر کچھ ڈھونڈنے لگی تا کہ اسے کھا سکوں۔ ''یہ چمچ ڈھونڈ رہی ہے'' ایک عورت نے کہا ''اسے منہ سے کھاؤ'' میں نے کوشش کی لیکن یہ کام مجھے بالکل جانوروں جیسا لگا لہٰذا میں نے صبح کا کھانا چھوڑ دیا۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایسا کیوں سوچتی ہوں۔ میں نے جدعون کے بارے میں سوچا خدا نے اسے صرف ان آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جانے کو کہا جو ندی میں سے جانوروں کی طرح پانی پی رہے تھے۔ لہٰذا مجھے اپنے آپ کو حلیم بنانا چاہئے۔ لہٰذا جب مجھے دوپہر کا کھانا ملا تو میں نے اسے اسی طرح منہ سے کھالیا۔ بعد میں علینا نے مجھے بتایا کہ کس طرح لکڑی کے ایک ٹکڑے کو چمچ کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک عورت نے بتایا کہ پچھلی جیل میں حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کو زیادہ کھانا ملتا تھا لیکن بعد میں یہ بند کر دیا گیا کیونکہ آدھی سے زیادہ خواتین نے یہ کہا کہ وہ حاملہ ہیں جبکہ ایسا نہیں تھا اور دوسری خواتین نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ ہم میں سے کوئی بھی اتنی موٹی نہیں تھی کہ حاملہ کہلائی جا سکے۔ لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ جیل والے خود ہی زیادہ کھانا دیتے ہیں تا کہ قیدیوں کو صحت مند رکھیں اور بے گار کیمپ بھیج سکیں۔

عام طور پر ہم اُن راہبوں کے گرد اکٹھی ہو جایا کرتی تھیں۔ علینا کی ایک دوست بزرگ خاتون تھی جو کہ بیوہ تھیں۔ کمیونسٹ حکومت کے آنے پر وہ بیوہ تھی اور موم بتیاں بیچ کر گزارا کرتی تھی۔ وہ اپنے ان دنوں کو یاد کرتی تھی جب وہ اپنی مقامی کلیسیا کو بہت زیادہ چندہ دیا کرتی تھی۔ بعد میں اسی کلیسیا کے گرجا گھر میں اُسے صفائی کا کام ملا۔ اُس نے

ایک واقعہ بتایا۔ایک دن وہ گرجا گھر کے باہر موم بتیاں بیچ رہی تھی کہ ایک آدمی آیا جو کہ کیتھولک لگتا تھا۔لیکن اُسے رومانوی زبان نہیں آتی تھی۔ بلکہ وہ فرانس سے تھا۔اُس خاتون نے فرانسیسی میں کوشش کر کے اسے کلیسیا پر ہونے والے ظلم کے بارے میں بتایا۔ اگلے دن اس خاتون کو گرفتار کر لیا گیا۔اصل میں وہ فرانسیسی کمیونسٹ حکومت کا جاسوس تھا۔اس عورت کو یہ کہا گیا کہ اگر وہ گرجا گھر آنے والوں کے بارے میں حکومت کیلئے جاسوسی کرے تو اُسے چھوڑا جا سکتا ہے۔لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔اب اُسے جیل میں ایک سال ہو چکا تھا۔46 سال کی عمر میں اُس کے بال سفید ہو چکے تھے۔

اس جیل میں دو کیتھولک راہبائیں بھی تھیں جو دوسروں کا خیال رکھتیں۔اُن کے زخموں کو دھوتیں اور مسیحی گیت گاتی رہتی تھیں۔میں نے اُن سے پوچھا کیا آپ کو گانے کی اجازت ہے۔ وہ بولیں ہاں ہمیں گانے کی اور انہیں ہمیں مارنے کی اجازت ہے۔ان میں سے بڑی ویرونیکا اور چھوٹی صوفیہ تھی۔اُس نے مجھے اپنے بازوؤں کے زخم دکھائے جو تشدد کی وجہ سے لگے تھے۔ہم بہت آہستہ گاتی تھیں لیکن کسی نے ہماری شکایت لگا دی۔ اس کے بعد وہ آئی اور ہمیں بوٹوں سے مارا اور زخمی کر دیا۔لیکن آپ پچاس عورتوں کو خاموش کیسے رکھ سکتے ہیں۔صوفیہ اپنے گرجا گھر میں پیانو بجایا کرتی تھی۔

زیادہ تر خواتین کیتھولک تھیں اور وہ فادر کی طرف سے آخری رسومات کی ادائیگی کے بغیر مرنے سے بہت خوفزدہ تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ دوسری صورت میں وہ بدروحیں بن جائیں گی۔ وہ اکثر جنازے کے گیت گاتی تھیں۔اگرچہ یہ موزوں تو نہیں تھا لیکن کچھ نہ

ہونے سے بہتر تھا۔ ان راہباؤں میں وہ خواتین تھیں جنہوں نے کمیونسٹ حکومت کی قائم کردہ کلیسیا میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ ان میں 18 سال سے لیکر 60 سال کی خواتین شامل تھیں۔ سارجنٹ اسپرا کی ڈپٹی ایک سست لیکن ظالم سی لڑکی تھی۔ وہ قیدیوں کو ورزش کرایا کرتی تھی۔ وہ کہتی کہ جب میں بلاؤں تو سب ایک ساتھ آئیں کوئی آخر میں نہ آئے۔ اکثر وہ بوڑھی خواتین پر مکے برساتی کیونکہ وہ پیچھے رہ جاتی تھیں۔ اگرچہ وہ کسی کو ڈاکٹر کے پاس جانے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ تاہم اگر کسی کے دانت میں درد ہوتو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کی اجازت دے دیتی تھی۔ کیونکہ یہ اس کی کمزوری تھی وہ اس درد میں سے گزری تھی۔ اندھوں کی طرح حکم کو بجالانا اُس کی تربیت تھی۔ اگر انہیں ہمیں مارنے کا حکم دیا جاتا تو وہ ہمیں مارنے لگتیں ورنہ ہمیں نظرانداز کر دیتیں۔ ان میں سے زیادہ تر گاؤں کی لڑکیاں تھیں جن کیلئے نیا یونیفارم بڑی بات تھی۔ اسی طرح نئی پستول اُن کیلئے بہت اعلیٰ کھلونے کی طرح تھی۔ کیونکہ بچپن میں وہ کسی کھلونے سے نہیں کھیل سکی تھیں۔ میں نے اُس لڑکی کو کہا کہ ان بوڑھی عورتوں پر ترس کھایا کرو خدا تم پر ترس کھائے گا۔ لیکن اُس نے جواب دیا کہ مجھے خدا کے ترس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ پڑھی لکھی اور امیر خواتین پر زیادہ تشدد کرتی تھی شاید یہ اُس کی غربت کی وجہ سے تھا۔ اسکے علاوہ ان کو یہ تربیت دی گئی تھی کہ پڑھے لکھے اور امیر لوگ ملک کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں جبکہ حقیقت یہ تھی کہ یہ لوگ کمیونسٹ حکومت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے تھے۔

جیل میں ایک لڑکی ساندہ تھی۔ وہ بہت نرم گو اور خوش اخلاق تھی۔ اپنی گرفتاری کے تھوڑی دیر پہلے اُس نے سائنس کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اُسے اس کے بھائی کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا جو کہ حریت پسندوں میں شامل ہو گیا تھا۔ ساندہ نے اس بات کا

ذکر اپنی یونیورسٹی میں کسی سے کردیا تھا جس نے پولیس کو جاسوسی کردی۔

شام کو سانده کے اردگرد کے تختے خالی کر دیئے گئے۔ ایک لڑکی نے مجھے کہا کہ تم مجھے اپنے پاس بیٹھ لینے دو کیونکہ لگتا ہے کہ سانده کو دوره پڑنے والا ہے۔ میں سانده کو دیکھنے کیلئے اس کے قریب گئی اُسکی آنکھوں میں آنسو تھے اور اُس نے ایک انگلی کے گرد اپنے کچھ بال لپیٹے ہوئے تھے۔ اس نے اچانک چلانا شروع کر دیا۔ ''میں نہیں جانتی''۔ ''مجھے کچھ نہیں پتہ''۔ ''میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا''۔

ایک عورت بولی یہ اسے کہیں اور منتقل کیوں نہیں کر دیتے۔ سانده تیز تیز سانس لے رہی تھی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ پھر وہ اچانک اٹھی اور چھلانگ لگا کر قریب پڑے ہوئے ٹین کے چھوٹے ڈبوں پر جھپٹی اور انہیں اٹھا کر ویرونکا کو دے مارا۔ لیکن وہ ویرونیکا کو نہ لگے بلکہ دروازے سے جاٹکرائے۔ ساری عورتوں نے اپنے سر کپڑوں میں چھپا لیے۔ پھر دو صحت مند عورتوں نے سانده کو پکڑا لیکن وہ ان کے قابو میں نہیں آ رہی تھی۔ آخر ویرونیکا نے پیچھے سے اُس پر کمبل ڈالا اس طرح اُن لڑکیوں نے اسے قابو میں کیا۔ اب وہ بے سدھ ہوگئی تھی۔ لڑکیوں نے اٹھا کر اسے اس کے تختے پر ڈالا۔ اس کے کپڑے پھٹ چکے تھے اور وہ پسینے میں شرابور تھی۔ میں اسے دیکھ کر بہت زیادہ پریشان ہوئی تھی۔

پھر دور سے ایک آدمی کی آواز آنا شروع ہوگئی۔ ایسے جیسے سوال و جواب کر رہا ہو۔ وہ ایک ہی سوال بار بار کر رہا تھا۔ میں گھبرا کر وہاں گئی۔ دراصل یہ ایک نوجوان لڑکی تھی جو مرد کی آواز نکال رہی تھی۔ اس کے بعد اُس نے خود ہی ان سوالات کے جواب دینے شروع کر دیئے۔ وہ بہت خوفزدہ تھی اور بستر میں سمٹی ہوئی تھی۔ ''میں نہیں

جانتی''، ''میں وہاں نہیں تھی'' پھر اُس نے چیخنا شروع کر دیا۔ ''مجھے مت مارو۔ رحم کرو۔ ہائے'' اس کی آنکھیں کھلی تھیں وہ بے خودی کے عالم میں اپنے سوال و جواب کے واقعات دہرا رہی تھی۔ یہ سب تو آغاز تھا تقریباً ایک گھنٹے تک یہی سلسلہ چلتا رہا جبکہ دوسری خواتین چلاتی اور سسکیاں بھرتی رہیں۔ چھت پر لگے بلب کی وجہ سے عجیب سے سائے زمین پر پڑ رہے تھے۔ میرے لئے یہ سب کچھ بہت خوفناک تھا۔ مجھے یہ رات اپنی سوال و جواب کی راتوں سے زیادہ خوفناک لگ رہی تھی۔ میں رچرڈ کے بارے میں سوچنے لگی کہ اُس کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہو گا۔ پھر میں مائیکل کے بارے میں سوچنے لگی کہ وہ کیسا ہو گا۔

میں نے ان سارے واقعات کے اثر کو کم کرنے کیلئے دُعا کا سہارا لیا۔ بلکہ میں غیر ارادی طور پر دُعا کر رہی تھی۔ دوسری راہبائیں بھی دُعا کر رہی تھیں۔ دوسری خواتین ہمارے تختے کے گرد جمع ہو گئی تھیں جیسے جہنم کے اندر یہ پُرسکون جگہ ہو۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی ڈراؤنی فلم سے بھاگ کر مجھے چمٹ گئی تھیں۔ محافظ اس قسم کے حالات سے پہلے ہی واقف تھے۔ لہٰذا وہ اس سے باہر ہی رہے۔ سانده بے خبر سو چکی تھی۔ پھر سسکیوں کی آواز کم ہونے لگی۔ ماحول میں سے خوف کم ہونے لگا۔

میں بہت دیر تک جاگتی اور خاموشی میں دُعا کرتی رہی۔ ''اے خُداوندا گر تو نے مجھے ان عورتوں میں رکھا ہے تو مجھے عقل دے کہ میں ان کی روحوں کو تیرے لئے جیت سکوں۔ اس خاموشی میں مجھے محافظوں کے چلنے کی آوازیں اور پھر کسی دوسری کوٹھری میں کسی عورت کے کھانسنے کی آواز واضح سنائی دے رہی تھی۔ مختلف حشرات کی آوازیں بھی آ رہی تھیں میں نے سوچا کہ اس وقت 3000 خواتین دن کے دکھوں کو

بھلا کر سونے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اگلی صبح میرا سامنا ایلسا سے ہوا جو کہ سابقہ خفیہ پولیس افسر تھی لیکن حکمرانوں کی منظور نظر نہ رہنے کی وجہ سے اب جیل میں ڈال دی گئی تھی۔ اس طرح کے بہت سے لوگ جیلوں میں موجود تھے۔ اُسنے جب تک کہ محافظ نہ آجائے۔ وہ ابھی تک اپنی پرانی پارٹی کی وفادار تھی اور کہتی تھی کہ مجھے ایک غلطی کی بناء پر گرفتار کیا گیا ہے۔ میری گرفتاری کی وجہ سے بھی مسیح پر میرا ایمان کم نہیں ہوا تھا۔ میں لوگوں کو بتانا چاہتی تھی کہ مسیح کیسا اچھا دوست ہے۔

''تم ہم سبھوں کو مصیبت میں ڈالوگی''۔ تمہارے خدا اور مسیح نے ہماری کوئی مدد نہیں کی ہے۔ وہ بولی میں نے کہا کہ کیا تم خدا کو ناپسند کرتی ہو۔ تم خدا کے بارے میں کیا جانتی ہو۔ وہ کیسی شخصیت ہے۔ اسے بات کرنے کا موقع مل گیا۔ خدا ایک بنیاد پرست شخصیت ہے جو سائنس کی سچائیوں کو نہیں مانتا۔ اور یہی خدا دنیا کے سب ظالموں اور آمر بادشاہوں کو حفاظت دینے والا ہے۔ لوگوں سے روپیہ لوٹ کر یہ لوگ گرجا گھر تعمیر کرواتے ہیں۔ اور یہی خدا انسانوں کو مارنے والے ہتھیاروں میں برکت ڈالتا ہے۔ میں نے کہا جسے تم خدا کہہ رہی ہو وہ واقعی محبت کے قابل نہیں ہے۔ لیکن جس خدا سے میں محبت کرتی ہوں وہ فرق ہے۔ وہ میری اور تمہاری طرح غریب ہے۔ وہ مظلوم لوگوں کے درمیان پل کر بڑا ہوا۔ اُس نے بھوکوں کو کھانا کھلایا اور بیماروں کو شفا دی۔ اُس نے سب سے محبت کرنے کی تعلیم دی۔ بلکہ اُس نے ہماری خاطر اپنی جان دے دی۔ محبت! اُس کی آواز کمزور ہوگئی۔ اس محبت کا فائدہ کیا ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی اپنی اس پارٹی کو دے دی اور اس کے بدلے میں مجھے یہ قید ملی ہے۔ مجھے ان سب سے نفرت ہے۔ اُس نے اپنا سر جھکا دیا۔ اُسکی آنکھوں میں

آنسو تھے۔لیکن اس وقت میں اُسکے لئے کچھ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ وہ رونے لگی اور بولی۔''اے باپ ان کو معاف کر'''' مجھے معافی قبول نہیں میں ان کو معاف نہیں کروں گی۔'' میں انہیں کیوں معاف کروں۔ یہ مجھے پھانسی دینا چاہتے ہیں۔ معافی! میں انہیں معاف کردوں ایسا نہیں ہوسکتا۔اُس نے اپنے کپڑوں سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور پھر میری طرف کسی بات کی توقع میں دیکھنے لگی اور بولی سینہ ورم برانڈ تم بہت چالاک ہو میں نے تمہیں منادی سے منع کیا اور تم پانچ منٹ بعد ہی میرے سامنے منادی کررہی ہو۔لیکن اُس نے محافظوں کو بلانے کی دھمکی نہیں دی۔ ایک اور خاتون جو ہمارے پاس آچکی تھی بولی۔اس کا ہر سبق کلام یا خدا کے الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

کچھ خواتین میرے پاس اس لئے آتی تھیں کہ ان کا وقت اچھا گزر جاتا تھا۔ کچھ اس لئے کہ جیل سے آزادی کے بعد میری باتیں اُن کیلئے مفید ہوسکتی ہیں۔ کیونکہ میں انگریزی اور فرانسیسی بولتی تھی اس لئے وہ سمجھتی تھیں کہ ان زبانوں کا تجربہ ان کیلئے منافع بخش ہوگا۔ایک خاتون فینی کی ماں اور اس کا شوہر بھی کسی جیل میں تھے۔ اسکی عمر 25 سال تھی وہ ایک خاموش لڑکی تھی اور اسکے لمبے بال اور بڑی گول آنکھیں تھیں۔ہم روزانہ صبح قیدیوں کی گنتی کے بعد صحن میں ملتی تھیں۔کبھی ہمیں مل کر گھاس کاٹنے کا موقع بھی مل جاتا۔ہم دوست بن گئی تھیں۔ وہ مجھ سے فرانسیسی سیکھنا چاہتی تھی۔ہم فرش پر ڈی ڈی ٹی پاؤڈر کی مدد سے لکھتی تھیں کیونکہ ہمیں کوئی کاغذ پنسل یا کپڑے یا گھر سے کوئی پیغام نہیں پہنچایا جاتا تھا۔DDT پاؤڈر وہاں باقاعدگی سے چھڑکا جاتا تھا۔

کبھی کبھی فینی کو ایک درد اُٹھتی تھی۔اُسے خود اس کی سمجھ نہیں آتی تھی۔اور یہاں پر کسی ڈاکٹر سے ملنا تو ناممکن تھا۔کبھی کبھی بہت دیر کے بعد کوئی ڈسپنسر یا اس طرح کا

کوئی شخص وہاں آتا تھا۔ اُس پر تمام عورتیں ٹوٹ پڑتی تھیں اور اپنے مسائل بتانے اور ادویات مانگنے لگتی تھیں۔ وہ صرف تین یا چار مریضوں کو علاج کیلئے منتخب کرتا۔ یعنی ان کو جو جیل حکام کے لئے بہت زیادہ پریشانی کا باعث ہوتے۔ اس کے پاس صرف دو علاج ہی تھے۔ پیٹ خراب کیلئے سلفر کی گولیاں اور باقی سارے مسائل کیلئے اسپرین۔ ایک دن فینی بے ہوش ہوگئی اسے کمبل پر ڈال کر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے اسے بتایا کہ اسے انتڑیوں کی ٹی بی کا مرض لاحق ہے۔ فینی نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ میرا آپریشن ہوگا۔ کچھ ہفتوں کے بعد فینی کو جیل کے ایک ہسپتال منتقل کر دیا گیا جہاں اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کو ٹی بی نہیں بلکہ کینسر کی بیماری تھی۔ کچھ عرصہ بعد ایک بیگار کیمپ میں میری اس کی ماں سے ملاقات ہوئی اور میں نے اسے یہ خبر سنائی۔ میرے سامنے کے تختے پر ایک خاتون مسز لونیڈ تھیں۔ اس کا بیٹا باغیوں کے ساتھ پہاڑوں میں چھپا ہوا تھا اور اس کی دو اور بیٹیاں جیل میں تھیں جن میں سے ایک اسی جگہ پر لیکن کسی اور کوٹھری میں تھی۔ کوٹھری میں ایک چھوٹا سا سراغ تھا جس کی مدد سے باہر میدان دیکھا جا سکتا تھا جہاں قیدی خواتین کو ورزش کیلئے لایا جاتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس سوراخ میں سے دیکھنے کی بہت زیادہ سزا دی جاتی ہے لیکن وہ اپنی بیٹی کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے اس سزا کیلئے بھی تیار تھی۔

کبھی وہ میرے پاس آجاتی اور اپنے بچوں اور خاوند کے بارے میں باتیں کرتی کبھی کبھی وہ مجھ سے میرے شوہر کے بارے میں پوچھتی کہ میری اُس سے کیسے ملاقات ہوئی۔ کیا وہ ہمیشہ سے ایک پاسبان ہی تھا۔ یہودیوں سے مسیحیت میں شامل ہونا عجیب سی بات لگتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

میں اُسے بتاتی کہ یہ ایک بہت لمبی کہانی ہے۔ اوراس میں اچھے برے اوراداس دن سب شامل ہیں۔ میں اُس سے ملاقات سے پہلے اپنے پرانے ماضی کی یادوں میں کبھی نہیں گئی تھی۔ لیکن اُسے گزرے ہوئے واقعات سننا بہت پسند تھا۔ وہ بہت خاموشی کے ساتھ بیٹھ کر میری باتیں سنتی تھی۔ اندھیرے میں کئی دفعہ مجھے محسوس ہوتا کہ میں اپنے آپ سے ہی باتیں کررہی ہوں۔ وہ کبھی کبھی ہوں ہاں کردیتی یا حیرانگی اور کوئی اورطرح کے جذبات کا بھی اظہار کرتی۔ آخرکار مجھے اپنی کہانی اسے آغاز سے سنانا ہی پڑی۔ میں نے رچرڈ سے اپنی پہلی ملاقات سے شروع کیا اُس وقت اُس کی عمر 27 سال تھی اور میں اس سے 4 سال چھوٹی تھی۔

میں نے یسوع کو قبول کیا

ایک دن میں اُس گلی میں سے گزر رہی تھی جس میں ومبرینڈ کا گھر تھا۔ میرے چچا میرے ساتھ تھے۔ میں نے ایک گھر کی طرف دیکھا جس کے باہر ایک نوجوان چہرے پر بہت زیادہ غصہ سجائے کھڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا۔ میرے چچا کو اس شخص سے ہی کام تھا۔ لہٰذا اُس نے ہمیں دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ اور ہمارے پاس آ گیا تعارف کرانے کے بعد اُس نے واضح طور پر مجھے بتایا کہ وہ کیوں اتنے زیادہ غصے میں تھا۔

''میری ماں مجھے ایک امیر لڑکی سے شادی کرنے کو کہہ رہی ہے جس کے باپ کا بہت بڑا کاروبار ہے وہ جہیز میں بہت سا سامان لا سکتی ہے۔ اس کے باپ کے دو مکان بھی ہیں جن میں سے ایک ہمیں شادی کے بعد دے دیا جائے گا۔''

میں نے کہا کہ مجھے اس شادی میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی۔ اُس نے کہا مجھے کاروبار اور جائیداد کے آنے میں تو کوئی مسئلہ نہیں مجھے یہ لڑکی پسند نہیں ہے۔ جب میں یہ باتیں اپنی ماں سے کر کے باہر آیا تو آپ مجھے نظر آ گئیں۔ آپ کو دیکھ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اگر آپ جیسی لڑکی مل جائے تو مجھے جائیداد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

میں نے پیرس واپس جانے کا ارادہ پہلے ہی ترک کر دیا تھا۔ لہٰذا میں نے بخارسٹ میں ہی نوکری ڈھونڈ لی۔ اس طرح ہم روزانہ ملنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ مجھ میں اور رچرڈ میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ وہ بھی ایک یہودی گھرانے سے

تعلق رکھتا تھا لیکن یہودیت کو چھوڑ چکا تھا اور میں بھی۔ رچرڈ کا کاروبار بہت اچھا جا رہا تھا۔ وہ بہت سے پیسے کماتا تھا اور اسی طرح خرچ بھی کرتا۔ ہم شام کو کلبوں اور اس طرح کی دوسری جگہوں پر جاتے اور مستقبل کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے تھے۔ اُس نے مجھے بتایا کہ اُس نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھ سے شادی کے بعد بہت دکھ اٹھانا پڑیں گے۔ لیکن ہم لوگ ایک دوسرے کی محبت میں اس قدر گرفتار تھے کہ ہم نے اس بارے میں نہ سوچا۔ ہماری شادی یہودی عبادت خانہ میں ہوئی۔ عبادت کے دوران مے کا ایک گلاس توڑا گیا یہ اس بات کی علامت تھا کہ یروشلیم غیر قوموں کے قبضے میں ہوگا۔ ہماری خوشیاں زیادہ دیر تک قائم نہ رہیں۔ رچرڈ کو شدید کھانسی کی بیماری لگ گئی ایک دن ڈاکٹر سے واپس آیا تو اُس کا چہرہ زرد تھا۔ کیونکہ اسے ٹی بی کی بیماری تھی اس کے ایک پھیپھڑے پر اثر تھا۔ لہٰذا اُسے فوری طور پر ہسپتال میں داخل ہونا تھا۔

اُس وقت ٹی بی ایک خطرناک بیماری سمجھی جاتی تھی۔ ہمیں یہ لگ رہا تھا کہ رچرڈ کو سزائے موت ہوگئی ہے مجھے یہ زندگی کا سب سے بڑا المیہ لگ رہا تھا۔ لگتا تھا کہ میری خوشیوں کو نظر لگ گئی ہور چرڈ کو پہاڑی علاقہ کے ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا تو میں اُس کی والدہ کے ساتھ رہنے لگی۔ ہم ہر پندرہ دن کے بعد ٹرین پر اُس سے ملنے جایا کرتے تھے۔ وہ جگہ بہت خوبصورت تھی اور ہرے درختوں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ بہت پُرسکون جگہ تھی۔ رچرڈ بہت خوش تھا وہ کہتا کہ زندگی میں پہلی دفعہ میں نے سکون کے دن گزارے ہیں۔ وہ اپنی صحت یابی کے بارے میں خوش لگ رہا تھا لیکن اُسکی زندگی میں تبدیلی آ رہی تھی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میں اپنے ماضی کے بارے میں سوچتا رہا ہوں۔ اپنی ماضی میں کی گئی غلطیوں کے بارے میں۔ میں نے

اُسے کہا کہ آپ اس بارے میں پریشان مت ہوں۔ میں نے بھی ایسی ہی زندگی گزاری ہے۔ جوانی اسی کا نام ہے۔

ایک دن میں نے اُسے ہسپتال میں ایک کتاب پڑھتے ہوئے دیکھا۔ یہ اُسے ایک خاتون مریض نے دی تھی اور یہ کسی مسیحی مبلغ کے بارے میں تھی۔ میرے لئے یہ ایک بہت بڑی حیرانی کی بات تھی کہ ایک یہودی مسیح یسوع کے بارے میں بات کر رہا تھا۔ کیونکہ جس طرح کے یہودی خاندان سے ہم دونوں تعلق رکھتے تھے وہاں یسوع کا نام لینا بھی منع تھا۔ ہم گرجا گھر سے دوسری طرف منہ پھیر کر گزرتے تھے۔ رچرڈ کا معاملہ اس سے بھی سخت تھا۔ لیکن وہ یسوع کے بارے میں بات کر رہا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ کس طرح یہودیوں کو زبردستی بپتسمہ دیا جاتا اور انہیں کیتھولک عبادت میں شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا۔ لیکن یہ یہودی اپنے مذہب پر پکے رہتے تھے۔ اور مسیحی عبادت کو کفر سمجھتے تھے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ کلیسیائی راہنما یہودیوں کے بارے میں بہت غلط سوچ رکھتے تھے یہاں تک کہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو یہودی طالب علموں کو مارنے اور یہودیوں کی دکانوں کو نقصان پہنچانے کیلئے معمور تھا۔ لہٰذا میرے لئے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ آخر ماضی حال یا مستقبل کی وہ کون سی چیز تھی جو رچرڈ کو مسیحی ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔

رچرڈ آہستہ آہستہ بہتر ہو گیا۔ جب وہ بخارسٹ واپس آیا تو میں اُس سے اپنے ماضی کے اچھے دنوں کے بارے میں بات کرتی۔ لیکن وہ مجھے نئے عہد نامہ کے بارے میں بتانے لگتا۔ یعنی مسیح یسوع کی زندگی کے بارے میں۔ اس سے پہلے ہم بچوں کے بارے میں سوچتے بھی نہیں تھے اب وہ بچوں کی پرورش کے بارے میں بات کرنے لگا

تھا۔ایک دن جب ہم واپس اُس ہسپتال میں گئے تو ایک بزرگ آدمی یہ جان کر بہت خوش ہوا کہ رچرڈ ایک یہودی تھا۔اُس نے بتایا کہ میں نے خُدا سے دُعا کی تھی کہ میں کسی یہودی کو مسیح کے پاس لانا چاہتا ہوں اور اِس دُعا کے نتیجے میں خدا نے تم سے میری ملاقات کرائی ہے۔ جب ہم وہاں سے واپس آنے لگے تو اُس شخص نے ہمیں ایک پرانی بائبل دی اور بتایا کہ وہ اور اُسکی بیوی اِس بائبل کو سامنے رکھ کر ہمارے لئے دعا کرتے رہے ہیں کہ ہم مسیح کے پاس آجائیں۔رچرڈ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر اسے باقاعدگی سے پڑھنے لگا۔ مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں کیا کروں۔آپ میری مسیحیت کے خلاف سوچ کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس سوچ کی کچھ وجوہات تاریخی تھیں اور کچھ ذاتی۔سکول سے آتے وقت دو لڑکیاں صرف اس لئے میرے بال کھینچا کرتی تھیں کہ میں یہودی تھی۔ وہ دونوں مسیحی تھیں۔اس کے علاوہ مسیحیوں کا یہودیوں پر ظلم۔پھر نازی جرمنوں کے مظالم وغیرہ وغیرہ۔

رچرڈ نے مجھے بتایا کہ مسیح یسوع خود بھی ظلم کا شکار تھا۔لیکن میرے لئے یسوع نام سننا ہی بہت مشکل کام تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ نہ مجھے مسیح کی ضرورت ہے نہ تمہیں۔ ہم یہودی ہیں اور ہماری زندگی مختلف ہے۔اگر تم واقعی کوئی مذہب اپنانا چاہتے ہو تو یہودیت کو ہی صحیح طور پر اپنالو۔ میں غصہ میں پاگل ہو رہی تھی۔رچرڈ نے میری بات مان لی۔اُس نے یہودی عبادت خانے جانا شروع کر دیا۔لیکن وہاں جا کر بھی وہ مسیح کی بات کرتا۔پھر ایک دن اُس نے مجھے ایک گرجا گھر کو اندر سے دیکھنے کو کہا۔گرجا گھر میں بہت سے کلیسیائی راہنماؤں یا رسولوں کی تصویریں لگی تھیں۔اُس نے بتایا کہ ان میں سے زیادہ تر یہودی تھے۔یسوع اور اس کی ماں بھی یہودی تھے۔بائبل میں موجود

دس احکام اور زبور سب یہودی کتب تھیں۔ اُس نے بتایا کہ پرانے عہد نامہ میں مسیح کے بارے میں بہت سی پیش گوئیاں تھیں۔ اُس نے کہا کہ درحقیقت مسیحی مذہب یہودی مذہب کی ہی ایک شکل ہے لیکن یہ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے ہے۔ مسیحیت نے یہ ممکن کیا ہے کہ خدا کے احکامات جو پہلے صرف یہودیوں تک ہی محدود تھے اب ساری دنیا تک پہنچیں۔ یہ کام صرف یسوع مسیح ہی کرسکتا تھا۔ مسیح کی وجہ سے ہی یہودیوں کی مقدس کتاب (پرانے عہد نامہ) کے دنیا کی بہت سی زبانوں میں تراجم ہوئے اور آج ایک عام کسان بھی اُس کو اپنی زبان میں پڑھ سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بڑے عظیم سائنسدان جیسے کہ آئن سٹائن اور لوئی پاسچر بھی بائبل پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بہت سی دلائل کے بعد اُس نے مجھے نیا عہد نامہ پڑھنے پر راضی کرلیا۔ میں نے اسے پڑھا اور اس نے مجھے بہت متاثر کیا لیکن مجھے گاندھی کے الفاظ درست معلوم ہو رہے تھے۔ اُس نے کہا کہ ''مسیحیت میں سے مجھے صرف مسیح دے دو اور باقی سب کچھ تم رکھ لو۔ مجھے اس کے پیروکار نہیں چاہئیں کیونکہ انہوں نے میرے لوگوں پر بہت ظلم کئے ہیں۔''

رچرڈ کے خیالات اس سے مختلف تھے۔ وہ کہتا کہ مسیح کے پیروکاروں کو قبول کئے بغیر آپ مسیح کو قبول نہیں کر سکتے۔ مسیح نے یہودہ اسکریوتی کو بھی اپنا دوست کہا تھا۔ جس نے اسے پکڑوایا۔ ایک وقت آیا جب مسیحیت کے بارے میں میرے عقلی اعتراضات تو ختم ہو گئے لیکن ذاتی اعتراضات باقی تھے۔ کیونکہ میں ان اعتراضات کے ساتھ پرورش پا کر جوان ہوئی تھی۔ کئی ہفتوں تک میں ان اعتراضات سے کشمکش میں مبتلا رہی۔ ایک دن رچرڈ ایک دعائیہ عبادت سے باہر آ رہا تھا۔ اِس دعا کا مقصد یہودیوں کیلئے خدا سے التجا کرنا تھا کہ وہ مسیح کے پاس آ جائیں۔ اُس نے میرے ہاتھ تھام کر

مجھے بتایا کہ میں نے مسیح کو اپنا دل دے دیا ہے۔ بہت جلد میں بپتسمہ لینے والا ہوں۔ میرے لئے یہ بہت بُری خبر تھی۔ میں نے اپنے آپ کو ایک کمرے میں بند کر کے دروازہ بند کر لیا۔ میں نے سوچا کہ جس دن وہ بپتسمہ لے گا میں خودکشی کر لوں گی۔ اس تنہائی میں میری آنکھوں میں آنسو تھے اور میں فرش پر گری ہوئی تھی۔ میرا دل بالکل ویران تھا۔ میں چلائی۔ ''اے یسوع میں تمہارے پاس نہیں آنا چاہتی اور نہ ہی میں یہ چاہتی ہوں کہ رچرڈ ایسا کرے۔ یہ میری برداشت سے باہر ہے۔'' میں کافی دیر تک ایسے پڑی روتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ میں خاموش ہو گئی۔ میرے اندر ایک تبدیلی آ رہی تھی۔ میری زندگی بدل رہی تھی۔ پھر جب رچرڈ دوسرے شہر سے بپتسمہ لینے کے بعد واپس آیا تو میں پھول لئے ہوئے سٹیشن پر اسکے استقبال کو گئی۔ وہ بہت خوش تھا۔ ہم رات کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ میں نے اسے بتایا کہ کسی اندیکھی طاقت نے میری زندگی میں تبدیلی لانا شروع کر دی ہے۔ یہ خود میری سمجھ سے بھی باہر تھا۔ میں مسیحیت کے خلاف نہیں رہی تھی۔ تاہم میں ابھی اپنے آپ کو مسیحی کہلانے کیلئے تیار نہ تھی۔ کیونکہ میں ابھی جوان تھی اور میرا دل پارٹیوں اور رقص وغیرہ کی طرف بھی مائل تھا۔ میرا اگرجا گھر میں بیٹھ کر واعظ سننے کی بجائے سینما گھر جانے کو جی چاہتا تھا۔

میری خوشی کیلئے رچرڈ بھی میرے ساتھ ایسی جگہوں پر چلا جاتا۔ ایک دن اسی طرح کی ایک پارٹی کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میں ان سب باتوں سے لطف اندوز نہیں ہو رہی۔ یہ شور اور یہ شراب اور مذاق وغیرہ مجھے برے لگنے لگے تھے۔ میں نے رچرڈ سے کہا کیا ہم یہاں سے کسی اور جگہ نہیں جا سکتے۔ اُس کا جواب سن کر میں حیران ہو گئی۔ وہ بولا۔ اس طرح پارٹی میں سے اٹھ کر جانا آداب کے خلاف ہوگا۔

اس نے مجھے باتوں میں لگا کر کافی دیر تک وہاں روکے رکھا۔ یہاں تک کہ میں تنگ آ گئی اور یہ سب میری برداشت سے باہر ہو گیا۔ اس شام جب ہم بہت دیر سے گھر جا رہے تھے تو میں نے رچرڈ سے کہا کہ میں فوراً بپتسمہ لینا چاہتی ہوں۔ وہ مسکرایا اور بولا۔ تم نے اتنی دیر انتظار کیا ہے۔ اب ایک رات انتظار کر لو صبح کو وہ مجھے اپنی کلیسیا کے ایک پاسبان کے پاس لے گیا۔ اُس کے ساتھ ایک اور پاسبان بھی تھا۔ یہ دونوں کسی اور دنیا کے لوگ لگتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے مسیح کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ مسیحیت کا مطلب اپنی ہر چیز قربان کرنا ہے۔

بپتسمہ کے بعد میرا دل خوشی سے بھر چکا تھا۔ اتنا زیادہ کہ میں ہر کسی کو یہ سب بتانا چاہتی تھی۔ سب سے پہلے میں اپنے دفتر میں ایک یہودی سہیلی کے پاس گئی کہ اُسے یہ سب کچھ بتاؤں (میں یہ سب بھول گئی تھی کہ مجھے مسیحیت سے کس قدر نفرت تھی) جتنا زیادہ میں اُسے بتانا چاہتی تھی اتنا زیادہ ہی وہ مجھ سے دور بھاگتی کیونکہ وہ یہ نام بھی سننا نہیں چاہتی تھی۔ وہ روتی ہوئی یہ کہہ کر مجھ سے دور چلی گئی کہ اب میں نے تمہیں کھو دیا ہے وہ میری بہت قریبی دوست تھی۔ یہ میرے لئے پہلا سبق تھا۔

مسیح میں آنے کے بعد خدا نے ہمیں ایک بیٹا دیا۔ اس سے پہلے ہم سمجھتے تھے کہ بچے ہماری زندگی میں مشکلات پیدا کریں گے۔ مائیکل 1939م میں پیدا ہوا۔ یہ ہٹلر کا زمانہ تھا اور رومانیہ کے اوپر کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ لہٰذا بچوں کے بارے میں سوچنے کیلئے یہ کوئی اچھا وقت نہیں تھا۔ لیکن ہم نے خوشی سے مائیکل کو قبول کیا۔ رچرڈ کی ماں بھی بہت زیادہ خوش تھی وہ اپنے سب رشتہ داروں کو خوشی سے بتا رہی تھی کہ بچہ بالکل رچرڈ کی طرح ہے۔ ہم سب بہت خوش تھے۔

جتنی دیر میں میں نے یہ تمام کہانی اُس خاتون کو سنائی اُس وقت تک تقریباً رات ہو چکی تھی۔ ہماری جیل کوٹھری کے گرد عورتوں کے جھگڑے عروج پر پہنچ چکے تھے۔ اُن کے بازوؤں اور ہاتھوں سے دیواروں پر عجیب سے سائے پڑ رہے تھے۔ اور یہ کوٹھری ایک شہد کی مکھیوں کے چھتے کی مانند معلوم ہو رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ یہ شور ختم ہونے لگا اور عورتوں نے اپنے آپ کو تختوں پر پھینک دیا اور سونے کی تیاری کرنے لگیں۔

وعدے

کوٹھریوں کی راہداری میں سے ہمیں مردوں کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر بوٹوں کی آوازیں۔ پھر وہ بڑا دروازہ کھولا گیا۔ محافظوں کا ایک دستہ اندر آیا۔ ان کے بعد 9 مرد افسر اندر آئے۔ اور کوٹھری کے اندر دائرہ میں کھڑے ہو گئے۔ اُن کے صاف یونیفارم اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔ سب کھڑی ہو جاؤ ہمیں حکم دیا گیا۔

اُنکے سامنے غربت کی ماری پھٹے کپڑوں اور گندے لمبے بالوں والی پچاس عورتیں کھڑی تھیں۔ انہوں نے کچھ دیر ہماری طرف دیکھا اور پھر بغیر کچھ کہے وہاں سے چلے گئے۔ اور وہ بڑا دروازہ بند کر دیا گیا۔ جلاوہ کی جیل میں یہ ہمارا پہلا اور آخری معائنہ تھا۔ اُن کے جانے کے بعد عورتوں میں ایک ناختم ہونے والی بحث شروع ہو گئی کہ اس معائنہ کا کیا مطلب تھا ہر کوئی اپنا نظریہ پیش کر رہی تھی۔ وائیوریکا بولی کہ امریکہ نے روس کو خبردار کیا ہے کہ ملک میں اصلاحات کرو۔ یہ اُسی کی ایک کڑی ہے۔ غرض ہر کسی کی اپنی بات تھی۔ اُن میں سے زیادہ تر کا یہ خیال تھا کہ امریکی آرہے ہیں اور ہمیں آزادی ملنے والی ہے۔ وہ اپنے آپ کو آزادی کی ہیروئنیں تصور کر رہی تھیں۔ ہم یہ سوچ کر اُس وقت تک خوش رہیں جب تک کہ وہ دروازہ پھر نہ کھلا اور ہمیں گاجر کی یخنی پینے کیلئے نہیں بلایا گیا۔

کمزور خواتین تو اٹھ کر بھی نہیں جا سکتی تھیں۔ اصل میں جیل کی خوراک کا مقصد

یہی تھا کہ کمزور خواتین کا پتہ چل سکے تا کہ باقیوں کو بیگار کیمپ بھیجا جا سکے۔ ہمیں بعد میں معلوم ہوا کہ معائنہ بھی دراصل اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اور اس کا امریکہ سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ہماری قسمت میں بیگار کیمپ لکھ دیا گیا تھا۔ لیکن سب اس بیگار کیمپ میں جانے کیلئے خوش تھیں۔ یہ کیمپ ایک زیر تعمیر نہر پر واقع تھا۔ ہر کوئی اس کے بارے میں نئی نئی باتیں بلکہ افواہیں پھیلا رہا تھا۔ یہ ایک بہت بڑا پراجیکٹ تھا جس پر کروڑوں ڈالر لاگت آنا تھی۔ یہ نہر پہاڑوں سے نکل کر بحیرہ اسود تک جانا تھی۔ بہت سے پہاڑوں کو توڑا جانا تھا۔ سیمنٹ بنانے کیلئے خاص فیکٹریاں لگائی جانی تھیں اور ہزاروں کی تعداد میں انجینئر اس پر کام کرنے والے تھے۔ اس کیلئے حکومت نے ایک نیا محکمہ بنا دیا تھا۔ رومانیہ کی معیشت کا اس نہر پر بہت زیادہ انحصار تھا۔

اس نہر کے کناروں پر واقع بیگار کیمپوں میں قیدیوں کو گھر سے چیزیں مثلاً چاکلیٹ وغیرہ منگوانے کی اجازت تھی۔ اسکے علاوہ اپنے گھر والوں سے بھی ملنے کی اجازت تھی اور وہ بھی مہینے میں پورا ایک دن۔ ہم نے ان سب باتوں پر یقین کر لیا تھا۔ ہم اور کچھ سوچتی ہی نہیں تھیں۔ لیکن ہر ایک کو یہاں جانے کی ''عیش'' میسر نہیں ہونا تھی۔ یہ حکام کی مرضی پر منحصر تھا کہ کون وہاں جاتا ہے۔ جلاوہ کی جیل میں قیدیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ ہماری کوٹھری میں 30 قیدیوں کی گنجائش تھی لیکن دسمبر 1950ء میں اس کے اندر 80 قیدی خواتین موجود تھیں۔ ایک صبح ہمیں یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ ہمیں نہانے کیلئے باہر لے جایا جا رہا ہے۔ لیکن یہ خوشی بھی تھوڑے عرصہ کی ہی تھی۔ ہمیں جانوروں کی طرح مرد محافظ دھکیل کر غسل خانوں کی طرف لے جا رہے تھے۔ اتنی زیادہ عورتوں کا اس جگہ سے گزرنا مشکل تھا۔ وہ ایک دوسرے پر گر رہی

تھیں۔ ایک محافظ بولا۔ ہر ایک کیلئے صرف پانچ منٹ ہیں آپ نے پانچ منٹ کے اندر کپڑے پہن کر باہر آنا ہے۔ اتنے میں ایک بزرگ عورت نے سامنے والی عورت کی ایڑی پر پاؤں رکھ دیا۔ وہ عورت بولی تمہیں معلوم نہیں کہ میں کون ہوں وہ بزرگ عورت بولی کہ مجھے تو اپنا آپ یاد نہیں ہے۔ اسطرح ایک بحث شروع ہوگئی۔ قریب کھڑے ہوئے افسر نے سیٹی بجائی وہ بہت غصہ میں تھا۔ ''آج کوئی نہیں نہائے گا۔ چلو سب واپس کوٹھری میں جاؤ'' ہمیں واپس کوٹھری نمبر 4 میں دھکیل دیا گیا۔

بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ بیچاری بوڑھی عورت نے تو غلطی سے جیل والوں کی مدد کر دی تھی۔ جس عورت کے پاؤں پر پاؤں رکھا گیا تھا وہ جیل حکام کی جاسوس تھی۔ اور چونکہ غسل خانے کے نلکے خراب تھے اس لئے اسے یہ کہا گیا تھا کہ تم جھگڑا کر دینا تا کہ ہم اس بناء پر آج اس کام کو ملتوی کر دیں۔ اصل میں اعلیٰ حکام کی طرف سے قیدیوں کیلئے غسل کا حکم دیا گیا تھا۔ اس بزرگ خاتون کا جواب جیل میں مشہور ہوگیا۔ ''ہمیں کیا معلوم کہ ہم کون ہیں۔ ہمارے خاندان ہمارا سب کچھ یہاں تک کہ ہماری شناخت تک ہم سے چھین لئے گئے ہیں'' ہمیں ایک پیوپا کی طرح جو بعد میں تتلی بن کر اڑ جاتا ہے ایک خول کے اندر بند کر دیا گیا تھا۔

دوسرے دن ایک افسر ایک فہرست کے ساتھ ہماری کوٹھری میں آئی۔ ''جن کے میں نام پکاروں وہ فوراً جانے کیلئے تیار ہو جائیں'' سب خاموش ہوگئیں۔ ایک خاتون نے حوصلہ کر کے پوچھا ''کیا ہم جان سکتی ہیں کہ فہرست میں کس کا نام شامل ہے۔ افسر نے اس کے کپڑوں کو کھینچتے ہوئے کہا تم مجھے حکم دے رہی ہو۔ خاموش رہو۔ اس فہرست میں ہاتھ سے نام لکھے ہوئے تھے غرض اس نے نام پکارے اور وہ خواتین

کوٹھری سے چلی گئیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ گھر جا رہی تھیں یا کہیں اور ویسے جلاوہ سے بُری جگہ کوئی اور نہیں ہو سکتی۔ ہم رشک کے ساتھ انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ جاتی ہوئی عورتیں اپنی قیمتی اشیاء یعنی رومال وغیرہ ہمیں دے رہی تھیں۔ ایک خاتون نے ایک کپڑا مجھے دیتے ہوئے کہا یہ تولیہ بھی۔ کھانے کی میز بھی اور کئی اور کام بھی اس سے لئے جا سکتے ہیں لے لو۔ سسٹر ویرونیکا نے مجھے کپڑوں کے نیچے پہننے کا ایک گرم پاجامہ دیا۔ سبینا اسے لے لو یہ سردی میں کام آئے گا۔ یہ مجھے بہت لمبا تھا۔ لیکن میں اس کی وجہ سے سردی سے بچ جاتی تھی۔ اُس نے جاتے ہوئے مجھے بوسہ دیا اور جلدی سے چلی گئی میں نے اس کے بعد اسے زندگی بھر نہیں دیکھا۔

میں ایک ایک دن انتظار میں گزارتی کہ میرا نام بھی پکارا جائے۔ مجھے 6 جنوری 1951م کا دن یاد ہے جب میں اپنے تختے پر لیٹے ہوئے ماضی میں گم تھی اصل میں یہ میرے بیٹے مائیکل کا جنم دن تھا۔ مجھے اس کی پیدائش سے پہلے کے دن یاد آ رہے تھے۔ رچرڈ اُسکے آنے کیلئے بہت بے تاب تھا۔ وہ مجھے وقت سے پہلے ہسپتال لے گیا۔ لیکن اگلے دن جب وہ آیا تو مائیکل اس دنیا میں آ چکا تھا۔ لیکن اُسکے بعد ڈاکٹروں نے ہمیں بتایا کہ ہمیں خدا کوئی اور اولاد نہیں دے گا۔ رچرڈ اس سے بہت اداس تھا۔ اب مائیکل 11 برس کا ہو چکا تھا۔ آج کی فہرست میں میرا نام بھی شامل تھا۔

میں صبح 8 بجے کوٹھی نمبر 4 سے نکلی اور راہداری میں دوسری خواتین کے ساتھ انتظار کرنے لگی۔ خاتون محافظیں ہم سے بڑی تمیز سے بات کر رہی تھیں۔ وہ ہماری قسمت کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتی تھیں۔ میرے پرانے کپڑے مجھے واپس کر دیئے گئے۔ شاید وہ یہ جانتی تھیں کہ دن بدل سکتے ہیں اور امریکی فوج آ سکتی ہے۔ پورا دن

ہم سخت سردی میں وہاں انتظار کرتی رہیں کچھ دوسری کوٹھریوں کی خواتین بھی ہمارے ساتھ شامل ہوگئیں۔ آخر شام کو ہمیں ایک ٹرک میں ڈال کر گنسیا کے مقام پر جو کہ بخارسٹ کے قریب ہی تھا ایک کیمپ میں پہنچا دیا گیا۔ اب ہم سردیوں کی اس رات میں سخت زمین پر پیدل چل رہے تھے۔ اوپر کھلا آسمان اور ستارے تھے۔ بہت سے مہینوں کے بعد ہم نے اوپر کی طرف دیکھا کہ چاند بادلوں کی اوٹ میں ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔ مجھے رچرڈ کے ساتھ گلیوں میں گزاری ہوئی راتیں یاد آرہی تھیں۔

گنسیا ایک جرمن کیمپ تھا جس کے گرد لوہے کی تاروں کی باڑھ لگی ہوئی تھی۔ یہ کھلی جگہ تھی اور اس میں لکڑی کی جھونپڑیاں بنی تھیں اور بیت الخلا الگ اور دور تھے۔ یہاں پر آپ چہل قدمی بھی کر سکتے تھے اور دوسروں سے باتیں بھی۔ کچھ لمحوں کیلئے ہمارے چہروں سے اُداسی دور ہوگئی۔ پھر ان برفیلی ہواؤں میں ہمیں ایک آواز سنائی دی۔ ''کیا تم اسے آزادی سمجھ رہی ہو''۔ یہاں سے تمہیں پیک کر کے کچھ ہی دنوں میں نہر کے بیگار کیمپ بھیج دیا جائے گا۔ اب ہمیں نہر کے کیمپوں کے بارے میں مزید باتیں سننے کو مل رہی تھیں۔ ایک نئی بندرگاہ بھی تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک وادی میں سے پانی گزارا جانا تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تیسرے دن مجھے وہاں کے بڑے افسر کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ کیپٹن زہاریہ تھا۔ جو کہ 1920ء سے پارٹی کا رکن رہا تھا۔ وہ دیکھنے میں بہت کمزور معلوم ہوتا تھا۔ اُس کا چہرہ کھوپڑی کی طرح تھا۔ وہ بولا۔ میں ایسا کیوں نظر آتا ہوں اس لئے کہ میں جیل میں بھوکا رہا ہوں۔ آپ لوگوں کی طرح میں نے کہا لیکن ہم نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر بولا میں تمہیں نہر کے بیگار کیمپ جانے کی بجائے ایک باعزت قیدی کی طرح یہیں گنیسیا میں رکھ سکتا ہوں اگر تم

ہمارے لئے قیدیوں کی جاسوسی کروتو۔ میں نے کہا آپ کی مہربانی میں ایسا نہیں کروں گی۔ بائبل میں دو غداروں کا ذکر ہے ایک جس نے داؤد سے غداری کی اور دوسرا جس نے مسیح یسوع سے غداری کی۔ دونوں نے اپنے آپ کو پھانسی دی۔ مجھے یہ انجام پسند نہیں ہے۔ وہ بولا اس کا مطلب ہے کہ تم کبھی آزاد نہیں ہوسکتی۔

اُس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ اُسے گرفتار کر کے سزائے موت دے دی گئی تھی۔

خیر۔ ہمیں ریل کے ایک تاریک ڈبے میں سامان کی طرح بھر دیا گیا۔ یہ ایک سیاہ رنگ کا ڈبہ تھا جس میں قیدیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔ ہمارے ساتھ بہت سے چور۔ ڈاکو اور اس طرح کے دوسرے مجرم بھی بھر دیئے گئے تھے۔ جن محافظوں نے ہمیں دھکیل کر سوار کیا وہ بہت بد اخلاق لوگ تھے۔ وہ ہمیں جانوروں کی طرح دھکے دے رہے تھے۔ ہم اُس اندھیرے ڈبے میں بہت دیر تک ریل کے چلنے کا انتظار کرتے رہے۔ آخر کار ریل دھیرے دھیرے چلنے لگی۔ راستے میں مجھے ایک دریا نظر آیا جس کے کناروں پر گھنی گھاس اُگی ہوئی تھی۔ مجھے اپنے گھر کے قریب واقع دریا یاد آرہا تھا جس کے کناروں سے ہم جنگلی پھل توڑ کر کریم کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ کئی گھنٹوں کے سفر کے بعد ریل گاڑی رُک گئی۔ ہم تھکے ہوئے اور کانپتے ہوئے باہر نکلے۔ ہمارے جسم درد کر رہے تھے۔ اس سٹیشن کا نام ''لرناووڈا'' تھا۔ یہ دنوبے کے پاس ایک چھوٹا قصبہ تھا۔ کیمپ یہاں سے کئی میل دور تھا۔ ہم اس اندھیری اور برفانی رات میں پیدل چلنا شروع ہوگئے۔ آخر کار ہم ایک پھاٹک میں داخل ہوئے۔ آگے قطار میں بہت سی جھونپڑیاں تھیں۔ اوپر ایک بڑا روشنی کا مینار تھا جس میں سے روشنی تمام جھونپڑیوں پر پڑ رہی تھی اور چاروں طرف محافظوں کیلئے بُرج بنائے گئے تھے۔

نہر پر بیگار کیمپ

جب ہم اس علاقے کی آخری جھونپڑی میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ہمارا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ ویلیا آگے بڑھ کر اُن کو گلے ملی۔ ویلیا چھبیس سال کی ایک نوجوان جیسی لڑکی تھی وہ ایک ماہر چور تھی اور وہ ایک بڑی عورت کے پاس رہتی تھی جو کہ ماہر چور تھی۔

یہاں پر نہ میں کسی کو جانتی تھی اور نہ ہی کوئی مجھے جانتا تھا۔ کسی نے میری طرف دیکھا بھی نہیں۔ یہ ہفتے کی شام تھی اور ہر کوئی اپنے کام سے واپس آ گیا تھا۔ میں کسی بستر پر بیٹھنا چاہتی تھی لیکن جب میں نے اردگرد دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ بستر بہت تھوڑے تھے اور لوگ بہت زیادہ تھے۔ اس لئے میں فرش پر بیٹھ گئی تو میرے ساتھ والے بستر پر موجود عورت نے مجھے بتایا کہ یا تو اُس کی بیٹی کو گرفتار کر لیا گیا ہوگا یا اُس کو سڑک پر پھینک دیا گیا ہے۔ لیکن اچھی بات یہ ہے کہ ہم اپنے رشتہ داروں سے مل سکتے ہیں اور اُن سے کپڑے بھی منگوا سکتے ہیں۔ مجھے خبر ملی تھی کہ میرا بیٹا مائیکل مجھے آج رات ملے گا اس لئے میں ساری رات جاگتی رہی۔ ساری رات میرے ذہن میں یہی خیالات گھومتے رہے جب صبح ہوئی تو مجھے نیند آنا شروع ہو گئی۔ شام کو میرے ساتھ والے بستر پر موجود عورت کو چوہوں نے اتنا تنگ کیا کہ وہ ڈر کر میرے بستر پر آ گئی۔

ایک پڑھے لکھے آدمی نے بڑی دھیمی آواز میں کہا کہ چوہے ہمارے سے اعلیٰ

مخلوق ہیں اس لئے کہ ان چوہوں کو یہاں رہتے ہوئے ہمارے سے کہیں زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ کسی اور نے کہا کہ رات کو اپنے پاس روٹی کے ٹکڑے رکھ کر سویا کرو تا کہ چوہے تمہیں نہ کاٹیں۔ اتوار کو مجھے امید تھی کہ میں اپنے کپڑوں کی مرمت کر سکوں گی اور آرام بھی کروں گی لیکن میری امید بالکل غلط تھی۔

قید خانے کے اس حصے میں ایک عورت حکمران تھی جو کہ پرانی قیدی تھی رینا کو اس کیمپ کے افسر نے قیدیوں کی لیڈر مقرر کیا تھا کیونکہ وہ بھی سیاست سے نفرت کرتی تھی۔ نئے قیدیوں کو غسل خانے کیلئے باہر بہت دیر تک انتظار کرنا پڑتا۔

ہمیں لائن بنا کر گارے میں چلایا گیا جیل میں پڑھی لکھی عورتوں اور اچھے خاندانوں کی جوان لڑکیوں کے ساتھ ساتھ کافی تعداد میں طوائفیں بھی تھیں۔ وہ بہت شور شرابا کرتی تھیں۔ مخالف ان کو دیکھ کر ہنستے تھے۔ رینا نے اپنے سر پر رنگین کپڑا باندھا ہوا تھا۔ اس طرح چلنے پھرنے سے میں اس قدر تھک گئی کہ مجھے چکر آنے لگے اور جیل والوں نے مجھے واپس لے جا کر بستر پر لٹا دیا۔

اب ایک عجیب بات واقع ہوئی۔ مجھے ایک پھٹی پرانی گندے کپڑے کی جیکٹ دی گئی۔ میری جرابوں میں بہت زیادہ سوراخ تھے لیکن پھر بھی وہ میں نے اپنے پاؤں کے اوپر ڈالی ہوئی تھیں۔ میں نے ابھی بھی وہ کپڑے پہنے ہوئے تھے جو جلاوہ میں مجھے ایک نن (Nun) نے دیئے تھے۔ کالے بالوں اور یہودی شکل کی وجہ سے لوگوں کو آسانی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ میں اس علاقے کی نہیں ہوں۔

جب سیاسی قیدیوں نے میری طرف دیکھا تو انہوں نے اندازہ لگایا کہ میں اُن میں سے نہیں ہوں تو جپسی لوگوں نے سمجھا کہ میں ان میں سے ایک ہوں۔

میں نے انہیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ میں ان میں سے نہیں ہوں کیونکہ ان کی زبان بھی نہیں بول سکتی۔ان کے اندر جو بزرگ عورت تھی وہ مان گئی اور اُس نے مجھے دلاسہ دیا اور وہ جان گئی کہ کسی وجہ سے میں اپنی شناخت کو لوگوں پر ظاہر نہیں کر رہی۔اس کے بعد میں ظاہری طور پر جپسیز میں شامل ہوگئی۔

جپسی جہاں بھی رہیں وہ الگ انداز میں زندگی گزارتے ہیں اور رومانیہ انکی من پسند جگہ ہے۔ یہ لوگ اپنے روایتی لباس پہنے بازاروں میں پھرتے ہیں اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھائیں اسے چرا لیتے ہیں۔کمیونسٹ فوج نے ان کو ہزاروں کی تعداد میں جیل میں بھیجا اور ان لوگوں نے وہاں بھی چوریاں شروع کر دیں۔ یہ لوگ اپنے کپڑوں کے اندر کسی بھی چیز کو چھپا کر غائب کر دیتے تھے۔میں ہی وہ واحد شخص تھی جس کی کوئی چیز نہ کھوئی تھی۔جنگ کے اختتام پر نازی کیمپ میں سے بچ کر آنے والے جپسی کی میں نے اور رچرڈ نے مدد کی۔اس کا صلہ مجھے اب مل گیا۔انہوں نے مجھے یقین دہانی کروائی کہ میں اپنے خاوند سے دوبارہ مل سکوں گی اور بہت ساری جگہوں پر جاؤں گی۔شاید اسلئے کہ میں پندرہ سال تک رہائی کا انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

جپسیز لوگوں کو ان کے مستقبل کے بارے میں بتا کر کافی رقم کما لیتے تھے۔ جب عورتوں کو یہ بتایا جاتا کہ ان کو جلدی رہا کر دیا جائے گا اور ان کے خاندان ترقی کریں گے تو وہ اپنا کھانا بھی ان جپسیز کو دے دیتی تھیں۔ یہ لوگ بہت پرانے طریقوں سے قسمت کا حال بتاتے تھے۔جپسیز کہیں پر بھی بسیرا کر لیتے تھے یہاں تک کہ وہ جیل میں بھی ایک خاندان کی طرح رہتے تھے۔جب ہمیں جیل سے باہر خطوط بھیجنے کی اجازت مل گئی تو میں جپسیز کیلئے خطوط لکھتی تھی اور ہر خط میں وہ پورے قبیلے کو نیک خواہشات

بھیجتے تھے۔ان عورتوں میں کبھی کبھی لڑائی بھی ہو جاتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ یہ عورتیں اس لڑائی میں اپنے بچوں کو ڈنڈے کے طور پر استعمال کرتی تھیں اور اس وقت تک جھگڑتی رہتی ہیں جب تک اُس بچے کی موت واقع نہ ہو جاتی۔ کئی دفعہ یہ عورتیں مل کر گانے گاتیں تا کہ وہ یہ بھول سکیں کہ وہ کہاں پر ہیں۔

جب مجھے ان لڑکیوں کے بارے میں علم ہوا جو کہ یہاں پر قید تھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ ان میں سے کچھ بہت اچھی طبیعت کی مالک تھیں اور جب انہیں مسیح کا پیغام دیا تو انہوں نے اس گندگی میں سے باہر نکلنے کی پوری کوشش کی جس میں وہ گر چکی تھیں۔

اگلی صبح ہم جلد ہی کیمپ میں سے نکل گئے۔ جب ہم راستے میں تھے تو بحیرہ اسود کی طرف سے سرد ہوائیں چلنے لگیں۔ انہیں شدید سردی محسوس ہو رہی تھی اور اس بات کا احساس ہمیں اس وقت ہوتا جب کسی کے ذرا سا بھی ہلنے پر وہ ہمیں بہت زیادہ ڈانٹ دیتے تھے۔جیل کے دروازے پر ہمیں اس طرح کی آوازیں سننے کو ملتیں دو ہزار قیدیوں کو باہر لے جاؤ۔

اس کے بعد شدید ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔قیدیوں کی ایک نا ختم ہونے والی قطار تھی۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو مجھے قیدیوں کی لائن نظر آئی اور اس کے ساتھ چلتے ہوئے فوجی نظر آئے۔اگرچہ ہمیں پیچھے مڑ کر دیکھنے کی اجازت نہ تھی پھر بھی میں نے مڑ کر دیکھا اور قیدیوں کی قطار مجھے ایک خطرناک درندے کی طرح معلوم ہوئی۔ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس جانور کا کام چلنے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا اور یہ اس وقت تک چلتا رہے گا جب تک یہ تھک کر گر نہ جائے۔ان قیدیوں کو دیکھ کر مجھے اپنے آباؤ اجداد کے وہ لوگ یاد آ گئے جو کہ مصر میں فرعون کے زیرِ نگرانی کام کرتے تھے۔ایسا معلوم ہو رہا تھا

کہ ہم سب آدمی اور عورتیں مل کر ایک بند بنا رہے تھے۔ تا کہ سمندر کا پانی ادھر ادھر نہ پھیلے۔ میرا کام یہ تھا کہ میں ریڑھے میں مٹی بھرتی جاؤں اور جب یہ ریڑھا مٹی سے بھر جاتا تو ایک قیدی آدمی اس کو دو سو میٹر تک دھکیلتا اور پھر اس کے ساتھ بھاگتا ہوا اسے ڈیم کے پاس لے کر جاتا۔ وہ وہاں پر مٹی گراتا اور دوبارہ ریڑھا بھرنے کے لئے دوڑتا۔ اگرچہ آدمیوں کا کام ہمارے کام سے کافی زیادہ مشکل تھا لیکن کچھ دیر مٹی کا بھرا برتن اٹھانے کے بعد میں تھک جاتی اور یہ کام میں کافی مشکل سے کرتی۔

ہر ایک گروپ کے پاس ایک بڑا افسر ہوتا اور اس کے پاس کچھ مددگار بھی ہوتے اور وہ افسر اس بات کا اندازہ لگاتا کہ کس آدمی سے کتنا کام لیا جا سکتا ہے۔ جتنا کام ہمارے لئے ایک دن میں کرنا مقرر ہوتا اگر ہم اس کام کو کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اگلے دن ہمارا کام بہت زیادہ بڑھا دیا جاتا۔ اور اگر ہم اپنا کام مکمل نہ کر سکتے تو ہمیں بہت زیادہ سزا دی جاتی۔

قیدیوں کے اوپر جن کو افسر بنایا جاتا تھا وہ بھی قیدی ہی ہوتے تھے۔ اُن کے فیوجیوں کے ساتھ تعلقات ہوتے تھے جس کی وجہ سے انہیں تنخواہیں بھی دی جاتی تھیں اور وہ خود بالکل کوئی کام نہیں کرتے تھے۔ اور ان کو لوگوں کی زندگیوں اور موت پر اختیار دیا گیا تھا۔ اور رینا بھی اپنی طاقت کا پوری طرح استعمال کرتی تھی۔

اگرچہ ایک دوسرے سے بات کرنا بالکل منع تھا پھر بھی میں اپنے کام کے دوران کچھ اچھی باتیں کرتی اور بائبل کی آیات اپنے ساتھیوں کو سناتی۔ ایک آدمی جو دیکھنے میں کسان لگتا تھا اُس نے حیران ہو کر میری طرف دیکھا۔ اُس آدمی نے اپنا ریڑھا پکڑا اور دوسری طرف چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور آدمی اپنا ریڑھا لے کر آ گیا۔ اُس

کے بعد ایک اور اس کے بعد چوتھا آدمی آیا اور اس نے کہا کہ Rakosi تمہاری اچھی باتوں کیلئے تمہارا شکر گزار ہے اور جاننا چاہتا ہے کہ تم کون ہو۔

وہ کسان آدمی رومانیہ کے ایک صوبے کا رہنے والا تھا اور ایک امیر خاندان کا فرد تھا۔ یہ جان کر میں اتنی حیران ہوئی کہ میں نے کچھ دیر کیلئے اپنا کام چھوڑ دیا۔ رینا نے دور سے مجھے آواز دی۔ اٹھو ورنہ تمہیں ساری رات کارسر میں گزارنی پڑے گی۔

یہ سن کر میں نے اپنی پوری طاقت سے کام کرنا شروع کر دیا اور آدمیوں نے ریڑھیوں کو دھکیلنا شروع کر دیا۔

کارسر ایک چھ فٹ اونچا اور ڈھائی فٹ چوڑا ڈبہ تھا جس میں آدمی کو ساری رات کھڑے ہو کر گزارنا پڑتی تھی اور اس کا نام سنتے ہی آدمی کا خون جمنا شروع ہو جاتا تھا۔ اور اس کیمپ میں موجود لوگوں کو سب سے زیادہ یہی سزا دی جاتی تھی اور سارا دن کام کرنے کے بعد آدمی کو اس کے اندر بغیر ہلے کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اور اگر اگلے دن اچھی طرح سے کام نہ کر سکتے تو اگلی رات اُن کو پھر یہی سزا دے دی جاتی تھی۔

آدھی رات کے وقت ہمیں تھوڑی سی روٹی اور شوربہ دیا جاتا۔ اور اس کے بدلے ہمیں پورا دن کام کرنا پڑتا۔ جب میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتی تو مجھے معلوم ہوتا کہ سب بھوک سے بالکل کمزور ہو گئے ہیں اور اسی وجہ سے میں Rakosi کو پہچان نہ سکی۔ سب اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہو رہا تھا۔ سب کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ سب کے چہروں پر ایک ہی طرح کے تاثرات تھے اور امید کی جگہ خوف نے لے لی تھی۔

اگرچہ ان میں سے کئی یونیورسٹیوں کے پرنسپل، پادری، کاروباری اور بڑے

افسران تھے لیکن یہاں پر وہ بالکل چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح لگ رہے تھے۔ میں نے چار گھنٹے تک مزید محنت کی اور جب روشنی کم ہوگئی تو ہم نے واپس کیمپ جانا شروع کردیا۔ راستے میں بہت سے قیدی تھک کر گر گئے۔ ایک قیدی میرے قریب ہی گرا۔ کچھ بولے بغیر دو طاقت ور آدمی اس کو اٹھا کر دوسری طرف لے گئے۔

ایک آدمی ایک اونچی جگہ سے گر گیا اور اس کو آدمی اٹھا کر سڑک کی دوسری طرف لے گئے۔ اور سرد ہوا مستقل چلتی رہی۔ اندھیرا ہو گیا تھا اور آسمان ابھی تک سرخ تھا۔

ہوا اتنی ٹھنڈی تھی کہ میرا گوشت ٹھنڈا ہو گیا اور میرے جسم کے ہر حصہ میں درد ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ یہ جسم میرا نہیں بلکہ کسی اور کی ملکیت ہے۔ اس وقت مجھے شدید سردی محسوس ہو رہی تھی۔ شام کے وقت جب ہم واپس جا رہے تھے تو ہمارے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دوسرا دستہ داخل ہونا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے ہمیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ آخر کار جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے میں عجیب ہلچل مچ گئی اس لئے کہ ایک بازاری لڑکی کی کوئی چیز کھوگئی تھی۔

جپسیز چور ہیں۔ اگرچہ میں فاحشہ ہوں لیکن میں دوسروں کی چیزیں نہیں چراتی۔ اس کے جواب میں تانیہ جو کہ ایک جپسی لڑکی ہے نے جواب دیا کہ میں چوری ضرور کرتی ہوں لیکن اپنے خاوند کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ تعلقات نہیں رکھتی۔

اس پر ایک اور فاحشہ نے جپسی لڑکیوں کا مذاق اڑایا کہ جب یہ سوتے ہیں تو انہیں پتہ ہی نہیں چلتا کہ کس کے ساتھ سو رہے ہیں کیونکہ یہ پورا خاندان ایک ہی بستر پر سو جاتے ہیں۔ لیکن لیزا ایک قاتل تھی۔ اس نے اپنے خاوند کو قتل کردیا تھا کیونکہ اس کا خاوند دوسری عورتوں کے پیچھے جاتا تھا۔

مجھے دوسرں کے ساتھ برتاؤ کرنا نہ سکھاؤ۔ میں چاہوں تو لوگوں کی چیزیں واپس بھی کر سکتی ہوں اور تم نے تو کسی کی جان لی ہے کیا تم اسے واپس کر سکتی ہو۔

میں نے چاہا کہ میں اس کی بات نہ سنوں۔ تھوڑی دیر ہم اسی طرح غصہ میں بات کرتے رہے اور اس کے بعد تانیہ چوروں کے ساتھ کونے میں بیٹھ گئی۔ دوسرے چوروں نے اس کا خیر مقدم کیا۔

تانیہ لمبی اور خوبصورت تھی اور اُس کے ساتھی اُس کی بہت عزت کرتے تھے اور اُس سے ڈرتے بھی تھے۔ اور اُس کے کاموں کی وجہ سے اُس کے ساتھی اُس کو بلیک ہینڈ تانیہ کہتے تھے۔ اور اگر کوئی اُس کی مخالفت کرتا تو وہ اس کو اپنے گروپ میں سے نکال دیتی۔ اور یہ بھی خطرہ تھا کہ اس کو کار سر میں ڈال دیا جائے کیونکہ تانیہ کے پاس یہ اختیار بھی تھا کہ وہ قیدیوں کو سزا دے۔ لیکن دوستوں کے ساتھ وہ بہت اچھا سلوک کرتی تھی۔ اور اسے اپنی صلاحیتوں پر بڑا ناز تھا۔ جب وہ اپنی ساتھیوں کو ایک کپڑوں کی دکان لوٹنے کا واقعہ سنا رہی تھی تو اس کی ساتھی لڑکیاں زور زور سے ہنسنے لگیں۔ جوان لڑکیوں میں جو سب سے زیادہ ہوشیار تھی اس کو تانیہ نے منتخب کیا تا کہ اس کی تربیت کر سکے۔ اور اُس کی ساتھی لڑکیاں تانیہ کی بہت زیادہ تعریف کرتی تھیں۔ تانیہ ہمیشہ کتابیں پڑھتی رہتی تھی اور ایک دفعہ اُس نے کسی کے گھر میں اُس وقت ڈاکہ ڈالا جب خاندان کے لوگ لائبریری میں گئے ہوئے تھے۔ تانیہ نے کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھنی شروع کر دی اور کچھ دیر کے بعد اُس کو نیند آ گئی اور گھر والوں نے واپس آ کر اس کو پکڑ لیا تانیہ لوگوں کو یہ بات بتانا پسند نہیں کرتی تھی کہ وہ پڑھ لکھ سکتی ہے کیونکہ اس کے خیال میں بری بات ہے۔ جیل میں رہ کر بہت جلد چوروں، ڈاکوؤں، فاحشہ

عورتوں اور غنڈوں میں فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ گناہ کی زندگی میں کئی سال گزارنے کی وجہ سے ان لوگوں کی زندگیوں پر اس کے اثرات نمایاں نظر آتے تھے۔ کسی سے کوئی سوال کیے بغیر ہی کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ لوگ کس طرح کے ہیں۔ تانیہ ایک ایسی لڑکی تھی جس کے کردار کے اندر ابھی تھوڑی سی اچھائی باقی تھی۔

مجھے اکثر وہ مذاق میں کہا کرتی تھی کہ یہ نہ سمجھو کہ ہم چور لوگ اچھے نہیں ہوتے کیونکہ اپنے اندر موجود اچھائی کی وجہ سے میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کروں گی کہ میرے علاوہ کوئی گروہ چوری کرے۔'' میں نے بڑے دھیان سے اُس کے دل کے دروازے پر دستک دینے کی کوشش کی۔ میں اُس کو بہتر طور پر جاننا چاہتی تھی۔ میں اُس سے یہ بات معلوم کرنا چاہتی تھی کہ جس طرح اور بہت سے لوگ رومانیہ کو چھوڑ رہے ہیں تو کیا وہ بھی اس جگہ کو چھوڑنا چاہے گی۔

اُس نے غصہ سے جواب دیا ''ہرگز نہیں میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ اس جیل میں سے چلی جاؤں اور اپنے دوست کے ساتھ رہ سکوں۔ وہ اس کو نہیں پکڑ سکے۔ میں باہر جا کر اُن کمیونسٹ لوگوں کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ ہم دونوں مل کر کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ اور اُس نے اپنے دوست کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

جب میں نے اُس کے ماں باپ کے بارے میں پوچھا تو اُس نے اُن کے بارے میں ایسے بات کی جیسے وہ کسی پرانے فرنیچر کے بارے میں بات کر رہی ہو۔ اُس کیلئے وہ بالکل بے کار تھے۔ اُس نے بتایا کہ ''میری ماں جوان لڑکیوں کی طرح رہنا پسند کرتی ہے جس کی وجہ سے آدمی اس کے پاس آنا پسند کرتے ہیں۔ اور اس طرح میں پیدا ہوئی۔ میری ماں نے میرے باپ کے ساتھ رہنا ختم کر دیا اور آخر میں ایک

شرابی کے ساتھ رہنا شروع کر دیا جو اُس کو بہت زیادہ مارتا تھا۔ میری ماں کے میرے علاوہ اور بھی بہت سے بچے ہیں"۔

تانیہ بھی اُس کے ساتھ شامل ہوگئی اور ان دونوں نے اتنی گندی باتیں کیں کہ اُن کو سننا مشکل ہو گیا۔ میرے دل میں یہ خواہش تھی کہ میں اس کی روح کو چھو سکوں کیونکہ جب وہ دوسروں کے ذہن کو خراب کرتی تو میرا دل بہت پریشان ہوتا۔

اور جس دوست کی وہ بات کر رہی تھی وہ اس کی بہن کا خاوند تھا کیونکہ وہ اور چھ افراد کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہتی تھی۔ اور وہ اپنی بہن اور اس کے خاوند کے ساتھ ایک ہی بستر پر سوتی تھی۔ اس وقت وہ بارہ سال کی تھی اور اس نے پانچ سال کی عمر میں چوری کرنا شروع کی تھی۔ اگلے دن وہ بہت غصے سے بولی بائبل چوری کرنے سے منع کرتی ہے۔ ہاں مجھے پتہ ہے کہ تم چوری نہیں کرو گی۔ مجھے پولیس نے مارتے ہوئے یہ کہا تھا انہوں نے کہا کہ تم چور ہو اور تم نے تمام لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ذرا تم بخارسٹ میں سردیوں اور گرمیوں کے موسم میں رہ کر دکھاؤ پھر میں تم سے پوچھوں کہ تم چوری کرتے ہو کہ نہیں۔ وہ بہت بُری طرح ہنسی۔ میرے سامنے والے دانت افسروں کے حملے سے ٹوٹ گئے۔ اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ کچھ مداح اس کے گرد جمع ہو گئے تھے اور انہوں نے اس کے ساتھ ہمدردی کرنا شروع کر دی۔

"تانیہ تم بہت عقلمند ہو مجھ میں تو یہ سب کرنے کی بالکل ہمت نہیں ہے" جوآنہ نے کہا جوآنہ ایک نوجوان لڑکی تھی جس کی ایک ڈاکو سے دوستی تھی۔ لیکن جب پولیس آئی تو وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گیا اور اب پیرس میں تھا۔ جوآنہ میری طرف دیکھنے لگی۔

میں نے کہا۔ تانیہ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ اتنی ذہانت اور توانائی کے ساتھ تم اپنے لئے بہت اچھے کام کر سکتی ہو۔ اگر تمہارے ماں باپ اچھے نہ تھے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی بُری بنو۔ بہت سے عظیم لوگ ایسے ہیں جن کے ماں باپ اچھے نہ تھے یا وہ یتیم تھے۔ اگر تم اپنے ذہن کو صحیح سمت میں لگا دو تو بھی عظیم انسان بن سکتی ہو۔

وہ بولی کہ میں اچھے کام کروں گی۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ میں چوری کرنے کیلئے پیدا ہوئی ہوں اور یہ مجھے پسند ہے۔ میں نے اُسے بتایا کہ ایک عظیم آدمی نے اپنی زندگی بطور جنگجو اور دوسروں پر ظلم کرنے والے کے طور پر شروع کی اس کا نام متی تھا۔ لیکن جب وہ مسیح سے ملا تو اس نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا اور وہ مسیح کا شاگرد متی رسول بن گیا۔ ایک چور رسول بن گیا۔ اور اسے خدا نے معاف کر دیا۔ اور وہ ایک انجیل کا لکھنے والا بنا جسے ساری دنیا پڑھتی ہے۔ تانیہ مذاق سے میری طرف دیکھنے لگی۔ رسول۔ شاگرد۔ شہید۔ تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی الفاظ نہیں ہیں۔ سیاسی قیدیوں اور جرائم پیشہ قیدیوں میں ایک خلیج ہوتی تھی جو کبھی پُر نہیں ہوتی۔ جیل حکام عام طور پر جرائم پیشہ قیدیوں کو کمروں کے سردار یا کام پر نگران وغیرہ بنا دیتے اس طرح وہ دوسروں کی زندگی جہنم بنا دیتے تھے۔ سیاسی لوگ دوسروں سے زیادہ بات کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ اور ہم یعنی جیسی لوگ یا یہودی یا مسیحی ہمیں تو سب ہی بڑی بُری نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن ہم ان مجرموں کیلئے بھی محبت کا پیغام رکھتے تھے۔ ہمارے ساتھ کچھ امیر گھرانوں کی خواتین بھی قید تھیں اُن کا بات کا ایک الگ انداز اور الگ موضوع تھا ایک دن صبح غسل خانہ کیلئے قطار میں کھڑے ہوئے دو امیر گھرانوں کی (جو کہ حکمران بھی رہے تھے) خواتین باتیں کر رہی تھیں کہ حکومت کو چاہئے کہ پرانی قبریں کھول کر

اُن میں سے سونا نکال کر حکومت کے خزانہ میں شامل کرے۔

ایک خاتون کا تعلق فاشسٹ پارٹی سے تھا۔ انہوں نے رومانیہ کو نازیوں سے اتحاد پر مجبور کیا تھا۔ یہ خاتون بڑے فخر سے کہتی تھی کہ اُس نے کسی یہودی سے کبھی ہاتھ نہیں ملایا اور کبھی کسی یہودی کی دکان میں داخل نہیں ہوئی۔ لیکن اب یہ خاتون کمیونسٹ حکومت کی قیدی تھی اور ایک دوسری یہودی قیدی کے ساتھ بیگار کیمپ میں کام کرتی تھی۔ لیکن یہودیوں کیلئے اُس کی نفرت ابھی بھی باقی تھی۔ وہ کہتی اُس خبیث چرچل کی وجہ سے جو یہودی ہے ہم آج اس حالت میں ہیں۔ محافظ ان خواتین سے اچھا سلوک نہیں کرتے تھے اور ساتھی قیدی بھی انہیں اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن وہ ان کا مقابلہ کرتی تھیں۔ چونکہ میں انہیں محبت اور احساس کے بارے میں بتاتی تھی۔ اُن میں سے ایک میرے پاس آئی اور بولی۔ ''ہم نے سوچا ہے کہ رومانیہ سے تمام یہودیوں کو ختم کر دیا جائے گا تو تمہیں اور تمہارے خاندان کو چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ اس بات سے بہت حیران ہوئی مجھے اس کی بات پر غصہ یا خوشی کچھ نہیں ہوا۔

اسی طرح دوسرے سیاسی راہنماؤں کی بیویاں بھی اپنی الگ قسم کی سیاسی گفتگو میں مگن رہتی تھیں۔ ایک خاتون نے مجھے بتایا کہ وہ ساری رات جاگتی اور ایک منصوبے کے بارے میں سوچتی رہی۔ کیا تم وہ منصوبہ سنوگی۔ میرے پاس کوئی اور انتخاب نہیں تھا۔ لہٰذا میں سننے لگی۔ وہ بولی کہ فوج میں اصلاحات ہونی چاہئے۔ سب سے پہلے تو فوج کے یونیفارم رائل بلیورنگ کے ہونے چاہئیں۔ میں نے کہا کہ اس منصوبے کو تو رہنے ہی دو۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ بے وقوف اور مکار اور بُرے لوگ بھی دوسروں کو اچھائی کرنے کا سبق دیتے تھے۔ ایک عورت جو کہ کہتی تھیں کہ وہ کسی

کلیسیا کی رہنما ہے وہ قسمیں کھاتی اور جھوٹی کہانیاں سناتی اور جیسی لڑکیوں کی طرح چوری بھی کرتی تھی۔

میں نے اُس سے پوچھا ''لیکن کیا تم جانتی ہو کہ تم نجات کیسے حاصل کرو گی'۔وہ ہنسنے لگی اور اس نے بتایا 'ایک پادری نے مجھے بتایا تھا کہ نجات کیسے حاصل کی جاسکتی ہے۔ میں دو حکموں پر ہمیشہ عمل کرتی ہوں۔ پہلا یہ کہ میں عیب جوئی نہیں کرتی اور دوسرا یہ کہ میں ان کو بھی معاف کر دیتی ہوں جنہوں نے میرے خلاف گناہ کیا ہو۔اس لئے خدا مجھے معاف کر ہی دے گا۔اگر چہ اس کے نظریات اتنے اچھے نہ تھے لیکن پھر بھی مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ وہ جو بات کر رہی تھی وہی کرتی بھی تھی۔

1951ء میں بہت سی کمیونسٹ عورتیں کیمپوں اور جیل میں آنا شروع ہو گئیں۔ لبرنا ووڈا ایمیں میں مارورا سے ملی۔اس کو اس لئے قید کیا تھا کیونکہ وہ انقلاب پسندوں کی رہنما تھی اور اب اس کو قید با مشقت دے دی گئی۔لیکن وہ ابھی بھی کمیونسٹ نظریات کی حامی تھی۔مارکس کے نظریات اب اس ملک میں پھیلنا شروع ہو چکے تھے۔اس عورت نے مسلی کی جیل میں دو ماہ تک اپنے بچے کو دودھ پلایا تھا لیکن اس کے بعد اس کے بچے کو اس سے جدا کر کے ایک یتیم خانہ بھیج دیا گیا۔اسے معلوم نہیں کہ وہ اسے پھر کبھی دیکھے بھی یا نہیں۔وہ کمیونسٹ پارٹی کے بانی کے ساتھ کام کرتی رہی تھی۔بانی کو بھی 1907ء میں جیل میں بھیج دیا گیا تھا۔وہ کمیونسٹ پارٹی کا پہلا جنرل سیکرٹری بھی رہا تھا۔لیکن اب وہ بھی ایسے ہی بیگار کیمپ میں صبح سے شام تک کام کرتا تھا (حالانکہ اُس کی عمر 70 سال تھی) چاہے برفباری ہو چاہے آندھی ہو چاہے کچھ بھی ہو۔

رچرڈ نے گرفتار ہونے سے پہلے کہا تھا کہ اگر کوئی گرفتار کر لیا جائے تو جیل سب

سے خوفناک جگہ ہے۔ میں اُس جنرل سیکرٹری کی ریڑھی کو بھر رہی تھی تو اس کے چہرہ پر مسکراہٹ آگئی میں جب اس سے بات کررہی تھی تو اس کو فوجی نے آکر زور سے مارا تھا۔ اس لئے میں نے اس سے معافی طلب کی لیکن اس نے کہا کہ اس جگہ پر کوئی اچھی بات سننا ایسے ہی ہے جیسے کہ اچھی موسیقی سن رہے ہوں۔ میں بہت دیر سے کوئی اچھی بات سننا چاہتا تھا۔ اس نے بتایا کہ آج کل وہ جس طرح کی کمیونزم کی تشہیر کررہے ہیں وہ بالکل مختلف ہے اس کی مخالفت کرنا تو میرا فرض ہے۔ اس نے بتایا یہ وہ کمیونزم (اشتراکیت) نہیں ہے جس کے لئے میں نے دُکھ اُٹھائے تھے۔ قید میں ان لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ ہم کمزور اور غریب مسیحی دراصل غریب نہیں ہیں اور ہمارے پاس دنیا کو دینے کیلئے بہت کچھ ہے۔ بہت سے پڑھے لکھے اور ذہین لوگ اس معاشرے میں ایسے پودے کی طرح مرجھا رہے تھے جسے آکسیجن نہ مل رہی ہو۔ اُن کے دل اور ذہن خالی ہوتے جا رہے تھے۔ ایک دل گلج (Cluj) کے پروفیسر کی بیوی نے کہا۔

''تم کتنی خوش قسمت ہو کیونکہ تم اپنے ذہن میں کچھ بھی سوچ سکتی ہو اور دُعا کرسکتی ہو لیکن میں ایسا نہیں کرسکتی۔ جب میں نے ایک نظم یاد کرنے کی کوشش کی تو گارڈ شور کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوگیا۔ اور اس طرح میرا ذہن دوبارہ اس کیمپ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ میں کسی چیز کے بارے میں مستقل طور پر سوچ نہیں سکتی اور اپنی مرضی سے اپنی سوچ کو منظم نہیں کرسکتی۔''

فاحشہ عورتیں سب سے بُری زندگی گزار رہی تھیں کیونکہ وہ ذہنی اور روحانی اعتبار سے اتنی پستی میں جا چکی تھیں کہ وہ خود اپنے آپ کو اُس پستی میں سے نکال نہیں سکتی تھیں کام کرنے کے بعد عورتیں ان کے پاس جاتیں جو انہیں بائبل میں سے کچھ باتیں

بتاتی تھیں تا کہ کوئی اچھی بات جان سکیں۔ کیونکہ بائبل کے الفاظ اُمید، اطمینان اور زندگی کا باعث بنتے تھے۔

ہمارے پاس بائبل مقدس نہیں تھی اور ہمیں کھانے سے زیادہ اس کی تمنا تھی۔ اس وقت مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں نے بائبل کے زیادہ حصے زبانی یاد کئے ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ لیکن ہم بائبل کے ان حصوں کو روزانہ ضرور دہراتے تھے جو کہ ہمیں یاد تھے۔ میری طرح بہت سے دوسرے مسیحیوں نے بھی بائبل کے حصے زبانی یاد کر رکھے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ایک دن اُن کو بھی گرفتار کر لیا جائے گا۔ جب جیل میں موجود لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے تو ہم بائبل کی آیات کو ذہن میں دہرا رہے ہوتے تھے اور رات کا اکثر حصہ بائبل کے مختلف حصوں کو بار بار دہرانے میں گزرتا تھا۔ جو نئے قیدی آتے ہم اُن سے بھی سیکھتے رہتے تھے۔ اس طرح رومانیہ کی تمام جیلوں میں لوگ ایک دوسرے کو بائبل کے یہ حصے سناتے رہتے تھے۔

جب ہم اپنے بارے میں زیادہ سوچنے لگے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہم جسے اپنی شخصیت سمجھ رہے تھے اصل میں وہ دوسروں کو دیکھ کر اپنائی ہوئی باتیں تھیں اور جب مزید اپنے بارے میں سوچا تو ہم اپنی اصل شخصیت پر پہنچ سکے۔ اور جب آپ اپنے آپ کو پہچان لیں تو اس آدمی کے ساتھ بات کرنا اور آسان ہو جاتا ہے جس سے آپ محبت کرتے ہیں۔ جیسا کہ کئی دفعہ لکھاریوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ سوچ رہے ہوتے ہیں وہ تصویر بن کر اُس کے سامنے آ جاتا ہے اسی طرح جب ہم مسیح کے بارے میں سوچتے ہیں تو ہم اُس کو بھی دیکھ سکتے ہیں اس لئے کہ بائبل میں مسیح نے کہا ہے کہ ''مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خُدا کو دیکھیں گے''۔

جب رچرڈ کو تنہائی کی سزا دی جاتی تھی تو میں اکثر اُس کے ساتھ بات چیت کرتی تھی۔ کیونکہ اگرچہ ہم اکٹھے نہ تھے لیکن پھر بھی مجھے یقین تھا کہ ہم ایک دوسرے کی بات سن سکتے ہیں۔ مجھے اپنی رہائی کے بعد بھی ایسا محسوس ہوتا رہا اگرچہ ہم چودہ سال تک ایک دوسرے سے جدا رہے۔ میں نے اپنی رہائی کے کچھ سال بعد تقریباً 1953 میں اپنی بائبل پر ایک نوٹ لکھا تھا۔ "رچرڈ آج مجھے ملنے کیلئے آیا اور جب میں پڑھ رہی تھی تو وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گیا۔"

مجھے ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا کہ شاید اُس کو بھی ایسی جگہ بھیج دیا گیا ہو جہاں پر قیدیوں سے مزدوری کرائی جاتی ہے میں ہمیشہ یہ سوچتی تھی کہ وہ اتنا زیادہ کام ہرگز نہیں کر سکے گا؟ کیونکہ وہ تو لکھ اور منادی کر کے ہی تھک جاتا تھا۔ جب مجھے ایک عورت نے بتایا کہ اس کا انتقال ہو گیا ہے تو میں نے اس کا یقین نہ کیا۔

میں کینال میں ہر کسی سے رچرڈ کے بارے میں پوچھتی تھی لیکن کوئی بھی اُس کے بارے میں نہیں جانتا تھا۔ پھر تین عورتیں اُس جیل میں سے آئیں جہاں بیمار قیدیوں کو لے جایا جاتا تھا لیکن کسی کو رچرڈ کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔

کچھ دنوں ک بعد ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس نے کہا "جتنی دفعہ تم رکاوٹی کی بات کرتی ہو مجھے خدا یاد آ جاتا ہے۔ اگرچہ ہم وہاں تھوڑی دیر کے لئے رہے لیکن پھر بھی وہاں پر ہمارے ایک پادری موجود تھا۔ اور چھوٹے گرجا گھر کو گرا کر بڑا گرجا گھر بنایا لیکن پھر بھی یہاں پر خاص قیدیوں کے رکھنے کیلئے جگہ موجود تھی۔ ایک عورت نے مجھ بتایا کہ: "جب ہم ایک جگہ پر کھڑے باتھ روم خالی ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ اندر سے کسی آدمی کی آواز آئی جو یہ کہہ رہا تھا کہ مسیح کی محبت اور خدا کے فضل پر بھروسہ

رکھنا چاہئے۔ ہم سب یہ سن کر بہت حیران ہوئے۔ ہر کوئی یہی سوال کر رہا تھا کہ یہ کون آدمی تھا لیکن کسی کو اس آدمی کے بارے میں کچھ نہ بتایا گیا۔"

جب وہ میرے سے ملی تو اُسے یقین تھا کہ وہ رچرڈ تھا وہ بہت بیمار تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اُس نے منادی کا کام ترک کر دیا۔ اس کو یہ خبر بھی ملی کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ میری آنکھوں سے بے شمار آنسو نکل پڑے۔ اور دکھ میرے دل میں سرایت کر گیا۔ لیکن اس دکھ میں مجھے امید کا پیغام ملا۔ میں نے دعا کرنا جاری رکھا۔ میں نے دعا کی کہ خدایا اس آدمی کی زندگی کے سالوں کو بڑھا دے جس نے قید تنہائی میں بھی منادی کے کام کو جاری رکھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں میحائی کو بھی گرفتار کر کے کینال میں نہ بھیج دیا جائے۔ وہ صرف بارہ سال کا تھا لیکن اس کی عمر کے لڑکے بھی جیل میں قید تھے جیل میں میں نے ایک لڑکا دیکھا جو کہ بارہ سال کا تھا اور اس کے ساتھ اس کی بہن بھی تھی جو کہ چودہ سال کی تھی۔ ان کا باپ آئرن گارڈ لیڈر تھا۔ وہ سول وار میں لڑائی کے دوران مارا گیا تھا۔ اس کے نظریات کی وجہ سے اب اس کی بیوی اور بچے جیل میں تھے۔ مسز موتزا کہتی تھیں کہ جب کمیونزم کا تختہ اُلٹا جائے گا تو میرا بیٹا بادشاہ بنے گا کیونکہ مائیکل جو کہ پرانا بادشاہ ہے وہ واپس نہیں آئے گا۔ آئرن گارڈ موومنٹ میں کئی اندرونی تنازعات تھے۔ اس گروپ کے ارکان قتل کرتے تھے اور قتل کرنے کی حمایت کرتے تھے جو لوگ یہودی نہیں تھے وہ اُن کو بھی قتل کر دیتے تھے۔ اس گروپ کے رہنما کو اُس کے مخالفین نے قتل کر دیا۔

کارناوڈا کیمپ میں ہم سب قیدیوں کو پوسٹ کارڈز دیئے گئے تا کہ ہم اپنے رشتہ داروں کو اتوار کے دن ملاقات کیلئے بلا سکیں۔ ہر کوئی کارڈ لکھ رہا تھا لیکن میں یہ سوچ

رہی تھی کہ میں کس کو لکھوں شاید سب کو ہی گرفتار کرلیا گیا ہو۔

میرے آس پاس سب لوگ پوسٹ کارڈ لکھ رہے تھے اور ہر کوئی یہی سوچ رہا تھا کہ شاید ان کے گھروں میں ان کا پیغام وصول کرنے کیلئے کوئی موجود ہو کہ نہ ہو۔ بہت سے بیٹے ایسے ہوں گے جو کہ اپنا ایمان کھو چکے ہوں گے۔ بہت سی عورتوں کے خاوند جیل میں ہوں گے۔ اور جب وہ دن آیا کہ ہم اپنے رشتہ داروں سے ملیں تو کسی کو ان سے ملنے کی اجازت نہ دی۔ میں اتوار کے دن جب جاگی تو ابھی اندھیرا تھا۔ کھڑکی کے شیشوں پر برف پڑی ہوئی تھی۔ میں یہ خواہش کررہی تھی کہ صبح جلدی ہو جائے۔

اور آخر کار صبح ہو گئی۔ میں جلدی سے گیٹ پر گئی جو کہ کیمپ سے کافی دور تھا اور راستہ بھی کافی دشوار گزار تھا لیکن مجھے ملنے کیلئے کوئی نہ آیا۔

پھر اچانک مجھے میرا بیٹا نظر آیا۔ اب وہ پہلے سے کمزور تھا اور لمبا ہو گیا تھا اور اُس نے بہت بُرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اُس کے ساتھ ہماری کلیسیا کے پادری صاحب کھڑے ہوئے تھے۔ (اگرچہ کچھ واقعات کی وجہ سے ہمارے اور پادری صاحب کے درمیان فاصلہ بڑھ گیا تھا اور پادری صاحب ہم سے نفرت کرنے لگے تھے لیکن اس تمام عرصہ کے دوران انہوں نے کبھی ہم سے محبت کرنا بھی نہ چھوڑی اور ہماری مدد کرنا بھی نہ چھوڑی) میں نے ان کی طرف ہاتھ ہلایا لیکن وہ اتنی زیادہ عورتوں کے درمیان جو وہاں کھڑی ہوئی تھیں مجھے دیکھ نہ سکے۔ میں جلدی سے کمرے میں واپس گئی۔ اور جو عورت میرے ساتھ والے بستر پر سوتی تھی اُس نے میری طرف غور سے دیکھا اور میرے کپڑوں کا غور سے مشاہدہ کرنا شروع کر دیا۔ اُس نے کہا کہ اگر تم اس حلیے میں اُس بچے کے پاس گئی تو وہ ڈر جائے گا تم میرے کپڑے اُدھار لے لو۔

تاتنہ نے مجھے اچھے رنگوں والی قمیض دی۔ والیا نے مجھے بالوں پر باندھنے کے لئے سکارف دیا موزے اور رومال بھی دیا۔ جب سب میرے کپڑوں کی تعریف کر رہے تھے تو بہت سے لوگ کمرے میں داخل ہوئے۔

وہ فاتحانہ انداز میں اندر آئے اور ان کے درمیان میں رینا تھی۔ ہمیں سزا دی جانے والی تھی۔ پچھلے ہفتے میں بہت زیادہ لوگ اپنا کام پورا نہ کر سکے جس کی وجہ سے یہ سزا دی گئی کہ ہم اپنے رشتہ داروں سے نہ ملیں۔ وہ لمبا سفر کر کے بخارسٹ سے یہاں آئے تھے اور انہوں نے یہاں آنے کے لئے وہ رقم بھی خرچ کر دی تھی جس کی اُن کو سخت ضرورت تھی۔ لیکن اس تمام محنت کا صلہ انہیں کچھ بھی نہ ملا۔ اور ہم اسکے خلاف ایک لفظ بھی نہیں بول سکتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم وہ کپڑے اور کھانا بھی وصول نہیں کر سکتے تھے جو کہ وہ اپنے ساتھ ہمارے لئے لے کر آئے تھے۔

تمام افراد جو کہ تقریباً تیس تھے سارا دن دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے کہ شاید کمانڈر اپنا فیصلہ بدل لے۔ لیکن اُس نے ایسا نہ کیا۔ اب ہم انہیں نہ تو دیکھ سکتے تھے اور نہ ہی ان کی طرف ہاتھ ہلا سکتے تھے۔ سارا دن گارڈز ہمیں گیٹ کے پاس سے دور کرتے رہے۔ انہوں نے پستولوں کے رخ ہماری طرف کئے ہوئے تھے۔ ایک عورت تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آ کر ہمیں دیکھتی لیکن شام کے وقت وہ چلے گئے۔

اگر جیل والوں نے یہی شرط رکھی تو میں تو شاید کبھی میحائی سے نہ مل سکوں جلاوہ سے بہت قیدی آئے تھے۔ بھوک اور بیماری نے انہیں اس قابل نہ چھوڑا تھا کہ وہ اپنا روزانہ کا کام مکمل کر سکیں۔ ہمیں دوبارہ پوسٹ کارڈز دیئے جانے تھے اس لئے ابھی امکان تھا کہ ہم دوبارہ اُن کو بلا سکیں۔

کچھ ہفتوں کے بعد میحائی دوبارہ کارنا ووڈا آیا۔اس دفعہ ہمیں رشتہ داروں سے ملنے کی اجازت تھی لیکن چونکہ ہمارے نام حروف تہجی کی ترتیب سے لئے جارہے تھے اس لئے میرا نام آخر میں آیا۔اور یہ ممکن تھا کہ سارا دن میری باری نہ آتی۔جو کپڑے میں نے پہنے تھے وہ باری باری ساری عورتوں نے پہنے۔تقریباً تمام عورتیں اپنی باری کے انتظار میں ساری رات جاگتی رہیں اور جب اُن کی باری آئی تو ان میں بات کرنے کی ہمت ہی نہ رہی۔اگر ہم اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے بارے میں پوچھتے تو گارڈز ہمیں کچھ نہ بتاتے۔وہ کپڑے جو لوگ لے کر آئے تھے وہ بھی ہمیں نہ دیئے گئے اوراس ملاقات سے تمام افراد کو خوشی کی بجائے مزید دکھ ملا۔وہ جلدی سے ادھار مانگی ہوئی چیزیں واپس کرنے گئیں لیکن دوسرے قیدیوں نے انہیں چھین لیا جیل میں موجود افراد ہماری طرف دُکھ بھری نظروں سے دیکھتے اور کہتے کہ جب دو مہینوں کے بعد ملاقات ہو تو ہماری باری بھی آجائے۔اس کے بعد ہمیں گیٹ کے قریب واقع کمروں میں لے گئے۔لیکن جیسا کہ جنیوا میں وعدہ کیا گیا تھا ہم نے سارا دن اپنے رشتہ داروں کیساتھ نہ گزارا۔ہماری ملاقات کچھ اس طرح کے حالات میں ہوئی کہ ہم ایک کمرے میں ایک دوسرے سے کافی دور کھڑے تھے اور گارڈز ہمارے درمیان ہونے والی تمام باتوں کو سن رہے تھے۔لیکن جب میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو مجھے سب کچھ بھول گیا کہ میں قیدی ہوں اور جیل میں ہوں اور میرے کپڑے گندے ہیں۔میں نے دور ہی سے اس کو اپنے گلے لگالیا۔ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔وہ بہت کمزور ہو گیا تھا۔اور بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔پندرہ منٹ بہت جلدی گزر گئے۔ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہی رہ گئے اور کچھ نہ کہہ

سکے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اتنے دور سے میخائی کو کہا تھا کہ اپنے پورے دل سے مسیح پر بھروسہ رکھے۔ میرے خیال میں میں نے اُسکے ساتھ یہ سب سے اچھی بات کی کیونکہ میں نے جیل میں رہ کر اور مختلف لوگوں سے مل کر یہ تجربہ حاصل کیا تھا کہ صرف مسیح ہی زندگی کے اندھیروں میں انسان کو روشنی دکھا سکتا ہے۔

وہ بھی اُن ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں کی طرح تھا جن کے پاس کوئی بڑا ان کی رہنمائی کرنے کیلئے موجود نہ تھا اور اس بات سے کمیونسٹ لوگ فائدہ اٹھاتے تھے۔ کمیونسٹ ان جوانوں کا حال مصرف بیٹے والا کر دیتے تھے جس نے اپنا سارا مال غلط کاموں میں خرچ کر دیا اور پھر سوروں کے ساتھ رہنے لگا۔ کمیونسٹ ان جوانوں کے خیالات کو بھی اتنا پست کر دیتے کہ اُن کی زندگی سوروں کی طرح ہو جاتی۔ میں نے اس لئے اس کو مسیح پر ایمان رکھنے کو کہا کیونکہ میں جانتی تھی کہ مسیح کے پاس ابدی زندگی ہے اور وہی ایک بے ماں کے بچے کی رہنمائی کر سکتا ہے۔

وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔ کیونکہ ہر ماں کو اپنا بیٹا بہت پیارا لگتا ہے اس ملاقات کا جو نتیجہ نکلا وہ مجھے اپنے رہا ہونے کے بعد معلوم ہوا۔ مجھے زور سے دھکیل کر باہر نکال دیا گیا۔ پھر مجھے کیمپ سے باہر لے جایا گیا۔ ہماری جھونپڑی کا ہر فرد ہمارے گرد جمع ہو گیا وہ یہ جاننا چاہ رہے تھے کہ مائیکل نے مجھے کیا کہا ہے۔ اور وہ کیسا ہے۔ میں نے صرف اپنا سر ہلایا۔ کئی گھنٹوں تک میں کوئی لفظ نہ بول سکی کیونکہ میں ذہنی طور پر کہیں اور تھی۔ جیل میں نہیں تھی۔ ہر شام قیدی کسی اپنے کا انتظار کرتے۔ بہت دفعہ وہ کسی ایسے شخص کا انتظار کرتے جس نے کبھی نہیں آنا تھا۔ اب وہ لوگ اپنے بستر پر پڑے اونچی آواز میں رو رہے تھے۔

کارسر

(سزا دینے کا آہنی بکس)

ہر جھونپڑی میں رات کے وقت ایک عورت کو محافظ کے طور پر جاگتے رہنا پڑتا تھا۔ ہم کس چیز کی حفاظت کرتے تھے یہ ہمیں کبھی نہیں بتایا گیا (میں نے اندازہ لگایا کہ یہ خود کشیاں روکنے کیلئے تھا) لیکن آپ کو کھڑے رہنا ضروری تھا کیونکہ سو جانے کی سزا بہت بھیانک تھی۔ کمرے کی چھت پر ایک بڑا بلب تھا جس کے نیچے عورتوں کی قطاریں لیٹی ہوئی تھیں۔ کچھ زور زور سے خراٹے لیتی تھیں۔ کبھی کوئی برا خواب دیکھ کر ڈر کے مارے اُٹھ کھڑی ہوتی۔ ہر چہرے پر دکھ اور کرب نمایاں تھا۔ باہر بہت خطرناک ہوا تھی۔ لگتا تھا کہ اس ہوا نے ان سب اجنبیوں کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے۔ بوڑھی جوان فیشن والی اور سادہ عورتیں۔ ان سب میں ایک ہی بات مشترک تھی یعنی دُکھ اور درد۔

جب میں چھوٹی تھی تو مجھے رات اچھی نہیں لگتی تھی مگر اب میں خواہش کرتی تھی کہ رات آئے کیونکہ اس سے میں سارے دن کی مشقت سے آرام پاتی تھی۔ لیکن پھر بھی میں رات کے وقت سو نہیں سکتی تھی۔ میں اکثر اٹھ کر دعا کرتی تھی اپنے کیمپ کی عورتوں کیلئے اور اس طرح کی لاکھوں قیدیوں کیلئے۔ پھر مغرب کے مسیحیوں کیلئے جو کہ سکون سے سو رہے تھے پھر اُن کیلئے جو ہمارے لئے دُعا کر رہے تھے۔ ایک دن میں

جاگ رہی تھی اور تانیہ کی محافظت کی ذمہ داری میری تھی۔ میں نے اسے کہا کہ میں تمہاری جگہ فرائض انجام دے لیتی ہوں لیکن اس نے اس سے انکار کر دیا حالانکہ اسے سونے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی تھی۔ اس نے کہا کہ تم سو جاؤ۔ جب اس نے دیکھا کہ میں سو نہیں رہی تو وہ میرے پاس آگئی اور آہستہ آہستہ مجھ سے باتیں کرنے لگی۔ اس نے مجھ اپنے چوری کے واقعات بتائے۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک ایسی جیل میں قید تھی جہاں 4000 خواتین قید تھیں۔ اُن قیدیوں میں سے ایک خاتون وہ تھی جو اسی جیل کی ایک بڑی افسر رہ چکی تھی۔ اُس نے اپنے دور میں کسی کمیونسٹ عورت سے کوئی زیادتی کی تھی اور اس کی سزا بھگت رہی تھی۔ وہ اپنے دور میں جوان لڑکیوں کو رات میں جیل سے باہر بھیج دیتی تھی۔ اور ان کی چوری کی ہوئی چیزوں سے اپنا حصہ لیتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب میں نے اس سے خدا کے بارے میں بات کرنا چاہی تو وہ بولی کہ خدا کے پاس پہنچنے سے پہلے مذہبی راہنما تمہیں مار دیں گے۔ یہ رومانیہ کا ایک عام محاورہ تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ مذہبی استاد ہمیں خدا کے پاس لانے میں مددگار ہو سکتے ہیں اور وہ کسی کو مارتے نہیں ہیں۔

میں نے اسے بتایا کہ کائنات میں دو طرح کی دنیائیں ہیں روحانی اور جسمانی، جسمانی دنیا میں چوری کرنے سے منع کیا جاتا ہے لیکن روحانی دنیا میں آپ جتنا چرا سکتے ہیں چرا لیں۔ کیونکہ جسمانی دنیا کے برعکس روحانی دنیا میں چوری کرنے سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ آپ جتنا علم حاصل کر سکو کر لو۔ میں اس بات کے خلاف نہیں کہ تم چور ہو لیکن اس بات کے خلاف ہوں کہ تم کیا چراتی ہو۔ جو تم ایک وقت چراتی ہو یہ تم سے چھینا جا سکتا ہے لیکن اگر تم خدا کی حکمت اور علم چراؤ گی تو یہ تم سے کبھی چھینا نہیں

جائے گا۔علم کے علاوہ کچھ بھی چرانا غلط ہے۔خدانے ہم میں سے ہر ایک کو عزت، شرم وحیا، وقار، غروراور خوف وغیرہ دیئے ہیں یہ ہماری ذاتی ملکیت ہیں اور کسی کو انہیں نہیں چرانا چاہئے۔ ہرانسان ایک ایٹم کی طرح ہے جس کے اندر داخل نہیں ہوا جا سکتا اور اگرایسا ہوتو یہ بہت تباہی کا باعث بنتا ہے۔

اگر چہ ہمیں جیل میں کبھی پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں دیا گیا پھر بھی تانیہ پرندوں کا خیال رکھتی اور اپنی کچھ روٹی کے ٹکڑے باہر لے جا کر پرندوں کو ڈال دیتی۔اسے ایسا کرتے دیکھ کر مجھے یہی خیال آتا کہ دنیا میں کوئی شخص بھی مکمل طور پر برا نہیں ہوتا۔وہ ایسے وقت میں پرندوں کو کھانا ڈالتی جب وہ خود بھوکی ہوتی تھی۔ چوروں کے اندر اس طرح کی باتیں دیکھ کر میں بہت متاثر ہوتی۔ ہم لوگ تو پرندوں کو اس لئے کھانے کو دیتے ہیں کہ بعد میں ہم انہیں کھالیں گے لیکن تبت کے علاقہ کے لوگ جنگلی جانوروں کو باہر کیک اوراس طرح کی دوسری اشیائے خوردنی ڈال کر آتے تھے۔قاتل عورتوں اوراس طرح کی دوسری جرائم پیشہ عورتوں میں بھی مجھے کئی اچھی عادات اور باتیں نظر آتی تھیں۔اس جگہ پرہمیں ہراتوار کو خدا کے خلاف واعظ سنایا جاتا تھا۔جب ہم آرام کرنا چاہتی تھیں تو ہمیں زبردستی ایک ہال میں لے جایا جاتا اور ایک کمیونسٹ عورت ہمیں خدا کے بارے میں اپنے خیالات بتاتی اور ساتھ ہی ہمیں یہ بھی بتایا جاتا کہ اگر ہم خدا کے بارے میں بات کریں گی تو ہمیں سخت سزا دی جائے گی۔ وہ کہتی کہ جیل کے باہر ہر شخص ہی اب کمیونسٹ ہے اور ہم آپ کو بھی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔کمیونسٹ پارٹی حکمران ہے وہ ہی ہمارے لئے بہتر سوچ سکتی ہے۔آپ یہاں جیل میں نہیں ہیں بلکہ یہاں آپ کو تعلیم دینے کیلئے لایا گیا ہے۔تا کہ آپ اپنے اوراپنی اگلی نسل کیلئے

اچھا مستقبل بنا سکیں۔ اور باہر جا کر ایک اچھے شہری جیسی زندگی گزار سکیں۔

اس کے علاوہ جیل میں گانے کے پروگرام ہوتے جن میں روسی فاتح فوج کی شان میں گانے گانا پڑتے تھے۔ قیدیوں میں کچھ عورتیں جرمن تھیں۔ اُن سے جرمنوں کے خلاف گانے کو کہا جاتا۔ اس طرح انہیں بے عزت کیا جاتا۔ اب مجھے سمجھ آئی کہ مسیح کے ٹھٹھوں میں اڑائے جانے کا ذکر کرنا کیوں ضروری تھا۔ جسمانی زخم تو ٹھیک ہو جاتے ہیں لیکن بے عزتی کے زخم کبھی ٹھیک نہیں ہوتے اور جیل والے ان قیدیوں کو یہی زخم دینا چاہتے تھے۔ ایک جرمن عورت گاتے ہوئے لگا تار روتی جا رہی تھی اور اُس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ جیل کی افسران اس کا مذاق اڑا رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں۔ اسی طرح ایک درمیانی عمر کی جرمن عورت کو روس کیلئے شکر گزاری کی نظم پڑھنے کو دی گئی تھی۔ کہ ایک پیاری ماں (روس) تیرا شکریہ کہ تو نے ہمیں جرمن نازیوں سے رہائی دی۔ جو کوئی اس سارے کام میں دلچسپی کا اظہار نہ کرتا اسے سخت سزا دی جاتی تھی۔ جاسوس قیدی عورتیں تمام عورتوں پر نظر رکھتی تھیں اور ان کی شکایت لگاتی تھیں۔ میں ان تمام عورتوں پر ترس کھانے اور ان کی تعریف کرنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ ان میں کچھ کیلئے تو یہ بہت مصیبت تھی لیکن کچھ کیلئے کچھ گھنٹے کا سکون بھی تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اگر رومانیہ کا مشہور (مذہبی موسیقار اورل بارگن روسی فوج کا ترانہ نہ لکھتا تو وہ بھی ہمارے ساتھ اسی جیل میں ہوتا اور اسی طرح کے گانے سن رہا ہوتا اور نظمیں پڑھ رہا ہوتا جن کا مقصد آپ کو بے عزت کرنا ہی ہے۔ مجھے بھی دوسری قیدی عورتیں کہتی کہ تم اس پروگرام کی تعریف کرو اس میں دلچسپی لو۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ اس میں خدا کی اور میرے ملک کی تذلیل کی جاتی ہے تو میں ایسا نہیں کر سکی

میں پیچھے کھڑے ہوئے لوگوں میں شامل ہو جاتی۔ لیکن میں چھپی نہیں رہ سکی۔ کسی نے میری شکایت کر دی اور شام کو مجھے کمانڈر کے دفتر میں بلا لیا گیا۔ وہ ایک سخت خاتون تھی اور مجھے کہنے لگی کہ تم نے کل شام کے پروگرام میں تالی کیوں نہیں بجائی۔ تمہارا رویہ انقلاب کے خلاف ہے اور یہ تمہاری تربیت کیلئے درست نہیں ہے۔ ہم نے تمہارا بہت لحاظ کیا ہے لیکن اب تمہارے لئے دوسرا طریقہ استعمال کیا جائے گا۔

اس رات مجھے اپنی جھونپڑی میں جانے کی اجازت نہیں دی گئی بلکہ دو محافظوں نے مجھے لے جا کر کارسر (یعنی سزا دینے کا آہنی بکس) میں ڈال دیا۔ یہ ایک تنگ الماری نما چیز تھی جس میں آپ صرف کھڑے ہو سکتے تھے اور اس میں ہوا کے لئے کچھ سوراخ تھے اور کھانے کی چیز اس کے نیچے والے حصہ سے اندر دھکیل دی جاتی تھیں۔ اس طرح کے بکس ہر جیل میں موجود تھے اور قیدیوں سے جھوٹے بیان دلوانے کیلئے استعمال کئے جاتے تھے نہر کے بیگار کیمپوں میں یہ سزا عام تھی۔ کچھ گھنٹوں کے بعد میرے پاؤں میں جلن شروع ہو گئی میرا خون میرے پورے جسم میں ایک درد کی طرح دوڑنے لگا۔ میں نے سوچا کہ یہ مجھے کتنی دیر تک یہاں رکھیں گے۔ ایسے حالات میں میں کتنی دیر زندہ رہ سکوں گی؟ مجھے معلوم تھا کہ ان بکسوں میں کئی لوگ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے تھے۔ یہ وبا ساری دنیا میں پھیل رہی تھی۔ لیکن میں اس سے کیسے بچ سکتی تھی۔ مجھے رچرڈ نے ایک دعا سکھائی تھی جو ایتھوز پہاڑ پر رہنے والے پادری کیا کرتے تھے کہ اے یسوع خدا کے بیٹے ہم پر ترس کھا میں نے یہ دعا کرنا شروع کر دی۔

رچرڈ نے مجھے بائبل میں موجود ہندسوں کے بارے میں بھی بتایا تھا کہ ہم کس طرح کسی لفظ کا عدد معلوم کر سکتے ہیں۔ میں نے وقت گزارنے کیلئے گنتی کا طریقہ

اپنانے کی کوشش کی بکس کی چھت پر کہیں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے جن کی آواز سنائی دیتی تھی میں نے انہیں گننا شروع کر دیا۔

ایک: ایک خدا ہے۔ دو: خدا نے دس احکام دو تختیوں پر لکھے۔ تین: تثلیث کا عدد ہے۔ چار: مسیح اپنے برگزیدوں کو زمین کے چار کونوں سے جمع کرے گا۔ پانچ: توریت میں پانچ کتابیں ہیں۔ چھ: شیطان کا عدد 666 ہے۔ سات: سات مقدس عدد ہے وغیرہ۔ جب مجھے کسی عدد سے بائبل کی کوئی بات یاد نہ آتی تو میں پھر ایک سے شروع کر دیتی۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی دیر تک یہ کرتی رہی لیکن ایک وقت آیا جب میں نے پوری آواز کے ساتھ رونا شروع کر دیا۔ پھر ایک وقت آیا جب میں ایسے الفاظ کہنے لگی جو میرے لئے کوئی معانی نہیں رکھتے تھے لیکن دراصل میں خدا سے دعا کر رہی تھی۔ اس دوران میرا ذہن بالکل ہلکا ہو گیا۔

کلیسیاء میں بھی تو یہ موجود ہے جسے غیر زبان میں دعا کرنا کہا جاتا ہے۔ دراصل زبان اپنی بات کہنے کے لئے ایک ناکامل ہتھیار ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مجھے خدا سے محبت ہے مجھے کھانے سے محبت ہے اور مجھے اپنی بیوی سے محبت ہے۔ ہم ان سب کیلئے ایک ہی لفظ محبت استعمال کر رہے ہیں۔ محبت اور نفرت کے درمیان بھی بہت سی حالتیں ہوں گی جن کو بیان کرنے کیلئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ ماں اپنے بچے کے لئے جو کچھ سوچتی ہے وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا کچھ الفاظ دل کی گہرائی سے نکلتے ہیں جن کی سمجھ صرف خدا کو ہوتی ہے۔ بہت ہی شدید جذبات اور تکلیف میں ہمارے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جو کسی لغت میں موجود نہیں ہوتے۔ ہمارا ذہن کام نہیں کرتا۔ جیسا کہ بائبل کہتی ہے کہ جو غیر زبان میں بات کرتا ہے وہ آدمیوں سے

نہیں بلکہ خدا سے بات کرتا ہے۔

اس کارسر میں اسی کیفیت نے مجھے ذہنی توازن کھودینے سے بچالیا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد میں ہوش میں آئی تو میرا ذہن تازہ ہو چکا تھا۔ اس طرح کی زبان کا ایک اور فائدہ مجھے معلوم ہوا کہ اس میں آپ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ خیر یہ وقت گزر گیا۔

ایک دن جیل کا افسر ہمارے معائنہ کیلئے آیا تو اسے معلوم ہوا کہ کسی ایک عورت کے محافظ آدمی کے ساتھ غلط تعلقات تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے ان تمام واقعات کی خبر اعلیٰ حکام کو دی اور ہم عورتوں کو مردوں سے الگ ایک کیمپ میں بھیج دیا گیا۔ اسکا نام کیمپ نمبر 4 تھا۔

کیمپ K4 کی سردیاں

ہم دریائے ڈینوب کے کنارے پر کام کرنے کیلئے صبح سویرے کیمپ سے روانہ ہوئے۔ پانی کے اندر پتھروں کا فرش بچھایا جانا تھا۔ ہم ایک ریڑھی میں کافی پتھر بھر کے انہیں پانی میں گراتے تھے۔ اس سے پانی اُٹھتا تھا اور ہمارے اوپر گرتا تھا۔ اتنی شدید سردی میں ہم بہت جلد اس ٹھنڈے پانی سے بھیگ گئے۔ میری انگلیاں سردی کی وجہ سے سوج گئی تھیں۔ شام کو ہمیں ان گیلے کپڑوں کے ساتھ ہی سونا پڑتا کیونکہ ان کو سکھانے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ اگر آپ کوئی چیز باہر پھیلا دیتے تو وہ چوری کر لی جاتی تھی۔ عام طور پر میں گیلے کپڑے اپنے سرہانے کے نیچے رکھ کر سوتی اور صبح انہیں گیلے ہی پہن لیتی۔ یہ رستے میں جاتے ہوئے سوکھ جاتے۔ ہم وہاں سورج کو ترستے تھے کہ ہمیں تھوڑی گرمی مل جائے۔

اگلے ہفتے مجھے پتھر بھرنے پر لگا دیا گیا۔ اس طرح میں بھیگنے سے بچ جاتی۔ لیکن ان پتھروں سے میرے ہاتھ بری طرح زخمی ہو جاتے تھے۔ میرے ناخن بھی زخمی ہو چکے تھے۔ شدید تھکن کی وجہ سے مجھے درد کا احساس کم ہوتا تھا۔ پتھر اٹھانے کے لئے جھکنا، اٹھنا اور اسے ریڑھی میں ڈالنا مجھے لگتا تھا کہ میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔

شام کے وقت کیمپ میں ایک نئی کار آ کر رُکی۔ قیدیوں کے ساتھ ساتھ محافظ بھی پریشان تھے۔ کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ قیدیوں میں سے کسی کو سوال و جواب کیلئے

کہیں لے جایا جانے والا تھا۔ کیونکہ یہ کارخفیہ پولیس کی لگ رہی تھی۔ وہاں پر موجود ہر عورت خاموشی سے دعا کر رہی تھی۔ کہ ہمیں دوبارہ سے اذیت دینے کیلئے نہ لے جایا جائے۔ اچانک گارڈ کی زور زور سے بولنے کی آواز آئی۔ عام طور پر یہ گارڈ افسران سے زیادہ ظالم ہوتے تھے۔

اس دفعہ ہم میں سے کسی کو کمرے میں سے نہ نکالا گیا بلکہ ایک عورت کو گارڈ کے سپرد کر دیا گیا۔ گارڈ نے اسے آگے کی طرف دھکا دیا اور اُس کو کام پر لگا دیا۔ وہ ایک دبلی پتلی سی عورت تھی۔ وہ ایک بڑے پتھر کو تھوڑا سا آگے دھکیلتی اور گر پڑتی اُس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ یہاں پر کچھ مہینے تک ہی زندہ رہ سکے گی۔

اس دوپہر کو تو میں اس عورت سے کوئی بات نہ کر سکی لیکن شام کو جب میں دو گھنٹے آلو چھیلنے کے بعد اپنے کمرے میں واپس آئی تو وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرے پر گرد پڑی ہوئی تھی اور آنسو کے نشان اس کی گالوں پر نظر آرہے تھے میں نے اُس کا منہ دھونے میں اُس کی مدد کی۔ جب وہ کچھ بہتر ہوئی تو ساری عورتیں اُس کے گرد جمع ہو گئیں اور کہا کہ ہمیں اس کے لئے کپڑوں اور جوتوں کا انتظام کرنا چاہیے جب دوسری قیدی عورتوں نے اس کو کپڑے اور جوتے دیئے تو اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ اپنی کہانی بتانے لگی۔

اسے دو سال تک قید تنہائی میں رکھا گیا۔ اس دوران جب وہ بخارسٹ میں تھے تو دس دن تک اُس کو سونے کی اجازت نہ دی گئی۔ تیز روشنی اس کے چہرے پر ڈالی جاتی تھی جس کی وجہ سے اب اسے صرف قریب کی چیزیں ہی نظر آتی تھیں۔

لیکن یہ اتنی بڑی بات نہ تھی۔ اس کے بعد اس نے ایک بڑا سوال کیا۔ یہ بات سچ

ہے کہ ہم اپنے بچوں سے یہاں پر مل سکتے ہیں۔ میرے ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں میں نے ان کو اپنی امی کے پاس چھوڑا تھا۔ وہ ستر سال کی تھیں۔ اور ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ کیا کوئی ایسا راستہ ہے جس کے ذریعے میں ان کے بارے میں جان سکوں؟ ہم نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں اپنے بیٹے سے ملی تھی لیکن اس بات سے وہ اور افسردہ ہوگئی اور اُس نے کہا کیا ہم اتنے فاصلے سے ایک دوسرے سے ملیں گے؟ لیکن مجھے تو دور سے نظر ہی نہیں آتا۔

یہ کہہ کر اُس نے رونا شروع کر دیا۔ آنے والے دنوں میں باقی عورتوں نے اُس کے بارے میں جاننے کی کوشش کی لیکن وہ بالکل خاموش ہوگئی۔ وہ بہت کمزور تھی۔ میں نے اسے اپنے حصے کا کھانا کھلانا چاہا لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔

اب ہم جانتے ہیں کہ مسیح نے آخری فسح کے موقع روٹی پر اور پھر شیرے پر برکت کیوں دی۔ اکثر ہم کھانے کے شروع میں دعا کرتے ہیں۔ لیکن یہاں پر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی اپنی الگ حیثیت ہوتی ہے۔ کوئی بھی کبھی یہ نہیں کہتا ہے کہ میرے پاس شوربہ تو ہے کاش میرے پاس روٹی بھی ہوتی۔ لوگ اکثر اس طرح کہتے ہیں کہ میرے پاس روٹی کے ساتھ شوربہ ہے۔ اور اس طرح کرنے سے ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اچانک وہ روتے ہوئے میری بانہوں میں آ گئی۔ کچھ دیر کے بعد اُس نے رونا بند کر دیا۔ اُس نے کہا: ''میری ماں بھی تمہاری طرح ایک خدا پرست عورت تھی۔ میری بڑی خواہش ہے کہ میں اس سے مل سکوں۔ وہ بہت مضبوط تھیں ہم سب ان سے ہمت حاصل کرتے تھے۔ اور میں بہت بے وقوف تھی۔ کاش میں ان کی باتوں کو غور سے سنتی اس نے مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتایا۔'' اس نے جو باتیں

بتائیں وہ وہی تھیں جو کہ ہر کمیونسٹ بتا رہا تھا۔ 1951ء میں کامریڈ سپاہیوں نے بہت سے کمیونسٹ لوگوں کو گرفتار کیا۔ کیونکہ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ فاشسٹ لوگوں کے اپنے خیالات تھے ان کی حکومت کا زمانہ گزر چکا تھا۔ مسیحیوں کے پاس محبت تھی لیکن ان کا وقت ابھی نہیں آیا تھا لیکن کمیونسٹ عورتوں کا کوئی حال نہیں تھا۔ وہ کمیونسٹ پارٹی کی خدا کی طرح پرستش کرتی تھیں لیکن اس وقت وہی پارٹی ان کو معصوم لوگوں کی طرح قتل کر رہی تھی۔ یہ لوگ بھی میری طرح ہی دکھ اٹھا رہے تھے۔ اب انہیں یہ احساس ہو رہا تھا کہ ان پر کس طرح کے لوگ حکمران تھے۔

حلینہ محکمہ تعلیم میں اعلیٰ افسر تھی اور اس کا خاوند بھی پارٹی کا وفادار تھا اور حکومت میں اعلیٰ درجے کا افسر تھا۔ حلینہ نے کمیونزم کیلئے بہت زیادہ کام کیا۔ اُس کے بچوں نے بھی اس طرح کے ماحول میں تربیت پائی۔ اُس نے کہا کہ کمیونزم کے لئے جان بھی دے سکتی تھی میرا یہ نظریہ تھا کہ جب پارٹی اختیار میں آئے گی تو رومانیہ کو جنت بنا دے گی۔ پھر اُس کو ایک لڑکے سے محبت ہوگئی لیکن جلد ہی اس لڑکے نے حلینہ کو چھوڑ دیا جس کا حلینہ کو بہت دکھ ہوا حلینہ نے اپنے دوست کو بتایا کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا وقت ضائع کیا۔ اُس دوست نے اُس لڑکے کے بارے میں خفیہ پولیس کو بتا دیا خفیہ پولیس نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کو اس قدر اذیت دی کہ وہ پاگل ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد حلینہ بھی گرفتار ہوگئی۔ اس کے بعد حلینہ نے اس دوست سے شادی کر لی اور اس کے دو بچے بھی ہو گئے۔

آخر حلینہ کو عدالت میں لایا گیا اور اس لڑکے کو بھی جس سے وہ محبت کرتی تھی۔ یہ پیشی دس سالوں کے بعد ہوئی اور یہ دس منٹ تک جاری رہی۔ وہ بالکل کمزور ہو گیا

تھا۔اس نے پوری پیشی کے دوران نہ میری طرف دیکھا اور نہ ہی میرے ساتھ بات کی۔اس سے بڑھ کر یہ کہ حلینہ کے خاوند کی نوکری چھن گئی تھی اس کے بچوں کو سکول سے نکال دیا گیا تھا اور بچوں کے ساتھیوں نے ان کے ساتھ کھیلنا بند کر دیا تھا۔

حلینہ نے بتایا کہ اسے ہر وقت اپنے خاوند کا خیال آتا یہاں تک کہ وہ تمام دن اور رات اس کے بارے میں سوچتی رہتی۔ مجھے اس کا ناامید چہرہ اور اس کی بے حس و حرکت آنکھیں نظر آتی تو میں یہ سوچتی کہ میں اس سے کیوں ملی۔

حلینہ کی باتیں سن کر مجھے رچرڈ کی بات پھر یاد آ گئی۔اکیلے بیٹھ کر اپنے ماضی کے گناہوں کو یاد کرنا دوزخ میں ہونے کے برابر ہے۔کیونکہ پرانی یادیں آگ کی طرح ہوتی ہیں۔اور جب پرانی یادیں ہمارے ذہن میں آنے لگیں تو ان سے بچنے کیلئے نہ تو کوئی کتاب نہ ریڈیو اور نہ ہی کوئی ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں جا کر سکون حاصل کریں۔ حلینہ کی یادیں بہت خوفناک تھیں۔جیل میں موجود ہر عورت کا ماضی اس طرح کی یادوں سے بھرا ہوا تھا۔اور ہر شخص کسی حد تک خدا پرست تھا یہاں تک کہ ہر کوئی خدا پر بھروسہ رکھتا تھا اور ہر کوئی چاہتا تھا کہ اس کی دعا سنی جائے۔

لیکن ان کی دعائیں غلط تھیں۔یہ بالکل ایسا تھا کہ وہ دعا کر رہے ہوں کہ دو اور دو مل کر چار بنانے کی بجائے کچھ اور بنائیں۔گناہ کا اقرار کرنا بہت زیادہ مایوسی کا باعث بنتا تھا۔ یہاں موجود عورتیں زیادہ تر جنسی بے راہ روی، بدکاری، دھوکہ دہی اور اس طرح کے دوسرے گناہوں میں ملوث تھی۔عورتیں چاہتی تھیں کہ وہ اس بارے میں بات کر سکیں تاکہ وہ اپنی تکلیف میں کمی محسوس کر سکیں۔ مجھے داؤد کے الفاظ یاد آئے کیونکہ اس نے بھی اسی طرح کا گناہ کیا تھا۔"مبارک ہے وہ جس کے گناہ چھپائے

گئے۔ اور خدا نے ان کو اس طرح چھپایا کہ انسانوں کے سامنے اُن کو ظاہر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔'' ہمارے کمرے میں بخارسٹ کے ایک بڑے کاروباری کی بیوی بھی موجود تھی۔ وہ جنگ سے پہلے ایک ہنس مکھ عورت کے طور پر مشہور تھی لیکن اب اس کی دوست عورتیں اس کو ملتیں تو اس کو بالکل نہ پہچان سکتیں پہلے اس کے کپڑوں اور زیورات کی وجہ سے اس کی جاننے والی عورتیں اس کی تعریف کرتی تھیں لیکن اب اُس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ اکثر مجھے دور سے اس انداز میں دیکھتی تھی جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ جب وہ بات کرتی تو کہتی کہ اگر مجھے یہاں سے رہائی مل گئی تو میں دوبارہ سے ویسی ہی زندگی گزاروں گی۔ کئی ہفتوں کے بعد اس نے مجھے اپنی کہانی بتائی۔ جب کمیونسٹ پارٹی اختیار میں آئی تو میرے خاوند کو قتل کر دیا۔ اس کے چلے جانے سے میں بیوہ ہوگئی۔ میرے پاس پیسہ بھی نہ رہا اور میری جوانی بھی ڈھلنے لگی۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ اُس نے مزید بتایا میری تمام اچھی چیزیں مجھ سے چھن گئیں مجھے کام کرنا پڑا جس کی وجہ سے میرے ہاتھ خراب ہوگئے۔ میرے دوستوں نے میرے ساتھ رابطہ توڑ لیا۔ اس کے بعد مجھے دوبارہ شادی کرنے کا موقع ملا۔

مجھے ایسا لگا کہ میری بیٹی جو بہت چھوٹی تھی میرے راستے کی رکاوٹ ہے۔ یہ بتاتے ہوئے اُس کو پسینہ آنے لگا۔ وہ مجھے کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن اُس میں ہمت نہ تھی میں نے اُس کے ہاتھوں کو پکڑ لیا اور اُس نے پھر مجھے بتانا شروع کیا۔ میں نے اپنی بیٹی پر توجہ دینا کم کر دیا۔ میں اس کو کم کھانا دیتی تھی۔ میں اسے ڈانٹتی تھی۔ وہ بہت کمزور ہوگئی۔ لیکن میں نے پھر بھی اُس پر توجہ نہ دی۔ مجھے ایسا لگا جیسے کہ وہ مر جائے گی۔ یہ بتاتے ہوئے اسے شدید درد محسوس ہوئی اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اگر وہ واپس

چلی بھی جائے تو اُس کو آرام نہیں ملے گا۔ میں نے بالکل اُس کی پرواہ نہ کی۔ میں اُسکو گھر میں اکیلا چھوڑ کر چلی گئی۔ تا کہ میں آدمی کے ساتھ وقت گزار سکوں۔ مجھے ایسا لگا کہ میری بہتری اسی میں ہے۔

پھر جب سردیوں کی ایک رات کو وہ سو رہی تھی تو میں نے کھڑکی کھول دی اور اُس پر کمبل نہ دیا تا کہ اُس کو سردی لگے اور بیمار ہو جائے۔ میں اُس کو کم کھانا کھلاتی تھی اور کئی دفعہ میں یہ کہتی کہ بچے کیلئے تازہ ہوا اچھی ہے اس لئے مجھے اس کو زیادہ کھانا کھلانے کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسے مارا نہیں لیکن وہ میری بے توجہی کی وجہ سے فوت ہو گئی۔

وہ یہ باتیں بہت آہستہ بتا رہی تھی تا کہ کوئی اور نہ سن لے۔ اس نے مزید بتایا ''میں نے یہ بات پہلے کسی کو نہیں بتائی۔ میں جانتی ہوں میرے اس گناہ کی کوئی معافی نہیں ہے''۔ میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمیں اس طرح نہیں سوچنا چاہیے اس لئے مسیح کا مطلب ''پُر فضل ہے'' ہے اور وہ سب گناہ معاف کرنے پر قادر ہے۔

اس نے مجھے بتایا کہ اگر میں یہاں سے رہا ہو گئی تو میں ضرور ایک اچھے انسان کی طرح زندگی بسر کروں گی کیونکہ میں نے یہاں پر بُری زندگی گزارنے کے نتائج دیکھ لئے ہیں۔ میں نے اسکو بتایا کہ حقیقت میں کوئی بھی اچھا نہیں ہے اس لئے کہ رسولوں نے بھی یہی بات بتائی ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو وہ جھوٹ بولتا ہے لیکن اگر ہم اپنے گناہوں کا اقرار کریں تو وہ ہمیں معاف کرنے پر قادر ہے۔

زینا کی کہانی یہاں ختم ہو جاتی ہے۔ اُس کا گناہ یہ تھا کہ اُس کا خاوند ایک اچھا انسان نہیں تھا اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی وجہ سے زینا کا انداز زندگی بھی بدل گیا تھا۔ اُس کے اسی انداز زندگی کی وجہ سے اُس کے پڑوسیوں نے اس کی شکایت

پولیس کو لگا دی۔ اور اس کو دو سال کی سزا ہوگئی۔ میں مختلف جیلوں میں مختلف لوگوں سے ملی۔ ان میں سے کئی کو بڑی عجیب وجوہات کی وجہ سے قید کیا گیا تھا۔ مثلاً کیمپ K-4 میں ایک بوڑھی عورت قید تھی جس کو سب دادی کہتے تھے اُس کا گناہ یہ تھا کہ ایک دفعہ اُس نے ایک پاگل آدمی کی مدد کی تھی۔

اُس پاگل آدمی نے ایک دھاتی سکہ بنایا اور اُس پر لکھا Emperos, Nicolai, of Rumania۔ اُس آدمی کا نام Nicolai تھا اور وہ لوگوں کو یہ سکہ دے کر کہتا تھا کہ جب میں بادشاہ بنوں گا تو تم میرے وزیر ہو گے۔

خفیہ پولیس نے اس آدمی کو اور اس کے سارے دوستوں کو پکڑ کر تحقیق کی اور جس شخص کے پاس یہ سکہ ملتا اُس کو پندرہ سے بیس سال کیلئے جیل میں بھیج دیا جاتا۔

اگر دادی ایک معمولی سی ملازمہ تھی لیکن پھر بھی وہ کافی ذہین تھی۔ اور اس میں لوگوں کی حقیقت معلوم کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔

ہمارے نئے حکمران لاعلم نہیں بلکہ جاہل ہیں کیونکہ چوکیدار بھی خفیہ پولیس میں افسران بنے ہوئے ہیں اور حکومت کے بڑے افسران بھی اسی جہالت کا شکار ہیں کیونکہ Deorghiu Dej جو کہ پہلے ریلوے میں ملازم تھا اب پارٹی کا حکمران ہے۔ اس وقت ملک میں یہ بات عام ہوگئی تھی کہ Georghiu Dej دوسروں کے سامنے تکبر سے کہتا تھا کہ ہم نے رومانیہ میں تعلیم کی کمی کو ختم کر دیا ہے تو کیا ابھی بھی ان پڑھ لوگ موجود ہیں۔ تو جنرل نے جواب دیا جی ہاں۔ لیکن حکومت میں کوئی ان پڑھ نہیں ہے۔ کینال میں موجود افسران عام طور پر یہاں موجود میلی اور خراب حلیے والی عورتوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور اگر مجبوراً ان کو بات کرنی پڑ جاتی تو وہ

ہمیشہ پارٹی کا ایک ہی مشہور نعرہ لگاتے اور پارٹی کے لیڈروں کے بارے میں بات کرتے اور اگر ان سے کسی اور کے بارے میں پوچھ جاتا تو وہ ہرگز کچھ نہ بتاتے کیونکہ ان کو پارٹی کے علاوہ اور کسی چیز کا علم ہی نہ تھا۔

اعلیٰ افسران کی بے وقوفیوں اور ان سے نیچے کے طبقے کی بے راہ روی کے شکار امیر زادوں کی وجہ سے جیل میں بے گناہ قیدیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔

جیل میں ایک لیڈی ڈاکٹر موجود تھی جس کو اس لئے قید کیا گیا تھا کیونکہ اُس کے خیال میں رومانیہ میں بنائے گئے تھرمامیٹر کی بجائے مغرب میں بنائے گئے تھرمامیٹر زیادہ بہتر تھے۔ جیل میں اس ڈاکٹر کی ملاقات ایک نرس سے ہوئی جس کو اس لئے قید کیا گیا تھا کہ اُس نے اپنے اعلیٰ افسران کی بات حکومت کو نہیں بتائی تھی۔

دو اور عورتیں بھی قید تھیں جن میں سے ایک کیرل بادشاہ کی بیگم تھی اور دوسری کمیونسٹ وزیراعظم کی۔ دونوں کو اس لئے قید کیا گیا کہ وہ اپنی اعلیٰ ظرفی کو دوسروں کے سامنے بڑھا چڑھا کر پیش کرتی تھیں۔

میں بہت سے فرقوں کے لوگوں سے ملی جنہوں نے بپتسمہ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ ہفتے کے دن جو ہفتہ کا ساتواں دن ہے Seventh Day Adventists کے فرقے سے تعلق رکھنے والی عورتوں کی پریڈ کروائی جاتی اور اُن سے کام کروایا جاتا تھا اگر وہ کام کرنے سے انکار کر دیتیں تو اُن کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا جاتا۔ اسی طرح اور تھوڈوکس، کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کلیسیا کے لوگوں سے اتوار کے دن کام کروایا جاتا اور اگر یہ لوگ کام سے انکار کرتے تو ان کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا۔

بہت سی عورتوں کو اس لئے قید کر لیا گیا کہ انہوں نے کنواری مریم کو دیکھنے کا دعویٰ

کیا تھا۔ بخارسٹ میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی شخص کسی چرچ کی طرف اشارہ کرتا کہ دیکھو کنواری مریم تو بہت سے لوگ وہاں اکٹھے ہو جاتے ان لوگوں کو پادریوں نے منع کیا اور پولیس نے کئی لوگوں کو گرفتار بھی کیا لیکن پھر بھی لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

جب لوگوں کو چرچ کی کسی کھڑکی پر کنواری مریمؑ کا دیدار ہوتا تو پولیس اس کو توڑ دیتی اور اس طرح چرچ کی ساری کھڑکیاں ٹوٹ گئیں اور اس کے بعد یہ نظارہ لوگوں کو پولیس ہیڈکوارٹر کی کھڑکیوں پر نظر آنے لگا۔ اس لئے بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔تقریباً گیارہ بجے ہمارے کمرے کے دروازے کو بہت زور سے کھولا گیا۔ تقریباً درجن مرد گارڈز چلاتے ہوئے اندر داخل ہوئے کیونکہ بڑے افسران معائنہ کرنے کیلئے آنے والے تھے۔ ڈرتی اور کانپتی ہوئی عورتیں جلدی سے اٹھیں اور اپنی چیزیں سمیٹنے لگیں ایک بڑا افسر پورا یونیفارم پہنے ہمارے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا کہ جو خواتین کوئی اور زبان بول سکتی ہیں وہ ایک قدم آگے بڑھ کر کھڑی ہوں یعنی انگلش یا فرنچ۔ بہت سی عورتیں آگے بڑھیں ان میں سے کئی استاد اور کئی اور اعلیٰ عہدوں پر فائز تھیں۔ ہمارے نام لکھ لئے گئے۔ ہمیں مزید دو گھنٹے جاگنا پڑا تا کہ ہم افسران کے لئے فرنچ اور جرمن زبان میں کسی بات کا ترجمہ کر سکیں۔

صبح جب ہم کام کرنے کیلئے گئے تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے کہ میں ترجمے کرنے والے کے طور پر کسی آفس میں بیٹھ کر کام کر سکوں۔

اُس دن میں نے جسیکا کے ساتھ کام کیا جو کہ ایک جرمن عورت تھی۔ وہ ایک اچھی عورت تھی جو کہ اس بُرے ماحول میں بھی مسکراتی رہتی تھی۔ میں نے اسے بتایا کہ کل رات ہمارے کیمپ میں کیا ہوا۔

اُس نے مجھے بتایا کہ ہر کیمپ میں اسی طرح ہوتا ہے افسران آ کر ہماری قومیت پوچھتے ہیں اور ہم بڑی خوشی سے بتاتے ہیں کہ شاید ہمیں ہمارے ملک روانہ کر دیا جائے لیکن یہ سب کچھ صرف ہمیں دکھ دینے کیلئے ہی کیا جاتا ہے کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کچھ ہی دیر کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ سچ بول رہی تھی اور یہ ہمیں تکلیف دینے کا ایک طریقہ تھا۔ کئی دفعہ ہمارے بستر پر سے آدھی رات کے وقت ترجمہ کرنے کی غرض سے اُٹھا لیا جاتا۔ ایک دفعہ کھلاڑی عورتوں کی فہرست تیار کی گئی اور بتایا گیا کہ رومانیہ میں اولمپکس گیمز کے لئے کھلاڑیوں کی کمی واقع ہوگئی ہے اور جو کوئی دوڑ سکتا ہو یا اُچھل کود کر سکتا ہو یا تیر سکتا ہو اس کو تربیت کیلئے لے جایا جائے گا اگرچہ جیل میں موجود عورتیں مشکل سے چل سکتی تھیں لیکن پھر بھی ان کو یہ کام کرنا پڑا۔

اس سب کو دیکھ کر میں نے بھی ایک منصوبہ بنایا اور عورتوں کا ایک گروپ تیار کیا جو کہ کمیونسٹ گیت سیکھ کر گاتی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک ڈرامہ بھی پیش کیا گیا جس کا نام ''حقیقی خوشی'' تھا اس میں بتایا گیا تھا کہ مل جل کر رہنے میں ہی حقیقی خوشی ہے جبکہ مادہ پرستی کی وجہ سے انسان بُرے نتائج دیکھتا ہے۔ اور جب ہمیں کہا گیا کہ ہم امریکہ میں موجود بھوکے لوگوں کیلئے روئیں تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت واقعی ہی رو رہی تھی۔ اس ڈرامے کے دوران سب سے افسردہ کر دینے والا موقع اُس وقت تھا جب ڈرامے کے اختتام پر لوگ ہمیں داد دے رہے تھے ظلم کرنے والے اور ظلم سہنے والوں کے درمیان محبت اور نفرت کا ایک رشتہ قائم ہو گیا۔ وہ گارڈ جو ہمیں مارتے اور ہمارا مذاق اڑاتے تھے۔ اکثر ان کو بڑی محبت سے مخاطب کیا جاتا تھا۔

جو نوجوان گارڈ تربیت حاصل کرنے کے بعد وہاں پر آتے تھے وہ پہلے والوں

سے زیادہ ظالم ہوتے تھے کیونکہ ان کی تربیت کے دوران انہیں بتایا جاتا تھا کہ ہم غنڈے ہیں۔ وہ ہر وقت اس بات کو ذہن میں رکھتے۔ وہ ہر وقت ہمارے ساتھ رہتے تھے اور اس ویران جگہ پر ہمارے ساتھ زندگی گزار رہے تھے۔ اور جب ہمیں لائنوں میں میلوں چلایا جاتا تو وہ ہمارے ساتھ چلتے تھے اور جب ہم مزدوری کرتے تو وہ ہمارے ساتھ کھڑے ہوتے اور اگرچہ ہمارے ساتھ بات کرنا منع تھا پھر بھی وہ کبھی کبھار ہمارے ساتھ بات کرتے۔ کچھ دیر کے بعد انہیں احساس ہوا کہ وہ چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ نہیں بلکہ سادہ اور عام گھریلو کام کرنے والی عورتوں کے ساتھ وقت گزار رہے ہیں۔ یہ وہ وقت تھا جب گارڈز کو احساس ہوا کہ انکے اپنے رشتہ دار بھی بھوک کا شکار ہیں اور ان کو بھی گرفتار کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے اپنی نوکری پر فخر کرنا چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی ان کا پارٹی پر اعتماد بھی ختم ہو گیا۔ چرچ پر حملہ اور اس کے بعد چرچ سے وابستہ لوگوں پر حملوں نے لوگوں اور گارڈز کی ذہنیت کو تبدیل کر دیا۔

کیمپ K4 میں کچھ سکول کی لڑکیاں قید تھیں جن کو اس لئے قید کیا گیا تھا کہ وہ محبّ وطن طلبہ کے گروپ میں شامل ہو گئی تھیں ان میں ایک پندرہ سال کی لڑکی ماریہ تھی جو کہ بہت خوبصورت تھی اور مزدوری کرنے کی وجہ سے وہ زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے اندر بہت اعتماد تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ جانتی تھی کہ سب اس کو پسند کرتے ہیں۔ ایک خوبصورت لڑکی نینا جو کہ وہاں پر گارڈ تھی وہ اس خوبصورت لڑکی کے ساتھ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ ایک دن نینا نے میری مسیحی دوستوں میں سے ایک سے پوچھا کہ ''کیا تم بھی راہبہ ہو'' تو میں نے جواب دیا نہیں ''میں پادری کی بیوی ہوں''۔ ہاں انہوں نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تھا کہ تم اپنا کھانا دوسروں کو

دے دیتی ہو۔اس طرح تو تم بیمار ہو جاؤ گی۔اُس گارڈ نے مجھے کہا کہ غسل خانے میں جاؤ اور سیدھے ہاتھ کی طرف ہاتھ بڑھانا۔وہ گئی اور اس نے ہاتھ بڑھایا اور اسے کاغذ میں لپٹا ایک سینڈوچ ملا۔میری اور کارین کی کئی دفعہ بات ہوئی۔اور اس نے بتایا کہ جب وہ چھوٹی تھی تو وہ چرچ جایا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہوگئی تب بھی چرچ جاتی رہی۔

ایک دفعہ گھر واپس جاتے ہوئے میں ایک یوتھ لیڈر سے ملی۔ وہ مجھ سے پوچھتی رہی کہ تم کہاں تھی کیا تم چرچ سے آ رہی ہو؟ میں نے اُس کو بتایا کہ میں نے سال پہلے یہ سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور میرا دل کر رہا تھا کہ میں اس سے کہوں کہ تمہارا اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہے۔ جب میں گھر آئی تو بہت زیادہ روئی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے پطرس کی طرح میں نے بھی مسیح کا انکار کیا ہے۔

اگرچہ وہ روئی لیکن نینا میں پطرس کی طرح طاقت نہ تھی کہ وہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے معافی مانگتی۔ اُس نے اپنی مرضی سے چرچ جانا چھوڑ دیا اور ملیٹیا میں ایک کیمپ میں گارڈ بن گئی۔اُس نے قیدیوں پر بہت زیادہ ظلم کئے۔اب اُسے معلوم ہوا کہ کمیونزم نے ان کے گاؤں میں بھی لوگوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔اب اُسے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔میرے ماں باپ کے پاس اب تھوڑی سی رقم باقی رہ گئی تھی کیونکہ جب ہماری جائیداد پر قبضہ کیا گیا تو کچھ چیزیں بچ گئی تھیں۔ میں نے نینا سے کہا کہ وہ میرا پیغام میرے گھر والوں کے پاس لے جائے کہ میں ٹھیک ہوں۔

جب وہ ہمارے گھر گئی تو میرے ڈیڈی نے اُس سے وعدہ کیا۔ اگر میرے لئے کچھ چیزیں لے کر آئی تو وہ نینا کو کچھ رقم یا کوئی تحفہ دیں گے۔اس سے نینا کی زندگی کو

خطرہ تھا لیکن پھر بھی وہ میرا پیغام لے کر آ گئی اور میرے لئے چیزیں لے کر آئی اور اُس نے رشوت لینے سے انکار کر دیا۔ جب نینا ماریہ کے گھر گئی تو اُس پر نئی چیزوں کا انکشاف ہوا۔ اُسے معلوم ہوا کہ ماریہ کا گھر ایک پُرسکون اور محبت بھری جگہ ہے۔ اس تجربے سے نینا کا کمیونزم پر اعتماد اور کم ہو گیا۔ جب میں نے اُس سے بات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ اُسکے دل میں ابھی مذہب کے خلاف نفرت موجود ہے جو کہ تربیت کے دوران اُسکے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ اُس کا دل بند تھا۔ جب میں نے اس سے مسیح کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا کہ کمیونسٹ لوگ مسیح کے سب سے اچھے دوست ہیں اور اگر جنت ہے اور مسیح اس میں انصاف کرتا ہے تو ہمیں وہ معاف کر دے گا۔ تمہارا خاوند پادری تھا تمہارے خیال میں وہ کتنے لوگوں کو مسیح کے پاس لایا۔ شاید 100 لوگ لیکن کمیونسٹ لوگ ایسے ہزاروں لوگوں کو مسیح کے پاس بھیجتے ہیں جن کے منہ پر مسیح کا نام ہوتا ہے۔ ہم نے اُس کی جنت کو بھر دیا ہے۔ اُسے ہمارا شکر گزار ہونا چاہئے۔

اس کے اس بیان سے مجھے بائبل کا یہ بیان یاد آیا کہ جہاں گناہ زیادہ ہوتا ہے وہاں فضل بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جس نے ساؤل کے دل میں مسیحیت کیلئے نفرت پیدا کی تھی اُسی نے اس کے دل میں محبت بھر دی اس طرح اس کمیونسٹ عورت کا مذاق جو کہ اُس نے عیسائیوں کو جنت میں بھیجنے کے بارے میں کیا تھا اصل میں اُس کے دل کی تبدیلی کی طرف ایک قدم تھا نینا پھر سے عیسائیت کی طرف لوٹ آئی۔ اس لئے کہ برائی تو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے لیکن اچھائی بہت کم ملتی ہے۔

1951ء میں نینا کیمپ K4 سے غائب ہو گئی۔ پھر تین نئے گارڈز جیل میں آئے یہ ان تین محافظوں میں سے تھے جن کو قیدیوں سے رشوت لینے کی وجہ سے سزا

دی گئی تھی۔اس میں سے ایک نینا بھی تھی جس کو دس سال کی سزا دی گئی تھی۔

جب ماریہ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ بہت روئی۔

میں نے ماریہ کو سمجھایا کہ وہ اتنا پریشان نہ ہو۔ کیونکہ وہ قیدی ہو کر زندگی گزارنا منافق کے طور پر زندگی گزارنے سے زیادہ پسند کرے گی۔

ہم اکثر نینا کے بارے میں بات کرتے اور کارینا کہتی تھی کہ وہ جب اپنی سزا پوری کر کے لوٹے گی تو وہ زیادہ مضبوط ایمان والی مسیحی ہوگی۔وہ مشکلات برداشت کرنے کے بعد زیادہ بہادر ہو جائے گی اور زیادہ کھل کر مسیحیت کے بارے میں دوسرں سے بات کر سکے گی۔لیکن اگر وہ قید میں ہی مر گئی؟ تو اس میں بھی خدا کی کوئی بھلائی ہوگی کیونکہ خدا اس آدمی کو بھی ضرور صلہ دیتا ہے جو کہ کسی ضرورت مند کو ایک کپ پانی ہی دے دے خدا اس کو بھی بدلہ دے گا اور جو کوئی ایمانداری کی حالت میں فوت ہوتا ہے وہ دوسروں کے لئے بڑی مثال چھوڑتا ہے۔

دریائے ڈینوب

ساری رات برف باری ہوتی رہی اور جب ہم قطاریں بنا کر کھڑے تھے تو مستقل برف باری ہو رہی تھی۔ جیل کا ٹاور دھند میں بالکل غالب ہو گیا۔ اور ہوا بہت آہستہ چل رہی تھی۔ تھوڑی دور کچن میں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اس روز بہت زیادہ عورتوں نے بیمار ہونے کا بہانہ کیا۔ اور ڈاکٹر کرتزانو جو کہ خود بھی ایک قیدی تھی نے ان میں اکثر کو چیک کرنے کے بعد بتایا کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں اور کام کر سکتی ہیں۔ اس ڈاکٹر نے برف اور بارش سے بچنے اور کمروں کے اندر رہ کر کام کرنے کیلئے اپنے آپ کو بیچ ڈالا تھا۔ اُس کے پاس زندگی اور موت کی طاقت تھی اس لئے کہ اس نے حال ہی میں کام کا آغاز کیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ان میں سے کچھ عورتیں جن کو وہ کام کرنے کیلئے بھیج رہی ہے موت کا شکار ہو جائیں گی۔ کچھ عورتیں تو یہ سن کر ہی پیلی ہو جاتیں کہ ان کو باہر جا کر کام کرنا پڑے گا۔ اس لئے وہ زیادہ عورتوں کو بیمار ہونے کا سر ٹیفکیٹ دیتی تو اس کے بچنے کے اور رہائی کے مواقع بھی کم ہو جاتے۔

جیل میں کمرہ نمبر دس میں بھی ایک لیڈی ڈاکٹر تھی۔ یہ اُس ڈاکٹر سے بہت اچھی ڈاکٹر تھی اس کی عمر تقریباً ساٹھ برس تھی اور اس میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ باہر جا کر کام کر سکے۔ اس کی ساتھی قیدی عورتیں پوری کوشش کرتیں کہ اس کو کام نہ کرنا پڑے لیکن جیل والے پہلی ڈاکٹر کو ہی استعمال کرتے تھے اور اس عمر رسیدہ ڈاکٹر کو ریڑھے کھینچنے

پڑتے تھے۔ یہاں پر ہمیں کسی مرض کے لئے کوئی دوائی نہیں دی جاتی تھی یہاں تک کہ دانت کی درد بھی ہمیں برداشت کرنا پڑتی تھی۔ کیمپ میں عورتیں سخت مشقت کرنے کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کا شکار ہوگئی تھیں۔ جیل کی لیڈی ڈاکٹر بیماری کی تشخیص تو کردیتی لیکن اُس کا علاج نہیں کرتی تھی۔ جب ہم برف میں چل رہے تھے تو کارین نے کہا کہ ہمیں ڈاکٹر کرتزانو کے بارے میں بُرا نہیں سوچنا چاہئے۔ وہ قابل رحم انسان ہے کیونکہ میں نے اُس کو روتے دیکھا ہے۔ اور وہ اس کام کیلئے موزوں ہے۔ مجھے اپنی ایک دوست یاد ہے جو کہ لیڈی ڈاکٹر تھی وہ اپنی مرضی سے ملیٹیا آ گئی اور کمیونسٹ لوگوں میں شامل ہوگئی تا کہ بہت سے ضرورت مند لوگوں کی مدد کر سکے۔ اُس نے بیماروں کی بہت زیادہ مدد کی۔ لیکن کسی نے اسکے بارے میں جیل والوں کو بتا دیا۔ اور اس کے بعد اس کو قید کر دیا گیا۔ وہ شاید کوئی فرشتہ تھی۔ ہم کالے آسمان کے نیچے برف سے ڈھکے سفید میدان میں چل رہے تھے۔ اور اردگرد پھیلی ہوئی خاموشی میں ہتھوڑوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اگلے دن میرے ہاتھ کی انگلیاں دو بڑے پتھروں کے درمیان میں آ گئی اور اس طرح زخمی انگلیوں کے ساتھ پتھر اٹھانے میں مجھے بڑی تکلیف محسوس ہوئی۔ ایک بزرگ عورت جو کہ وہاں پر نئی آئی تھی اس نے میری مدد کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مجھے فینی کے بارے میں پوچھا تو میں نے اسے بتایا کہ میں اسے جانتی ہوں کیونکہ جلاوا میں میں اُس کو فرنچ سکھاتی تھی۔ اسکے بعد ہم دونوں دوست بن گئیں۔ جب اس نے مجھ سے فینی کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ اس کو کینسر ہو گیا تھا اور لمبے عرصے تک علاج نہ کروانے کی وجہ سے وہ فوت ہوگئی۔

یہ سن کر اس عورت نے رونا شروع کر دیا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ عورت فینی

کی ماں تھی۔ ایک گارڈ ہمارے پاس آ گئی جس کی وجہ سے ہم بات نہ کر سکیں۔ جب اس عورت کو اپنی بیٹی کی موت کے بارے میں پتہ چلا تو اس نے کام کرنا نہ چھوڑا بلکہ آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ ہی وہ کام کرتی گئی۔ اور ہمارے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دل میں سے بھی خون نکلنے لگا۔ اگلے دن دوپہر کے کھانے کے وقت تک ہم اس کو تسلی دینے کیلئے کچھ نہ بول سکے۔ میں نے کہا کہ فینی ایمان کی حالت میں فوت ہوئی ہے اس لئے وہ جنت میں ہوگی اور ہمیشہ کی زندگی پا چکی ہوگی۔

تب میں نے اس کو بتایا کہ میں نے اپنے خاندان اور یتیم بچوں کو اسرائیل کے جہاز میں کس طرح کھو دیا تھا۔ انسان کو اطمینان اور سکون کو نہیں چھوڑنا چاہیئے اس لئے کہ انسان تو فانی ہے اور صرف خدا ہی لافانی ہے۔ اور اس کے پاس ہم آرام پا سکتے ہیں۔'' ہم کام سے تھک کر بیٹھے اپنی زخمی انگلیوں کو آرام دینے کی کوشش کر رہے تھے اور ہماری ٹانگیں اور بازو زیادہ کام کرنے کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ اُس بوڑھی عورت کا نام کورنلیا تھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ اُس کی بیٹی نے بہت سے قیدیوں کی بہت مدد کی اور انہیں ابدی زندگی کے بارے میں بتایا۔ میں نے دوسروں کی مدد کی اور آپ نے پتھر اٹھانے میں میری مدد کی۔ اور اوپر آسمان پر ایک ایسی ہستی ہے جو کہ ان لوگوں کی دیکھ بھال کرتی ہے جو کہ ہم سے جدا ہو جاتے ہیں۔'' یہ سب سن کر اُس کو کچھ تسلی ہوئی۔ ایک رات کو وہ میرے پاس آئی اور اگرچہ وہاں پر بہت سے محافظ موجود تھے لیکن پھر بھی وہ ان سے نظر بچا کر میرے پاس آ گئی۔ وہ میرے پاس آ کر میرے بستر پر بیٹھ گئی اور میرے بازو کو چھوا جس کی وجہ سے میں جاگ گئی اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

کورنیلیا مسکرا رہی تھی۔ ''مجھے اپنے پاس کچھ دیر بیٹھ لینے دو۔ میرے خیال میں

تمہارے پاس شیطان اپنی طاقت استعمال نہیں کر سکتا۔'' ہر ایک مسیحی کسی حد تک خدا کے جلال کو ظاہر کرتا ہے اور مشکل وقت میں یہ دوسروں کو بھی نظر آتا ہے۔

کورنیلیا نے بتایا ''ہمارے کمرے میں موجود افراد کو سزا ملی ہوئی تھی اور ہم ہر رات اپنے کمرے کے فرش کی صفائی کرتے تھے جس کی وجہ سے ہم اس وقت سے پہلے کمرے سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

اُس نے اپنی پتلی بازوؤں کو گرم کرنے کیلئے اپنے سویٹر کے اندر چھپالیا۔

''لیکن میں یہاں پر شکایت کرنے نہیں آئی۔ میں تمہیں وہ بات بتانے آئی ہوں جو میں نے اپنی پوری زندگی میں کسی اور کو نہیں بتائی۔''

اُس کے نازک چہرے پر دُکھ کے تاثرات خوشی میں تبدیل ہو گئے۔

''کل رات میں کپڑے تبدیل کئے بغیر سو گئی اور جیسے ہی میں لیٹی میں نے اپنے آپ کو ایک بڑے میدان میں پایا جو کہ ہر طرف پھولوں سے بھرا تھا اور خوشبو ہر طرف بکھری ہوئی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری بیٹی بھی یہاں موجود ہے۔ اگرچہ یہ بہت بڑا تھا لیکن پھر بھی یہ گھر کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے اتنے زیادہ پھول اور پودے کبھی اکٹھے ایک جگہ پر نہیں دیکھے۔ وہاں شہد کی مکھیاں اور بہت زیادہ تتلیاں تھیں۔ وہ میری طرف آ رہی تھیں۔ میری روح کو بہت سکون محسوس ہو۔ ایسا لگ رہا تھا کہ زمین کی ساری خوبصورتی ایک جگہ پر اکٹھی ہو گئی ہے۔

''میں ایک کونے میں اکیلی کھڑی ہوئی تھی مجھے ایک عورت میری طرف آتی ہوئی نظر آئی۔ اُس کی آنکھیں ایسی تھیں جو کہ دل کے اندر اُتر جائیں اور اس نے مجھے ایک پھول تھما دیا۔ اُس کی خوشبو اتنی خوشگوار تھی کہ میں اُسے ابھی بھی محسوس کر سکتی ہوں اور

اُس میدان کے درمیان میں سے مجھے ایک آدمی کی آواز سنائی دی جو کہ سلیمان کے گیت کے الفاظ دہرا رہا تھا۔ جیسے سوسن کا پھول پھولوں کے درمیان خوبصورت ہے ویسے ہی میری محبوبہ اسرائیل کی بیٹیوں کے درمیان ہے۔" تب میں جاگ گئی اور مجھے اندازہ ہوا کہ میں ابھی کینال میں ہی ہوں۔ اور محافظ میرا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن جب پانچ بجے تو میں اپنی کام کرنے والی جگہ پر جا کر پھرنے لگی جیسے کہ میں اپنی بیٹی کو خوش کرنے کیلئے ڈانس کر رہی ہوں۔"

اور ابھی تک اُس بڑے میدان کو دیکھ سکتی ہوں اور اُس میں موجود پھولوں کی خوشبو محسوس کر سکتی ہوں۔ اور اُس آواز کو سن سکتی ہوں اور وہ عورت تو مجھے کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔ یہ تمام یادیں اس عورت کے ذہن میں رہ گئیں اور اس نے اپنے اردگرد موجود چھوٹی چھوٹی خوبصورتیوں میں خدا کی موجودگی کو محسوس کرنا شروع کر دیا۔

کئی دفعہ دُکھ کی وادی میں سے اُٹھائے گئے کچھ پتھر خوبصورت بھی ہوتے ہیں۔

کئی دنوں کے بعد طوفان آیا میں پانی گرنے کی آواز سن کر جاگ گئی۔ وہ زمین جو لوہے کی طرح سخت تھی اب کیچڑ میں تبدیل ہو گئی تھی۔ کہیں کہیں برف موجود تھی لیکن وہ بھی ہوا کی وجہ سے پگھل رہی تھی۔ سردی اتنی شدید تھی کہ ہر کوئی اس کے ختم ہونے کی تمنا کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ محافظوں کو بھی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ جب انہیں سردی لگتی تو وہ کتوں کی طرح ہم پر بھونکتے۔ دور سے شاید بہار کی خوشبو آ رہی تھی۔ ہم نے پھر کام کرنا شروع کر دیا۔ ہم ڈینوب کے پیچھے ٹھنڈے پانی کے پاس چلے گئے تا کہ پتھر اٹھا اٹھا کر ندی میں پھینکیں اس کام کرنے کے دوران میرے ہاتھ سُن ہو گئے۔ آسمان پر اِدھر اُدھر سفید بادل پھیلے ہوئے تھے۔

سویڈن کی ایک فاحشہ عورت بھی ہمارے ساتھ تھی وہ چلتے ہوئے ایک محافظ جس کا نام پیٹر تھا کو مذاق کیا کرتی تھی اور باقی ساری عورتیں اس کے ساتھ مل کر ہنستی تھی۔ ایک دفعہ جب بارش کی وجہ سے ساری جگہ کیچڑ میں تبدیل ہوگئی تھی تو پیٹر نے اُس عورت کے سامنے چلتے ہوئے پاؤں کر دیا جس کی وجہ سے وہ کیچڑ میں گر گئی اور مکمل کیچڑ سے بھر گئی تو پیٹر نے اسے پکڑ کر اٹھایا۔ مجھے محسوس ہوا کہ کسی محافظ کا پاؤں میرے پاؤں کے اوپر تھا۔ ایک محافظ نے میری کلائی اور دوسرے نے میرے گھٹنوں کو پکڑا۔ جب میں نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی تو میں ہوا میں اڑتی ہوئی پتھروں کے اوپر جا کر گری اور اس کے بعد پانی میں بالکل بے حس و حرکت پڑی تھی لیکن میں ہوش میں تھی۔ میرے اوپر سے ٹھنڈا پانی تیزی سے گزر رہا تھا۔ کنارے پر سے لوگ چلا رہے تھے لیکن مجھے ان کی بات بالکل سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ ہر بار جب میں اٹھنے کی کوشش کرتی تو پانی پھر سے مجھے نیچے گرا دیتا۔ دو لوگوں نے مل کر مجھے پانی میں سے نکالا اور مجھے زمین پر سیدھا لٹا دیا۔

کسی نے مجھے بٹھانے کی کوشش کی۔ میں اپنے آپ کو بیمار محسوس کر رہی تھی۔ اب مجھے اپنے ایک طرف شدید درد محسوس ہوئی اور میں پھر سے نیچے گر گئی۔ میں تھوڑی دیر یہاں پڑی رہی اور پانی کے چلنے کی آواز سنتی رہی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جنت میں پانی چل رہا تھا۔ جب میں نے اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ میں ابھی زمین پر ہی ہوں۔ ایک عورت کی آواز آئی۔ یہ ٹھیک ہے اٹھو نہیں تو تم ٹھنڈی ہو جاؤ گی۔ ایک عورت نے مجھے اٹھانے کی کوشش کی۔ جب میں نے پیٹر کو دیکھا تو میں نے اپنے کپڑے ٹھیک کرنے شروع کر دیئے۔ میں سردی سے زیادہ یہ سوچ کر حیران

تھی کہ میرے ساتھ کیا ہوا ہے۔ میں دوسری عورتوں کی مدد سے قطار میں شامل ہوگئی۔

جب میں قطار میں شامل ہوئی تو عورتوں نے ہمدردی سے میری طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ پیٹر نے کہا۔ ٹھنڈے پانی سے نہانا بڑا اچھا ہوتا ہے۔

میرے کپڑے گیلے تھے اور ہم ٹرک میں بیٹھ گئے۔ ٹرک میں لگنے والا ہر جھٹکا میرے درد میں اضافہ کر رہا تھا۔ انہوں نے مجھے بڑے دھیان سے ٹرک پر بٹھایا کیونکہ انہوں نے واپس اتنے ہی قیدی لے کر جانے تھے جتنے صبح کو آئے تھے کیونکہ ایک قیدی کی موت سے حکومت ایک مزدور قیدی کھو دے گی۔

آخر ہم کمرے میں واپس پہنچ ہی گئے جب میں نے اپنے گیلے کپڑے اتارے تو مجھے اندازہ ہوا کہ میں کئی جگہ سے سوجی ہوئی ہوں۔ میرے جسم کے تمام حصے درد کر رہے تھے اور میں اپنے بازو کو بھی اوپر نہ اٹھا سکتی تھی میں ساری رات آرام دہ حالت میں لیٹنے کی کوشش کرتی رہی لیکن میں ناکام رہی۔ صبح کو ڈاکٹر کو دکھایا گیا تو اس نے کہا کہ میں کام کر سکتی ہوں۔ اس لئے مجھے باقی قیدیوں کے ساتھ کام کرنے کیلئے بھیج دیا گیا حالانکہ میں اپنی بازو بالکل نہیں ہلا سکتی تھی۔ میں نے کہا کہ میری پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں اس لئے میں کام نہیں کر سکتی لیکن پیٹر نے میرے بازو پکڑ کر مجھے باہر کھینچا اور کہا کہ تم نے کل کا کام بھی پورا نہیں کیا تھا۔ اس لئے تم آج کام کرو گی۔ اس نے مجھے پیچھے سے کمر میں اپنے بوٹ کے ساتھ مارا اور میں عورتوں کی قطار میں جا کر گر گئی۔

اس دن اور اس کے بعد میں کام کرتی رہی۔ میری دو پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں یہ بات مجھے رہائی کے بعد معلوم ہوئی۔ خدا نے مجھے معجزانہ طور پر شفا دے دی۔ قید میں کئی اور لوگوں کو بھی خدا نے معجزانہ طور پر شفا دی تھی۔

کیمپ K-4 کی گرمیاں

بہار کا موسم آ گیا۔ سڑک کے دونوں طرف ہری گھاس اُگنا شروع ہوگئی۔ یہ سڑک ہمیں بیگار کیمپ لے کر جاتی تھی۔ یہ گھاس آنکھوں کو بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ اس علاقہ میں بہت بارش ہوتی تھی تاہم یہاں پر زیادہ کانٹے دار جھاڑیاں ہی تھیں۔ ہوا اتنی تیز ہوتی تھی کہ چمچ سے کھانا منہ میں جانے سے پہلے ہوا میں اڑ جاتا تھا۔

یہ گھاس کھانے کیلئے بھی اچھی تھی۔ لیکن قیدیوں کو اس کی اجازت نہیں تھی۔ تاہم چوری چھپے ہم اس گھاس کو سلاد کے طور پر استعمال کر لیتے تھے۔ ہمیں اپنے جاسوسوں سے بھی چھپ کر یہ کام کرنا پڑتا کیونکہ وہ یہ بات بھی محافظوں کو بتا دیتے تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ایسا کرنے سے انہیں جلد رہائی مل سکتی ہے۔ یہاں پر بہت سے مینڈک بھی تھے۔ ان کا گوشت بھی بہت مزیدار سمجھا جاتا تھا لیکن ان کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی مینڈک غلطی سے ان جھونپڑیوں کی طرف آ جاتا تو اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑتے۔ رات کے وقت یہ مینڈک بہت شور کرتے تھے اور ان کی آوازیں میلوں تک سنی جا سکتی تھیں مجھے یاد آتا کہ بائبل مینڈک کی طرح کی روحوں کے بارے میں بات کرتی ہے۔ پہلے مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس سے کیا مراد ہے مگر اب میں سمجھ گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایک ہی بات کو دہراتے رہتے ہیں۔ روس کے حامی بھی ایسے ہی لوگ تھے وہ صرف اپنی پارٹی کی تعریف کرنا جانتے تھے۔ ہر بات کے بعد

مینڈک کی طرح۔ ''ہماری پارٹی زندہ باد'' اس علاقہ میں سانپ اتنے زیادہ نہیں تھے اور لوگ انہیں شوق سے کھاتے بھی نہیں تھے ایک خاص طرح کا سبز سانپ لوگوں کو پسند تھا لیکن اسے پکڑنا مشکل تھا۔ ایک دفعہ ایک بلی منہ میں یہ سانپ دبائے وہاں سے گزری تو سب نے اس بلی پر پتھر برسانا شروع کر دیئے لیکن وہ اپنا شکار چھوڑے بغیر جان بچا کر بھاگ نکلی۔

گوشت کھانے کا شوق دراصل غیر متوازن خوراک کھانے کی وجہ سے تھا۔ چاہے آپ آلو یا اس طرح کی دوسری سبزیوں کا سوپ پئیں ان میں مناسب پروٹین نہیں ہوتی لہٰذا وٹامن کی کمی کی بیماریاں عام تھیں جن میں اسہال کی بیماری سب سے زیادہ تھی۔ جلد کی بیماریاں ہمیشہ خراب ہو جاتی تھیں کہیں زخم لگ جائے تو ٹھیک نہیں ہوتا تھا۔ کسی نہ کسی کو کوئی نہ کوئی بیماری ضرور لاحق تھی۔ جس کی وجہ سے ہر قیدی تھکا ہوا ہی رہتا تھا۔ لیکن عورتیں مردوں کی نسبت خوراک کی کمی والی بیماریوں کا کم شکار تھیں۔ آدمیوں سے ہماری نسبت سے زیادہ کام کرایا جاتا اور انہیں کم خوراک دی جاتی تھی۔ ان کی زندگی ان کی ابتدائی عمر کی صحت سے وابستہ تھی۔

یہاں کیمپ میں ہر زندہ چیز جو حرکت کرتی ہو کھالی جاتی تھی۔ کتے بھی۔ لیکن ایک بزرگ نے ہمیں مشورہ دیا کہ چوہے مت کھانا۔

کیپ مِڈیا کے بیگار کیمپ میں تمام تر قیدی مرد تھے اور 70 سال سے زیادہ عمر کے تھے ان سے جانوروں کی طرح رسیاں ڈال کر کام لیا جاتا تھا۔ ان میں سے کوئی بھی مقررہ معیاد تک کام نہیں کر پاتا تھا اور اگر کوئی معیاد تک پہنچ جاتا تو معیاد بڑھا دی جاتی تھی۔ ان میں سے اکثر کام کی زیادتی کی وجہ سے مر جاتے تھے یا پھر اگر وہ کام

سے تھک کر چور ہو کر بے ہوش ہو جاتے تو محافظ انہیں ڈنڈے مار کر ہلاک کر دیتے تھے۔اس کیمپ کے ساتھ موجود قبرستان اس کیمپ سے بڑا تھا۔

بیگار کے کام کا معیار مقرر کرنا کمیونسٹوں کی ایجاد نہیں ہے ایسا بائبل کے زمانہ سے ہو رہا تھا۔ یہودی جب مصر میں غلام تھے تو ان کے ساتھ یہی ہوتا تھا۔ پہلے انہیں اینٹیں بنانے کیلئے بھوسا دیا جاتا تھا بعد میں یہ بھی روک دیا گیا۔ اور انہیں اسی تعداد میں روزانہ اینٹیں بنانے کو کہا جاتا تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ فرعون لوگوں کو کچھ اور نہیں دکھاتا تھا کہ یہودی یہاں پر بڑے آزاد ہیں اور جنت میں زندگی گزار رہے ہیں۔

باہر سے خبریں صرف نئی قیدی عورتیں ہی لاتی تھیں اور ان کی کمی نہ تھی ہر روز نئی قیدی عورتیں آتی تھیں۔ایک دن انہوں نے بیس عورتیں اس کیمپ میں داخل کیں۔ یہ سب کی سب طوائفیں تھیں جنہیں سڑکوں پر سے اور ان کے گھروں سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔ کمیونسٹ معاشرے کو صاف کرنے کا یہی طریقہ اپناتے تھے لیکن یہ علاج بیماری سے بدتر تھا۔ان خواتین نے آ کر خوب شور مچایا اور اپنے ایک خاص لہجے میں بات کرتے ہوئے انہوں نے کیمپ کا ایک کونہ اپنے لئے لگے الگ کر لیا۔ کچھ کیتھولک راہبائیں بھی قید میں تھیں انہوں نے ان طوائفوں کی رفاقت سے بچنے کیلئے ہم سیاسی قیدیوں میں پناہ لی۔ کئی خواتین ان طوائفوں سے بحث کر کے انہیں اچھی باتیں بتانے کی کوشش کرتیں لیکن انہیں جواب میں سوائے قہقہوں کے کچھ اور نہ ملتا۔اسی طرح ہر قسم کے قیدیوں کی اپنی ایک الگ دنیا تھی۔ کئی طوائفوں کے ہونٹوں پر زخم تھے اور وہ وہی برتن استعمال کرتی تھیں جو ہم کرتے تھے۔ان کے دل ان کے جسموں سے زیادہ بیمار تھے۔ کیونکہ ان سے کوئی اچھی بات نہیں نکلتی تھی ہم ساری خواتین اس کمرے میں

ایک بلب کی روشنی میں ایسے سوتی تھیں جیسے بے پروبال پرندے اپنی ماؤں کے نیچے لیٹے ہوں۔ ان میں راہبائیں اور طوائفیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ ایک طوائف ایک کیتھولک راہبہ کے بارے میں کہتی کہ یہ ایک اچھی عورت ہے لیکن اگر یہ پاکیزگی اور نیک چال چلن کی بات نہ کرے تو۔ یہ راہبہ اپنی ساتھیوں کے ایمان کو مضبوط کرنے کیلئے بہت محنت کرتی تھی۔ اس نے بتایا کہ ایک دفعہ ایک مقدس شخص نے ایک عورت کی طرف غلط نظر سے دیکھ لیا تو اس کی سزا کے طور پر وہ ساری رات گردن تک ٹھنڈے پانی میں کھڑا رہا۔

ایک طوائف نے کہا: اس کا اسے یا کسی اور کو کیا فائدہ ہوا؟ دوسری بولی ہماری بدقسمتی دیکھیں کہ ہمیں کبھی کوئی ایسا مقدس آدمی نہیں ملا۔ تاہم سسٹر میری اُن کی بات کو نظرانداز کر دیتی اور لڑکیوں سے کہتی کہ تم نے محافظوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا۔ وہ لڑکیوں کو بتاتی کہ پاکیزگی شیشے کی طرح شفاف ہوتی ہے اور اس پر لیا گیا سانس بھی اس پر نشان چھوڑ دیتا ہے لہٰذا تم نے کوئی بری سوچ بھی اپنے ذہن میں نہیں لانی۔ ایک طوائف بولی۔ تم اپنے مقدس فادروں کے بارے میں نہیں جانتیں انہیں اپنی روح کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ میں ذاتی طور پر کئی فادروں کو جانتی ہوں۔

سسٹر میری لڑکیوں کو بتاتی رہی کہ مقدس تھامس اتنے پاک شخص تھے کہ خدا کے فرشتہ نے ظاہر ہو کر ان سے وعدہ کیا کہ وہ انہیں کبھی کسی عورت کی آزمائش میں نہیں پڑنے دیں گے۔ طوائف نے مذاق کرتے ہوئے کہا یہ ایک ایسا وعدہ تھا جس کی دعا مقدس تھامس نہیں مانگتے ہوں گے اس کے بعد سسٹر میری نے سب لڑکیوں کو اکٹھا کر کے روزری پڑھنا شروع کر دی۔ اور طوائفیں ان کا مذاق اڑاتی رہیں۔ وہ ہر مذہبی چیز

کا مذاق اڑاتی تھیں مثلاً صلیب وغیرہ۔ اس کے بعد انہوں نے مقدسہ مریم کا بھی مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اس پر بعض دوسری قیدیوں نے بھی انہیں روکنے کی کوشش کی ایک قیدی نے اس طوائف کے منہ پر تھپڑ دے مارا اور اسے اس کی اوقات بتانے کی کوشش کی۔ کچھ طوائفیں بھی اس کو برا بھلا کہنے لگیں۔ ایک لڑکی عینی نے کہا کہ میں مذہب سے کوئی لگاؤ تو نہیں رکھتی لیکن میری موجودگی میں کوئی مقدسہ کنواری مریم کی توہین نہیں کر سکتا۔ وہ میری ماں کی طرح ہے۔

میں ذاتی طور پر ان دونوں نظریات کے خلاف تھی۔ طوائفیں زندگی کے ہر اصول کو توڑ دیتی تھیں۔ مریم مگدلینی بھی ایک بُری عورت تھی لیکن ایمان لانے کے بعد وہ مکمل طور پر بدل گئی۔ اب وہ آدمیوں کو اپنا جسم دینے کی بجائے روحانی تعلیم دینے کے قابل ہو گئی تھی۔ حقیقی محبت سے دوسروں کی مدد کی جا سکتی ہے۔ محبت کا مطلب ہے کہ ہم زندہ رہیں یا مر جائیں ہماری کوشش یہ ہو کہ دوسروں کی جان بچ جائے۔ جسمانی محبت اسی طرح ختم ہو جاتی ہے جس طرح کیڑے گوشت کو کھا جاتے ہیں لیکن روحانی محبت لافانی ہے۔ جس بشپ کا مذاق وہ طوائف اڑا رہی تھی وہ مسیح کی خاطر قید کیا گیا تھا۔ وہ یہ کہہ سکتا ہے خدا اسے معاف کر کے ہم سے بڑا مقام دے دے۔ دو لڑکیاں جو نئی آئی تھیں وہ بھی گلیوں میں پھرنے والی آوارہ لڑکیاں ہی تھیں لیکن وہ ان طوائفوں سے خوش اخلاق اور اچھے اطوار والی لیکن طوائفیں تھیں۔ انہیں بھی بغیر کسی وجہ کے جیل میں بھیج دیا گیا تھا۔ وہ بہت پراسراری تھیں۔

ان کے ماضی کے بارے میں کوئی نہیں جانتا تھا۔ مگر بہت سی عورتیں ان سے ملنا اور بات کرنا چاہتی تھیں۔ ایک عورت کہتی کہ کچھ لوگوں کو دوسروں سے گھلنا ملنا نہیں

آتا۔ یہ لڑکیاں ایسی ہی ہیں لیکن اب تو ہم سب ایک ہی کشتی کی سوار ہیں۔ ہمیں اپنے مسائل ایک دوسرے کو بتانے چاہئیں ورنہ دوستوں کا کیا فائدہ ہے۔ لیکن یہ دونوں لڑکیاں (سترہ سالہ فلورا اور انیس سالہ ڈیانا) کسی کو کچھ نہیں بتاتی تھیں۔ اگرچہ وکٹوریہ لگاتار ان سے جان پہچان بنانے کی کوشش میں رہتی تھی۔

ان لڑکیوں کے اس رویئے سے وکٹوریہ ناراض ہوگئی۔ وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی اور سگریٹ پینا اور دوسروں کی چیزوں پر قبضہ کر لینا اس کے شوق تھے۔ دوسری خواتین محافظوں کے پھینکے ہوئے سگریٹ کے ٹکڑوں پر لڑتی تھیں لیکن ڈیانا کو اس طرح کی چیزوں کی کمی نہ تھی۔

یہ لڑکیاں کام کرتیں اور سو جاتیں یہ میرے لئے بھی راز ہی رہتیں اگر ڈیانا نے ایک محافظ سے میرا نام نہ سن لیا ہوتا۔ محافظ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ تم کسی رچرڈ ورم برانڈ کو جانتی ہو اور میں اسے بتا رہی تھی کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ ڈیانا بولی۔ اچھا۔ تو تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں نے کہا اس کا کیا مطلب ہے۔ اس نے بتایا کہ اس کا باپ ایک غیر تربیت یافتہ مناد تھا اور وہ رچرڈ ورم برانڈ کی کتابیں پڑھا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میری روحانی خوراک ہیں۔ اس کے باپ کو بھی اس کے عقیدے کی وجہ سے جیل بھیج دیا گیا تھا۔ اور وہ اپنے پیچھے ایک بیمار بیوی اور چھ بچے چھوڑ گیا تھا۔ ڈیانا اور فلورا سب سے بڑی تھیں جب ان کا باپ جیل گیا تو انہیں فیکٹری کے کام سے نکال دیا گیا۔ اس طرح ان کے گھر میں فاقوں تک نوبت آ گئی۔

ایک دن ایک لڑکا مجھے سینما دکھانے لے گیا اور واپسی پر بہت سا کھانا کھلایا اور شراب بھی اس کے بعد اس نے جاتے ہوئے مجھے تحفے کے طور پر کچھ رقم دی۔ مجھے رقم

کی ضرورت تھی لہٰذا میں انکار نہ کرسکی۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے مجھے اپنے ایک دوست سے ملوایا اور ہمیں تنہا چھوڑ گیا۔ اس کے دوست نے بھی جاتے وقت مجھے روپے دیئے اور مجھے بتایا کہ اُس نے میرے ساتھ وقت اس دوست کے کہنے پر ہی گزارا ہے۔ اس طرح میں ایک طوائف بن گئی۔ اب مجھے فیکٹری کے کام میں اتنی دلچسپی بھی نہیں رہی تھی جس کا اس لڑکے نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے کام دلائے گا۔ لہٰذا میں نے اپنی زندگی گزارنا شروع کردی۔

ڈیانا میرے منہ کی طرف دیکھ رہی تھی وہ بولی تمہیں حیرانی ہوئی کہ ایک مبلغ کی بیٹی طوائف۔ میں نے اس سے کہا تم طوائف نہیں ہو تم ایک قیدی ہو اور طوائف ہونا تمہاری زندگی کے ماضی کا ایک حصہ ہے۔ اب تم تبدیل ہو چکی ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ تم نے مجھے اپنی ساری کہانی سنا دی ہے۔ لیکن ڈیانا کو اس سے سکون نہیں آیا۔ وہ بستر پر بیٹھ گئی۔ اس نے ہاتھ ایک دوسرے سے باندھے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر مایوسی اور احساس جرم نمایاں نظر آرہا تھا۔

اگر یہ سب میرے تک ہی محدود رہتا تو اتنی بُری بات نہ تھی۔ میں نے اپنی بہن کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ یہ اُسی شخص کا مشورہ تھا۔ اس نے کہا کہ تم اکیلی گھر کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔ لہٰذا میں نے اپنی بہن کو ان سے ملوایا اور وہ اُسے بھی باہر لے جاتے۔ اب ہمیں یہ مسئلہ درپیش تھا کہ ہم اس بات کو اپنے بھائی سے کیسے چھپائیں اس کی عمر 15 سال تھی۔ ہمارے باپ کی طرح وہ بھی مذہبی شخص تھا۔ وہ بہت حساس تھا لیکن اسے دنیا کا اتنا زیادہ علم نہیں تھا۔ وہ بہت رحم دل تھا اور مکھی تک مارنا اُس کے لئے مشکل تھا۔ ہم دونوں بہنوں کا طرز زندگی۔ رات دیر سے آنا۔ پھر گھر میں رقم۔ ان

سب باتوں نے ہمسایوں کو پوری کہانی بتا دی اور ہمسایوں نے ہمارے بھائی کو طنز کا نشانہ بنایا۔ اُسے اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا۔

اس کے کچھ ہی دیر کے بعد ہمارے باپ کو رہا کر دیا گیا۔ جب اسے اس کا علم ہوا تو وہ بولا کہ اب تو میری خدا سے ایک ہی دعا ہے کہ میں واپس جیل چلا جاؤں اور کبھی نہ لوٹوں۔ لہٰذا میرے باپ نے انجیل مقدس کی تقسیم شروع کر دی جو کہ غیر قانونی کام تھا۔ اور کسی نے اس کی شکایت پولیس کو لگا دی۔ بعد میں مجھے علم ہوا کہ یہ شکایت لگانے والا وہی شخص تھا جس نے ہمیں اس راستے پر لگایا تھا۔ اس کا مقصد ہمارے راستے سے ہمارے باپ کو ہٹانا تھا۔ ڈیانا کے چہرے سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔

میں بالکل خاموشی سے سن رہی تھی۔ مجھے کوئی الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ میں بولوں۔ بالآخر میں نے ہمت کر کے اس سے کہا۔ تم اپنے کیے پر شرمندہ ہو۔ اور تمہیں ہونا بھی چاہئے۔ اس بُری دنیا میں جہاں مسیح کو بھی صلیب پر کھینچ دیا گیا۔ ہمیں اس کے نام کی بدنامی نہیں کرنی چاہئے۔ یہ شرمندگی اور جرم کا احساس تمہیں روشنی میں لا سکتا ہے مسیح کی پسلی میں نیزہ اسی لئے مارا گیا کہ گناہ گار اس کے دل میں داخل ہو سکیں اور زندگی حاصل کر سکیں۔

وہ آہستہ سے بولی۔ شرمندگی اور دکھ سے میں بڑی اچھی طرح واقف ہوں لیکن ایک بات اور بھی ہے جو میں کہنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے کام سے نفرت نہیں کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میرے ذہن میں اب بھی بُرے خیالات آتے ہیں میں کیا کروں۔

ڈیانا نے خدا سے مدد کیلئے دعا کی۔ خدا نے اس کی دعا سن لی کہا جاتا ہے کہ کوئی روح جتنا زیادہ خدا کے قریب ہوگی اتنا زیادہ ہی وہ دکھ اٹھائے گی۔ ڈیانا جیسی روحیں

بھی سکون کی تلاش میں تھیں۔ ڈیانا کا احتساب کون کرسکتا تھا۔ آخر کو وہ بھی مسیح یسوع کی بہت ساری بیٹیوں میں سے ایک تھی۔ اس نے اپنے خاندان کی روٹی کیلئے گناہ کیا تھا۔ میرے خیال میں اس میں آزاد مسیحیوں کا گناہ زیادہ ہے جو ان قید مسیحیوں کے خاندان کی مدد نہیں کرتے۔

اب موسم بہار کے دن لمبے ہونا شروع ہو گئے تھے دینوبے دریا کے کنارے سورج سنہری اور قرمزی رنگ کی شفق بنانے لگا تھا۔ کام پر جانا اور واپس آنا اچھا لگتا تھا۔ جھونپڑیوں میں سے گھاس کی خوشبو آنے لگی تھی۔ درختوں پر تازہ پتے آنے لگے تھے۔ ان پتوں کو ہاتھ لگانے کو جی چاہتا تھا۔ ہوا کے اندر ایک خاص مہک تھی۔ اس سارے ماحول کا ہم پر بھی اثر ہوا۔ ہمارے اندر دوستی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔

ماریہ صبح کے سورج کی روشنی میں بیٹھی اپنے بال درست کر رہی تھی۔ پاؤلا جو کہ کسی سے بات نہیں کرتی تھی اس کی مدد کر رہی تھی۔ وہ اسے کتابوں کے بارے میں بتا رہی تھی۔ ماریہ بڑی دلچسپی سے اس سے کتابوں اور مصنفوں کے بارے میں سوال کر رہی تھی۔ زینڈا اور کلارا بھی اپنے مختلف قسم کے لباسوں کے بارے گفتگو میں مگن تھیں۔ ہر کوئی دوستی اور محبت کی فضا قائم کرنے کو تیار تھا۔ ایک محافظ کے الفاظ نے مجھے چونکا دیا۔ وہ بولی ورم برانڈ اپنے تک ہی رہتی ہے۔ وہ کسی کو دوست نہیں بناتی۔ میں نے کہا یہاں کی ساری عورتیں میری دوست ہیں۔ وہ اس بات سے غصہ ہو گئی اور بولی تم ہمیشہ چالاکی کی باتیں کرتی ہو۔

میں حیران تھی کہ ایسا کیوں ہے۔ کچھ عورتیں میرے بارے میں عجیب سوچ رکھتی تھیں۔ وہ سمجھتی تھیں کہ مجھے آسمان سے سیدھا ان کے پاس اُنکی مدد کیلئے بھیجا گیا ہے۔

کچھ سمجھتی تھیں کہ میں جاسوس ہوں اور میرے کوئی خفیہ مقاصد ہیں۔ رومانیہ میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ یہودی مسیحیت کے خلاف سازش کر کے اسے مٹانا چاہتے ہیں۔ چونکہ میں بھی یہودی تھی اس لئے لوگ مجھے بھی سازشی ہی سمجھتے تھے لیکن میری ایک قریبی دوست بھی تھی۔ ہماری دوستی کی وجہ ہماری بات چیت نہیں بلکہ خاموشی تھی۔ جب راہبائیں بھی تکلیف سے پریشان تھیں اور خدا کے آگے بُڑبڑا رہی تھیں تو یہ میری دوست بالکل خاموش تھی۔ میری آنکھیں اکثر اُس کے خاموش چہرے پر رُک جاتی تھیں۔ خاص طور پر جب وہ شام کو بیٹھی اپنے کپڑے مرمت کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ وہ بھی میری طرف دیکھنے لگتی تھی۔ کبھی کبھی کام کے دوران پتھر اٹھاتے ہوئے بھی احساس ہوتا کہ وہ میرے قریب ہے۔ ہمارے درمیان ایک دھاگہ تھا جو ہمیں باندھے ہوئے تھا۔ اس کی عمر 30 اور 35 سال کے درمیان تھی۔ اُس کا قد چھوٹا تھا اور آنکھیں سیاہ اور گہری تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ تم مسیحی ہو۔ وہ مسکرائی اور میری طرف دیکھنے لگی۔ میرا خیال ہے کہ تم ہم میں سے ہو۔ میں ہنسنے لگی۔ تمہاری سزا کے کتنے سال باقی ہیں۔ کیا بہت زیادہ ہیں۔ نہیں صرف بارہ سال۔ لیکن خدا ہمیں جلد ہی یہاں سے نکال سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ ہمیں یہاں رکھنا چاہتا ہے تو میں رہوں گی۔

وہ مسز اجمل تھی۔ اسکا میاں ایک ادارہ میں کام کرتا تھا جو جرمن نازیوں کے ظلم کا شکار ہونے والوں کے خاندان کی مدد کرتا تھا۔ ان دونوں کو غیر ملکیوں سے تعلق کے الزام میں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا تھا۔ ان کے ادارے کا نام کرائمیا تھا۔ ایک دفعہ ایک محافظ نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں قید ہو تو وہ اسے تفصیل سمجھانا چاہتی تھی لیکن اسے کچھ سمجھ نہ آئی وہ کرائمیا کو کوریا سمجھ رہا تھا۔ مسز اجمل اتنے سارے مسیحیوں کے

درمیان آ کر بہت حیران تھی۔ ان میں کیتھولک، پریسبٹیرین اور یہواہ کے گواہ بھی شامل تھے۔ ان میں سے کچھ لوگ اسے اپنے عقیدہ کے بارے میں سمجھاتے بھی تھے۔ مسز اجمل دراصل مسلمان تھی۔ لیکن وہ ان کی باتوں کا غصہ نہیں کرتی تھیں۔ خاص کر جب وہ اسے اس کے مذہب کے بارے میں کچھ کہتے۔ وہ کہتی تھی کہ حضرت محمد ﷺ کو الامین کہا گیا ہے یعنی قابل بھروسہ۔ لہٰذا جو کچھ حضرت محمد ﷺ نے کہا ہے میں اس پر یقین کرتی ہوں۔ وہ دعائے ربانی سے اتفاق نہیں کرتی تھی۔ وہ کہتی کہ خدا کو اپنا باپ کہنا درست نہیں اس سے اس کا درجہ انسانوں کا سا ہو جاتا ہے۔ دراصل وہ بہت بڑا ہے اور ہمارا مالک ہے۔ وہ قید میں بھی تمام اشیا دھو کر استعمال کرتی تھی اور اگر اسے شک ہو جاتا کہ کسی کھانے میں سور کا گوشت استعمال ہوا ہے تو وہ اسے نہ کھاتی تھی۔ قدامت پسند یہودی بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

پاؤلا بولی۔ یہ سب وہم ہی ہیں۔ یہ دو ہزار سال پہلے تو درست ہو سکتا تھا مگر اب نہیں۔ لیکن اپنے مذہب سے محبت کی وجہ سے لوگ اس کی عزت کرتے تھے اور اس کے ساتھ مل کر کھانا کھانا پسند کرتے تھے۔

چونکہ وہاں قید میں بہت سے عقائد کی خواتین قید تھیں لہٰذا ہمیں مذہب پر بات کرنے کا موقع ملتا رہتا تھا۔ یہاں پر ہم نے ایک بات سیکھی تھی وہ یہ کہ ہم آزاد دنیا میں جھگڑا کیے بغیر اپنا ایمان دوسروں کے سامنے پیش نہیں کر سکتے لیکن یہاں قید میں تو سب امن کے ساتھ ایک دوسرے کی بات سنتے تھے۔ یہاں ہم سب بہنیں تھیں۔

باراگان کا میدان

کینال کی منصوبہ بندی میں ایک غلطی کی گئی تھی جب تک بندوں کو اونچا نہیں کیا جاتا اس وقت تک چھوٹے زرعی منصوبے کو ڈینوب کے پانی سے تر کیا جاتا تھا اور زمین کو کٹاؤ سے بچانے کیلئے پودے لگائے گئے۔ ہم پتھر کوٹنے کے کام کو چھوڑ کر کھیتوں میں کام کرنے کیلئے چلے گئے۔ اور شدید گرمی کے موسم میں گھاس پھوس صاف کرنے کا کام کرنے لگے۔ باراگان کے میدان میں شدید گرمی تھی اور اگست کے مہینے میں سورج سر پر چمک رہا تھا ہم صبح 5 بجے اٹھتے اور ایک جگہ اکٹھے ہوتے۔ ہمیں کام کرنے کے لئے جو اوزار دیئے جاتے وہ بھی پرانے ہوتے تب ہم ایک لمبی قطار بنا کر گرد اڑاتے ہوئے چلنا شروع کر دیتے۔

میں ''جنیٹا'' کے ساتھ چل رہی تھی جو کہ کسی تاجر کی بیٹی تھی۔ وہ مستقبل میں میری اچھی دوست اور خفیہ کلیسیا کے کام میں میری ساتھی بننے والی تھی (اب وہ کلیسیا میں ایک اہم حیثیت رکھتی تھی) وہ میری اور دوسری عورتوں کی جگہ پر کام بھی کرتی تھی۔ اُس کو بعد میں معلوم ہوا کہ ہم دونوں ایک ہی تاریخ کو پیدا ہوئی تھیں سالگرہ کے دن ہم ایک دوسرے کو آلو تحفے میں دیتی تھیں۔ حدِ نظر کھیت ہی کھیت تھے جیسے جیسے دن چڑھتا جاتا گرمی شدید ہوتی جاتی۔ دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا صرف درخت ہی نظر آ رہے تھے۔ صرف محنت کرنے والی 50 عورتوں کی لمبی قطار تھی۔

ہمارے پیچھے تھکے ہوئے محافظوں کے چیخنے کی آواز آرہی تھی کہ تیز کام کرو۔ جلدی جلدی کرو۔محافظ ہماری قطاروں کے پاس سے گزر جاتے۔

جنیٹا نے کہا کہ ہم کتنی بے تابی سے گرمیوں کا انتظار کررہے تھے اور گرمیوں میں ہمیں شدید گرمی میں کام کرنا پڑرہا ہے۔مجھے ایوب کے وہ الفاظ یاد آئے کہ''نوکر بے تابی سے سائے کا متمنی ہے۔'' ہمارے پاس ہی ایک لڑکی ماریہ کام کررہی تھی اس کے بازو بہت کمزور تھے اور گرمی سے اس کی جلد جل گئی تھی۔

جنیٹا نے ماریہ سے کہا کہ وہ اُس کے اوزار لے لے تا کہ وہ آسانی سے کام کر سکے۔ایک سکول کی لڑکی ایک فحاشہ اور ایک پادری کی بیوی تینوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ہمیں باتیں کرتے دیکھ کر ایک محافظ آیا اور ڈرادھمکا کر چلا گیا۔ماریہ کو جنیٹا کی باتیں پسند آئیں وہ اچھے کھانوں اور پارٹیوں کی باتیں کرتی تھی۔جنیٹا نے بتایا کہ اب وہ ان باتوں کے بارے میں بالکل نہیں سوچتی۔اکیلے رہ کر میں نے یہ بات سیکھی ہے کہ کسی کی طرف مسکرا کر دیکھنا ہی سب سے بڑی بات ہے۔ہم نے ابھی بہت زیادہ کام کرنا تھا اور ہم پسینے میں بھیگے ہوئے تھے۔ہمارے چہرے ایسے لگ رہے تھے کہ ہم نے کسی پرانی دکھ بھری داستان کے کردار کا چہرہ اپنے چہرہ پر لگایا ہوا ہے۔

جنیٹا نے ہمیں بتایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک کمیونسٹ اذیت دینے والا میرے نہانے والے ٹب میں نہا رہا ہے اور دوسرے فوجی دروازے پر کھڑے اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے اُس آدمی سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ کیونکہ یہ جگہ تمہارے لئے نہیں ہے۔اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ عیسائیوں کے دلوں میں بیت صیدا کے چشمے کی طرح کے چشمے ہوتے

ہیں۔لوگ اس میں گندگی کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور جب نکلتے ہیں تو صاف ہوتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ٹب میں سے نکل گیا اور اس کا جسم اب برف سے بھی زیادہ سفید ہو گیا تھا۔ اور اس کا چہرہ اور زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا اب وہ بالکل تبدیل ہو گیا تھا اس کے بعد باقی آدمی بھی ٹب میں داخل ہوئے اور میں جاگ گئی۔ مجھے خواب میں مکاشفہ ہوا کہ جب کوئی مسیحی کی زندگی میں شامل ہوتا تو خواہ وہ اس کو اذیت دینے کیلئے ہی داخل ہوا ہو پھر بھی وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے کردار میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور اس کا کردار اور خوبصورت ہو گیا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ وہ آدمی اگرچہ دوسروں کیلئے ایک ڈاکو ہو لیکن ہمارے لئے محبت کے قابل انسان بن گیا۔

یہ کہانی سن کر ہم خوش ہو گئے اور ایسی جگہ پر ایک دوسرے کو پُر امید رکھنا بھی ایک مقدس فریضہ تھا۔ اس بڑے کھیت میں وقت بہت آہستگی سے گزر رہا تھا ہم ایک مشین کی طرح کام کرتے جا رہے تھے۔ ہمیں بہت زیادہ پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کہا کہ دور سے پانی کا ٹرک ہماری طرف آ رہا ہے اور وہ جلد ہمارے قریب پہنچ جائے گا۔ لیکن وہ ہمارے پاس نہ آیا۔ یہاں تک کہ محافظ بھی چیخ چیخ کر تھک گئے تھے اور پانی کا انتظار کر رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے آرام کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح ہمیں بھی آرام کرنے کا موقع ملا۔ ماریہ نے کہا کہ اگر ہم نے جلد پانی نہ پیا تو ہم بے ہوش ہو جائیں گے۔ لیکن بے ہوش ہونا اور زیادہ نقصان دہ تھا کیونکہ اس صورت میں وہ مار مار کر ہمیں کھڑا کرنے کی کوشش کرتے۔ سورج اور زیادہ اونچا ہو گیا تھا۔

جب ہم کام کر رہے تھے تو مجھے مائیکل کا خیال آیا۔ مجھے اس کا کمزور اور روتا ہوا چہرہ نظر آیا۔ میں نے سوچا کہ کمیونزم کو لوگوں کی جوانی چرانے کا شوق ہے اور وہ اس کی

جوانی بھی چرالیں گے۔اوراس کوایک ایسا آدمی بنادیں گے جو کہ کسی پر مہربانی کرنا نہیں جانتا۔کینال میں موجود بہت سی مائیں اپنے بچوں کیلئے دعائیں کرتی تھیں۔ میں اس وقت اپنے خیالات سے واپس حقیقت میں آئی جب ایک عورت بے ہوش ہو کرگر گئی اور گارڈز نے اس کو کھڑا کرنے کیلئے مارنا شروع کر دیا۔اورایسا محسوس ہورہا تھا کہ جیسے کوئی مچھلی پانی کے بغیر تڑپ رہی ہے۔ماریہ اورزیادہ خوف زدہ ہوگئی۔

میں نے ماریہ کو بتایا کہ پانی کا ٹرک آرہا ہے۔دورسڑک پرایک کالانشان ہماری طرف آتا محسوس ہورہا تھا۔کھیتوں میں موجود ساری عورتوں نے پانی مانگنا شروع کر دیا۔محافظوں نے سب کو مارنا شروع کر دیا۔پانی اب تک دھوپ میں رہنے کی وجہ سے ہرگز تازہ نہیں رہا ہوگا۔اوراب ہم ان بوڑھے گھوڑوں کو بھی دیکھ سکتے تھے جو کہ اس ٹرک کو کھینچ رہے تھے۔ہم سب اس کی طرف بہت توجہ سے دیکھ رہے تھے جیسے کہ کچھ دیر میں یہ غائب ہو جائے گا۔

زناڈاغ کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ٹھنڈے پانی کے بہت سے گلاس پی جاؤں۔اور میرے سامنے پھلوں کا پہاڑ ہو جنہیں میں کھاؤں۔اُس کی آواز سن کر محافظ نے اسے ڈانٹ دیا۔ایک محافظ ٹرک کی طرف گیا اور پھر وہاں رکا اور واپس آ گیا۔جب عورتوں کو معلوم ہوا کہ یہ کھانے والا ٹرک ہے تو سب نے غصے سے بولنا شروع کر دیا۔محافظوں نے اپنی بندوقیں نکال لیں۔عورتیں اتنی کمزور ہوگئی تھیں کہ ایک گولی کی آواز سے ہی کئی عورتوں کی جان جا سکتی تھی۔ ماریہ نے ڈر کر اپنا چہرہ میرے کندھوں میں چھپالیا۔دس منٹ تک عورتیں شور کرتی رہیں اورانہوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔وہ شور کرتی رہیں کہ انہیں پانی چاہئے۔ہماری پسلیوں پر

بندوقیں رکھ دی گئیں اور ہمیں دھکے دے کر کام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی گئی۔ میں نے ماریہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

کھانے والا ٹرک اب ہمارے قریب پہنچ گیا۔ لیکن ٹرک کا ڈرائیور ہمیں جھگڑتے دیکھ کر گھبرا گیا اور اس کا ٹرک ایک پتھر سے ٹکرا گیا اور کھانے کے بڑے بڑے ڈبے مٹی اور گرد میں گر گئے۔ عورتیں دھوپ کو بھول کر مسلسل شور کر رہی تھیں اور پانی مانگ رہی تھیں۔ عورتوں نے کھانے کے ڈبوں تک پہنچنے کیلئے پولیس کے گھیرے کو توڑ دیا اور مٹھیاں بھر بھر کر کھانا شروع کر دیا۔ وہ ایک دوسرے کو دھکے دے رہی تھیں اور لڑائیاں کر رہی تھیں۔ کچھ عورتیں اس خوفناک منظر کو دیکھ کر ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی تھیں۔ جنیٹا نے یہ سب دیکھ کر ہنسنا شروع کر دیا۔ اُس نے ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر کہا کہ کھانا لگ گیا ہے۔ یہ دیکھ کر محافظوں کو تسلی ہو گئی کیونکہ اب خطرہ ٹل گیا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد سیٹیاں بجائی گئیں اور ہم دوبارہ کام کرنا شروع ہو گئے۔ اس دن ہم نے پانی نہ پیا۔ اس دن محافظوں کے دو اور ٹرک آ گئے۔ جب میں کام کر رہی تھی تو میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ رہا تھا میری زبان بالکل خشک ہو گئی تھی اور مجھے مسیح یسوع کے وہ آخری الفاظ یاد آئے جو کہ اس نے صلیب پر کہے تھے "میں پیاسا ہوں"۔

دوزخ میں پانی نہیں ہے۔ ایک فلم جس میں مسیح کے سات آخری کلمات دکھائے گئے تھے مسیح کے ہونٹوں پر بارش کے قطروں کو دکھاتی تھی۔ مسیح کو دھوکا ہو رہا تھا۔ لیکن مجھے تو ایسا دھوکہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ جب سورج غروب ہوا تو ہم نے واپس جانے کیلئے قطار بنائی۔ جب ہم کیمپ کے پاس پہنچنے ہی والے تھے تو ایک جوہڑ ایک گندے پانی سے بھرا تھا۔ ایک کے بعد ایک عورت نے اس جوہڑ پر گھٹنوں کے بل گر کر اس رُکے

ہوئے گندے پانی کو پینا شروع کر دیا۔ ایک محافظ کو وہاں کھڑا کیا گیا تا کہ عورتیں گندا پانی نہ پی سکیں۔ اگلے دن تفتیش شروع ہوئی اور ہماری بغاوت کی ہمیں یہ سزا ملی کہ ہمیں اتوار کے دن دو گھنٹے زیادہ کام کرنا پڑا۔ اور کمانڈر نے کہا کہ یہ مرکز صحت نہیں ہے۔

ہم سارا دن دھوپ میں کام کرتے ہوئے مرتے تھے اور رات کو کمروں میں شدید گرمی میں اپنے بستروں پر ننگے پڑے رہتے تھے۔ اور ہم شدید تھک جاتے تھے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہم پوری رات جاگے بغیر آرام سے سوئیں۔

ایک دفعہ مجھے اس وقت جاگ آ گئی جب پولا میری بازو ہلانے لگی۔

انہوں نے ڈیانا کو مارا تھا۔ وہ بہت بُری طرح زخمی تھی۔ لڑکی بے ہوش ہو گئی تھی اور بہت تیز سانس لے رہی تھی۔ اور ننگے فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے ناک سے خون نکل رہا تھا۔ اس کے بالوں پر کچھ لگا ہوا تھا اور اس کے ہونٹ سوجے ہوئے تھے۔ جب ہم نے اس کے جسم کو دیکھا تو اس پر زخموں کے نشان تھے۔

پولا کانپ رہی تھی اور ہم سوچ رہے تھے کہ محافظوں نے اس کے ساتھ جانے کس طرح کا سلوک کیا ہے۔ ڈیانا نے بہت افسوس کیا تو پولا نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا کہ میں نے انہیں کچھ نہیں کرنے دیا۔

ہم نے اسے پانی پلایا جب اسے ہوش آیا تو اس نے بتایا کہ دو فحش عورتیں اس کو بہکا کر اُس جگہ لے گئیں جہاں دو محافظ ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ انیس سال کی تھی اور بہت خوبصورت تھی لیکن جب اس نے محافظوں کی بات نہ مانی تو وہ اسے زخمی حالت میں قریب ترین کمرے میں پھینک کر چلے گئے۔

ہم نے اپنے دونوں کمبل اس کے اوپر ڈال دیئے لیکن وہ پھر بھی کانپتی رہی۔ میں

اور پولا صبح تک اس کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔

وہ شکل سے بہت ذہین معلوم ہوتی تھی۔ پولا کو ہر وقت اپنے لئے ساتھیوں کی تلاش رہی وہ ایک اچھی طالب علم تھی اور اس کے بعد وہ ایک استاد بن گئی۔ اس نے ہمیں بتایا کہ میں نے اکثر خواب میں دیکھا ہے کہ میں بچوں کو پڑھا رہی ہوں اور بچے میری طرف دیکھ رہے ہیں تاکہ میں ان کو کوئی نئی بات بتاؤں جب میں سوچتی تو مجھے سکول کے بچوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے کچھ کہانیاں لکھی تھیں جن کی وجہ سے اس کا نام بھی ملک کے لکھاریوں میں آنے لگا تھا۔ 23 اگست آزادی کے جشن کی ریلی میں وہ بھی شامل تھی۔ اور وہ رومانیہ کے چند اچھے مصنفوں کو بھی جانتی تھی۔

پولا کا خیال تھا کہ سٹالن کی تعریف میں گیت لکھنا پاگل پن ہے اور اسی طرح جنگ کے دوران خدا کو مخاطب کر کے لکھے جانے والے گیت بھی ان سے کچھ مختلف نہ تھے۔ میں نے کہا کہ ان دونوں میں یہ فرق ہے کہ ایک تمام مخلوقات کی تخلیق کرنے والے کی تعریف میں لکھا گیا ہے جبکہ دوسرا ایک ایسے بیمار انسان کے بارے میں لکھا گیا ہے جس نے لاکھوں لوگوں کو مارا ہے میں نے پوچھا کہ اسکو کیوں گرفتار کیا گیا تھا۔

پولا نے بتایا کہ اس نے تاریخ لکھنے کے دوران غلطی کی تھی اور رومانیہ کے لوگوں کی مرضی کے مطابق نہیں لکھا تھا۔ پولا نے مزید بتایا کہ مصنفوں کو اچھی تنخواہ بھی دی جاتی ہے لیکن صرف اس وقت تک جب وہ حکومت کی مرضی کے مطابق لکھے۔ یہاں تک کہ مذہب اور ادب میں بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق تبدیلیاں کرواتے ہیں۔

ہم دونوں پوری رات اس بات پر بحث کرتی رہیں۔ رات پھر ہم نے دیکھا کہ قیدی عورتیں سوتے سوتے کچھ الفاظ بول رہی ہیں کوئی اپنی ماں، بہن، بھائی دوستوں

اور محبت کرنے والوں کو آوازیں دے رہی ہیں۔ جب یہ عورتیں خواب دیکھ رہی تھیں تو وہ عمر اور طبقے کے فرق کو بھول گئی تھیں۔ انکو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا جیسے یہ اُس ماں کی تلاش میں ہیں جو آسمانوں پر موجود ہے اس خیال کے ساتھ مجھے مقدس یوحنا کا خیال آیا۔ جس کو مسیح نے اپنی ماں کی دیکھ بھال کرنے کو کہا تھا اس کو یہ ذمہ داری اسلئے سپرد کی گئی تا کہ وہ آسمان پر بڑے معجزات دیکھ سکے۔ یعنی اس عورت نے سورج کو پہن رکھا تھا اور زمین اس کے قدموں کے نیچے تھی۔ اسکے بعد مجھے ڈپٹی کمانڈر کے پاس لے جایا گیا۔ وہ ایک موٹی عورت تھی اور اسکے دانت بہت بڑے تھے اس نے مجھ سے کہا۔

میں نے سنا ہے تم قیدیوں کو خدا کی خوشخبری دیتی ہو اب اس کام کو رک جانا چاہیئے جب میں نے اس سے کہا کہ اس کام کو کوئی نہیں روک سکتا تو اس نے مجھے مارنے کیلئے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ یہ دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔

کمانڈر نے مجھ سے پوچھا کہ میں کیوں ہنس رہی ہوں۔ میں نے اس کو بتایا کہ میں اس لئے ہنس رہی ہوں کیونکہ میری شکل تمہاری آنکھوں میں نظر آ رہی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے پاس آتا ہے تو وہ اس جیسا ہو جاتا ہے میں بھی پہلے بہت زیادہ غصہ کیا کرتی تھی لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ محبت ہی سب سے عظیم ہے تو میں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا۔ یہ سن کر کمانڈر کے ہاتھ نیچے ہو گئے۔

میں نے اُس سے کہا کہ اگر تم میری آنکھوں میں دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ خدا تمہیں کس طرح دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ بالکل ساکت ہو گئی اور پھر اُس نے خاموشی سے کہا یہاں سے چلی جاؤ۔ میں نے سوچا کہ پیلاطس نے مسیح کی آنکھوں میں کیوں نہیں دیکھا۔ اور اسے مسیح کے اندر یہودیوں کا بادشاہ کیوں نظر نہیں جسکے بارے میں اس کی

اپنی بیوی نے کہا کہ یہ بے گناہ ہے۔ مسیحی روزانہ پڑھتے ہیں کہ "پینطس پیلاطس کی حکومت میں دکھ اٹھایا"۔ اس کے بعد بھی میں قیدیوں کو خدا کا پیغام سناتی رہی اور کمانڈر نے اسکے بعد میرے کام میں کبھی داخل اندازی نہیں کی۔

جب ہم کھیتوں میں کام کر رہے تھے تو ماریہ اکثر میری مدد کیلئے آجاتی اگرچہ یہ کافی مشکل کام تھا۔ ہم کھیتوں میں کام کر رہے تھے لیکن مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اور جب میں اپنی کمر کو آرام دینے کیلئے ادھر ادھر ہوتی تو محافظ کہتے کہ آج رات تم کارسر میں گزاروگی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا آرہا تھا اور ماریہ باتیں کر کے میری توجہ اپنی خراب طبیعت سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دوپہر تک تو میں کچھ کھا پی کر کھڑا ہونے کے قابل ہو سکی لیکن دوپہر کے بعد میں گر گئی۔ ماریہ نے میرے پاس آکر مجھے اٹھانے کی کوشش کی تو محافظوں نے پاس آکر میرے منہ میں پانی ڈالا اور ماریہ کو یہ کہہ کر واپس کام پر لگا دیا کہ میں ٹھیک ہوں۔

ماریہ نے بتایا کہ وہ بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئی تھی۔ میں نے ماریہ کو بتایا کہ میں خود بھی بہت زیادہ خوفزدہ ہوگئی تھی جب ایک ایماندار بے ہوش ہوتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ روح ایک الگ حیثیت رکھتی ہے اور یہ سوچ موت سے بھی زیادہ خوفناک ہوتی ہے۔ لیکن بہت جلد مجھے احساس ہوا کہ بے ہوشی صرف چند لمحوں کیلئے ہی تھی۔ ایسا کیوں ہے کہ ہمیں ہر وقت یہ احساس رہے کہ ہماری روح ہمارے اندر موجود ہے اگر انسان یہ سوچ کر زندہ رہے کہ وہ ابھی زندہ ہے تو یہ بہت ہی بُری زندگی ہے۔ جب مجھے ہوش آیا تو ہم نے دوبارہ کام کرنا شروع کر دیا۔ سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور اب میرے اندر اپنے لئے آواز اٹھانے کی بھی ہمت نہ تھی۔

تیسرے پہر کے قریب آسمان پر بادل آنا شروع ہو گئے۔ جب کام روکنے کیلئے سیٹیاں بجائی گئیں تو سارا آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ کئی ہفتوں سے بارش نہیں ہوئی تھی اور ہم بارش کیلئے دعائیں کر رہے تھے۔

ہم کیمپ سے بہت دور کام کر رہے تھے اور سڑکوں پر گاڑیاں ہمیں واپس لے جانے کیلئے انتظار میں کھڑی تھیں۔ جب ہم گاڑیوں میں بیٹھے تو بارش ہونا شروع ہو گئی اور تھوڑے ہی عرصے میں ہم بھیگ گئے۔ ماریہ بارش کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ اس کے بعد جب بجلی کڑکی تو عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔

ٹرک رُک گیا کیونکہ اس کے پچھلے ٹائر کیچڑ میں پھنس گئے تھے۔ ہمیں ٹرک میں سے اتارا گیا اور ہمیں دھکا لگانے کو کہا گیا اور آدمی ہمیں دیکھتے رہے۔ ٹرک کے پہیوں سے اڑنے والا کیچڑ ہمارے اوپر گرتا رہا لیکن ٹرک نے حرکت نہ کی۔

ایک گھنٹے تک ہم ٹرک کو کیچڑ میں سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے لیکن ٹرک بالکل نہ ہلا اس کے بعد کمانڈر نے ہمیں کہا کہ ہم پیدل ہی کیمپ تک جائیں۔

آخر کار ہم گرتے پڑتے کیمپ تک پہنچ ہی گئے۔ اس وقت ہم بھوتوں کی طرح لگ رہے تھے۔ ہم جب واپس اپنے کمروں میں گئے تو ہم میں سے کچھ کو باورچی خانے کا کام کرنے پر لگا دیا گیا اور باقی اپنے کپڑے خشک کرنے اور سونے کی کوشش کرنے لگیں۔ انسان کا دماغ بھی کتنا عجیب ہے سونے سے کچھ دیر پہلے مجھے وہ لطیفہ یاد آیا جو کہ رچرڈ سنایا کرتا تھا۔ ایک آدمی نے فیصلہ کیا کہ اب سے وہ شکایت نہیں کیا کرے گا بلکہ جو کچھ ہے اس پر شکر گزاری کیا کرے گا۔ اس آدمی کے پاس ایک ریڑھا تھا ایک دن اس کا ایک پہیہ ٹوٹ گیا تو اس نے کہا کہ گاڑیوں کے دو پہیے ہوتے ہیں

میرے پاس تو تین ہیں اس لئے میں تو امیر ہوں۔ اگلے دن ایک اور پہیہ ٹوٹ گیا تو اس نے کہا کہ کئی گاڑیوں کا تو ایک ہی پہیہ ہوتا ہے میرے پاس تو دو ہیں۔ اگلے دن ایک اور پہیہ ٹوٹ گیا تو اُس نے کہا کہ سٹیج کا تو کوئی پہیہ نہیں ہوتا لیکن پھر بھی وہ چلتا ہے اگلے دن وہ پہیہ بھی ٹوٹ گیا تو اس نے کہا کہ مجھے تو ہمیشہ سے ہی سٹیج چلانے کا شوق تھا۔ یہ سوچ کر مجھے نیند آ گئی۔

ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کہ وقت رُک گیا ہو۔ اب غلامی کی ہماری زندگی ہے اور کینال ہماری دنیا۔ اب ہم بے امیدی کی زندگی گزارتے گزارتے تھک گئے تھے۔ اور ہم ہمیشہ یہی سنتے تھے کہ امریکی آ رہے ہیں اور وہ ہمیں غلامی سے نکال لیں گے۔ ہر روز ہمارے کام کو پہلے سے زیادہ بڑھا دیا جاتا۔

بیس عورتوں کو منتخب کیا گیا اور اُن سے کہا گیا کہ اُن کو رہا کر دیا جائے گا کیونکہ وہ بہت محنتی ہیں اور انہوں نے بہت کام کیا ہے۔

کمانڈر نے تقریر کی اور کہا:

''ہم سب نے مل کر کمیونزم کی ترقی کیلئے کام کیا ہے اور ہم مل کر اس کا پھل کھائیں گے۔ اب تم آزاد ہو اور انعام کے طور پر ہم آپ سب کو ایک روٹی زیادہ دیں گے''۔ بیس عورتیں ٹرک کے پیچھے سے اُتریں۔ اُن کے ہاتھوں میں سرخ جھنڈے تھے وہ گا رہی تھیں۔ لیکن یہ سب دھوکا تھا اور ان عورتوں کو کچھ آگے جا کر پھر کام پر لگا دیا گیا۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ یہ وہ طریقہ ہے جو کہ یہ لوگ عورتوں سے زیادہ کام کروانے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔

ریل گاڑی

ایک دن صبح سویرے محافظ ہمارے کمرے میں آ گئے اور بولے کہ ایک گھنٹے کے اندر سب کی سب یہاں سے چلنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ صرف ایک یا دو قیدی نہیں بلکہ پورا کیمپ ہی۔ سینکڑوں عورتیں چلنے کیلئے اپنا سامان تیار کر رہی تھیں اور کیمپ مرغی خانہ کی طرح لگ رہا تھا۔ ہر کوئی دوسری کو مل رہی تھی کہ شاید وہ پھر کبھی ایک دوسرے کو نہ مل سکیں۔ محافظوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے۔

کوئی بولا کہ امریکیوں نے روس کو شکست دے دی ہے اور روس نے برلن پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم سب کو گولی مارنے کیلئے لے جایا جا رہا ہے۔

پھر ہمیں نئے جوتے دیئے گئے یہ بوٹ تو نہیں تھے لیکن اسی طرح کے تھے اور ایک محافظ گاڑی میں سے قیدیوں کی طرف پھینکتا جا رہا تھا میرے حصہ میں جو جوتا آیا وہ میرے سائز سے تین نمبر بڑا تھا۔

جب سب تیار ہو گئیں تو ان کے سامان کو ایک جگہ اکٹھا کر دیا گیا اور عورتیں قطاروں میں بیٹھ گئیں پھر انتظار کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ہم کہاں جا رہی ہیں۔ قیدیوں کی زندگی کا یہ المیہ ہے کہ انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ آخر کار ہمیں ٹرکوں میں بھر دیا گیا۔ اس وقت اندھیرا ہو رہا تھا حیرانی کی بات تھی کہ اس سارے کام میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ ہمیں ریلوے سٹیشن لایا گیا۔

ریل گاڑی میں سامان کے ڈبوں کے علاوہ قیدیوں کے ڈبے بھی تھے جو کہ باہر سے سامان کے ڈبے ہی نظر آتے تھے۔ ہمیں حکم ملا کہ ان ڈبوں میں سوار ہو جائیں۔ ڈبوں میں اتنی گنجائش تھی کہ ہم صرف کھڑی ہی ہو سکتی تھیں۔ ہمیں سامان کی طرح دھکے دے کر ڈبے میں بھرا گیا۔ جب محافظ نے کہا کہ اس میں اور گنجائش نہیں ہے تو اس وقت ہمارے دم گھٹ رہے تھے۔ تب بھی باہر والے عورتوں کو دھکیلتے رہے جب تک کہ اس چھوٹے ڈبے میں ہم 84 عورتیں سوار ہو چکی تھیں۔ پھر بڑا سا دروازہ بند کر دیا گیا۔ جب گاڑی چلی تو ہم سب ایک دوسرے کے اوپر گر گئیں۔ اس ڈبے میں کچھ بینچ تھے ایک بینچ کے اندر فلش لگا ہوا تھا جبکہ وہاں کوئی پانی یا ٹشو نہیں تھا۔ رات ہو چکی تھی اور عورتیں لیٹنے کی کوشش میں تھیں کوئی دوسری سے لڑ رہی تھی کوئی ویسے ہی کھڑی رو رہی تھی انہیں معلوم نہیں تھا کہ انہیں کس بات کی سزا دی جا رہی ہے۔ انہیں کیمپ K-4 یاد آ رہا تھا۔ وہ ان کے لئے گھر کی طرح بن گیا تھا۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے کچھ عورتیں یہ کہہ رہی تھیں کہ انہیں گولی مار دی جائے گی۔ سب کو قطار میں کھڑے کر کے مشین گن سے مار کر پھر اکٹھی کسی قبر میں ڈال دیا جائے گا۔ لیکن ایک عورت نے کہا ایسا نہیں ہے ہمیں ایک دوسرے کیمپ میں لے جایا جا رہا ہے اور وہاں سے ہمیں وقت سے پہلے رہا کر دیا جائے گا کیونکہ حکومت بدل گئی ہے۔

پھر گاڑی میں کچھ سکون ہو گیا عورتیں ایک دوسرے کو لطیفے سنانے لگیں۔ ایک نے لطیفہ سنایا کہ زیبرا اور کمیونسٹ پارٹی کے کارکن میں کیا فرق ہے۔ فرق یہ ہے کہ زیبرا کے اوپر لائنیں ہوتی ہیں جبکہ کمیونسٹ کارکن کو خود لائنوں کے نیچے رہنا پڑتا ہے۔ بیٹھنے کیلئے جگہ ملنا تو ممکن نہ تھا لہٰذا سکون کے نام کی کوئی چیز ڈبے میں نہیں تھی۔ جب بھی

ہمیں نیند کا غلبہ ہوتا۔ گاڑی کی بریکوں کی وجہ سے ہم جاگ جاتیں۔ کھڑکیوں کے باہر صرف اندھیرا ہی تھا۔

پھر دن ہونا شروع ہو گیا۔ ہمیں باہر خزاں کا موسم نظر آنے لگا۔ کھیتوں میں گائیں چر رہی تھیں ان کو دیکھ کر اس ویرانے کے سفر میں ہمیں زندگی کی امید نظر آئی پھر کچھ درخت نظر آئے جنگی پتوں سے خالی ٹہنیاں آسمان کی طرف ایسے اٹھی تھیں جیسے دعا مانگ رہی ہوں۔ پھر کچھ خواتین اور مرد نظر آئے۔ یہ آزاد لوگ تھے۔ یہ زمین پر چارہ پھیلا رہے تھے پھر تین چھوٹی بچیاں نظر آئیں جو گاڑی کی طرف دیکھ رہی تھیں انہوں نے زور زور سے ہاتھ ہلانا شروع کر دیا اور لگاتار ہلاتی رہیں۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کی وجہ سے تقریباً ایک سو خواتین نے رونا شروع کر دیا تھا۔

گاڑی رومانیہ میں دوڑتی رہی وہ لگاتار شمال کی طرف جا رہی تھی۔ مزید ایک گھنٹہ چلنے کے بعد گاڑی رک گئی یہ ایک سٹیشن تھا۔ ہمیں دروازہ کھلنے کی آواز آئی ہمیں کچھ پانی کی بالٹیاں دی گئیں۔ ہمیں جانوروں کی طرح پانی پینے کو دیا گیا تھا لیکن کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ گاڑی نے پھر چلنا شروع کر دیا۔ عورتوں نے پھر اندازے لگانا شروع کر دیئے۔ جپسی عورتیں اپنی زبان میں ہمیشہ کی طرح اپنے خاص انداز میں باتیں کرتی جا رہی تھیں۔ اسی طرح کسان خواتین بھی ان گائیوں اور بچیوں کو یاد کر کے پریشان ہوتی جا رہی تھیں۔ ڈبے میں میری جاننے والی عورتیں بہت کم تھیں۔ ان میں ہیلینا اور کولیو شامل تھیں۔ اس کے علاوہ وہ لڑکی جو قید ہونے کے باوجود کمیونزم پر یقین رکھتی تھی۔ میری سہیلیاں زینڈا اور کلارا وہاں نہیں تھیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اس گاڑی میں تھیں بھی یا نہیں۔

میرے نزدیک بیٹھی بزرگ عورتیں امریکی انتخابات پر بحث کر رہی تھیں۔ اُن کے خیال میں ٹرومین کے سال پورے ہو چکے تھے اور اب ایزن پاور نے آنا تھا اور اسی نے انہیں آزاد کروانا تھا۔ ایک عورت بولی کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اسے یورپ کے قیدیوں کو آزاد کرنے کیلئے خاص اختیارات دیئے جائیں گے۔ ایک عورت غنسیہ کے کیمپ میں پہلے رہ چکی تھی جہاں ہمارے خیال میں یہ گاڑی جا رہی تھی لہٰذا اُس کی معلومات بہت قیمتی تھیں اور ہر عورت اس کی سننا چاہتی تھی۔

میں انہیں بتانا چاہتی تھی کہ ایزن پاور ہی وہ شخص تھا جس کے کہنے پر بہت سے قیدی روس کے حوالے کئے گئے تھے جس میں اکثر کو مار دیا گیا تھا اور بہت سوں نے خودکشی کر لی تھی۔ لیکن میں خاموش رہی کیونکہ ان قیدیوں کو اس طرح کی خوش فہمیوں کی ضرورت اس طرح تھی جیسے پیاسے شخص کو پانی کی۔

گاڑی آہستہ آہستہ میدانی علاقے میں رینگتی رہی کبھی رک جاتی کبھی چل پڑتی کئی دفعہ گھنٹوں کسی جگہ پر کھڑی رہتی۔ عورتیں باری باری کھڑکی پر کھڑے ہو کر باہر دیکھتیں اور خزاں کی ہوا کا مزہ لینے کی کوشش کرتیں۔ اب تمام عورتوں میں سفر کرنے اور دوسری جگہ جانے کی خوشی ختم ہو چکی تھی اور اُس کی جگہ کھڑے رہنے کی وجہ سے ہونے والی شدید درد نے لے لی تھی۔ کچھ عورتیں بیمار تھیں ان کیلئے یہ حالت ناقابل برداشت تھی۔ ڈبے میں سے عجیب قسم کی بُری بو آ رہی تھی۔

ڈبے میں کچھ پڑھی لکھی عورتیں بھی تھیں جن میں شاعرہ، ناول نگار اور صحافی وغیرہ شامل تھیں ایک عورت ایسی تھی جو انگریزی اور فرانسیسی پڑھایا کرتی تھی۔ اسے خدا نے کہانیاں سنانے کی نعمت سے نوازا تھا۔ اسے بہت سے افسانے یاد تھے اور اس کی آواز

بھی بہت بلند تھی۔ اس کی مقبول ترین کہانیوں میں آسکر وائلڈ کا ایک ناول تھا جو جرم اور سزا کے موضوع پر لکھا گیا تھا۔ اُسنے وہ ناول تین گھنٹے تک سنایا تھا جتنی دیر تک گاڑی ایک ویران جگہ پر رُکی رہی اسکے انداز بیان کی وجہ سے اکثر عورتیں تالیاں بجانے لگتی تھیں (اس ناول میں آسکر وائلڈ جیل کی بری حالت کے بارے میں شکایت کرتا اگر وہ ان عورتوں کو جانوروں کی سی زندگی گزارتے دیکھ لیتا تو معلوم نہیں کیا کہتا)

کسان خواتین اس عورت سے بہت متاثر تھیں وہ بولیں تعلیم کا یہ فائدہ ہے کہ آپ کتاب کے بغیر اتنا کچھ بتا سکتی ہیں۔ سیاست پر گفتگو کرنے والی عورتیں بھی اُس کے ناولوں میں کم ہو چکی تھیں۔ ایک مذہبی عورت بولی کہ آسکر وائلڈ دراصل مذہبی باتوں کو کچھ اور لبادہ پہنا کر پیش کرتا تھا۔ اس کے ایک ناول میں ایک شخص دوسروں کے دلوں پر تصویر بناتا ہے۔ دراصل یہ مسیح ہے۔ پھر وہ آرٹسٹ فوت ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے مسیح صلیب پر مر گیا۔ پھر ایک اور ناول میں وہ ایک بہت بڑے آدمی کو دکھاتا ہے جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے لیکن اس کے مرنے کی وجہ سے لوگوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک خاتون بولی نہیں یہ آسکر کی اپنی زندگی کا عکس ہے۔ وہ خود گناہ میں ڈوبا ہوا شخص تھا۔ وہ خود ایک موٹا اور بھدا شخص تھا اور وہ چاہتا تھا کہ وہ اچھا نظر آنے لگے۔ اسی خواہش کے تحت وہ اپنے اندر کا عظیم ناول نگار مار دینا چاہتا تھا اور بعد میں اس نے ایسا ہی کیا۔

ایک اور بولی کہ آسکر وائلڈ کے افسانوں کو بہت سے زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے وہ تو انگریزی نہیں بلکہ روسی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ ان عورتوں کی ان باتوں کی وجہ سے ہم اپنے مسائل دکھ اور خوف کو بھول کر آسکر وائلڈ کے افسانوں میں ڈوب

چکے تھے۔ایک سٹیشن پر پھر دروازہ کھلا اور کھانے کا کچھ سامان اندر پھینک دیا گیا۔ یہ روٹی مزیدار لگ رہی تھی۔ ہمیں اسے احتیاط کے ساتھ آپس میں تقسیم کرنا تھا۔ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم کسی بھی وقت منزل پر پہنچ سکتے ہیں اور یہ بھی کہ کھانا بچا لینے کا مطب کھانا ضائع کر دینا تھا۔ کچھ دیر کیلئے یہ عورتیں اپنی درد کو بھول کر کھانے کی چیزوں میں گم ہو گئیں۔ان کے جسم بری طرح درد کر رہے تھے۔

ہمارا یہ سفر دو دن جاری رہا۔تیسرے دن اگرچہ گاڑی مختلف سٹیشنوں پر زیادہ دیر کیلئے رکتی لیکن کھانے یا پینے کیلئے کچھ نہیں دیا گیا۔شام کو پھر دروازہ کھلا اور سارجنٹ آیا۔اُس نے شراب پی ہوئی تھی۔ وہ بولا تم عورتیں خوش قسمت ہو۔ کیونکہ تمہارے لئے ڈبل روٹی اور جام کا بندوبست ہے۔ایک لڑکی نے پوچھا ابھی کتنا سفر کرنا باقی ہے۔ایک اور دن وہ بولا۔اور ہم کہاں جا رہے ہیں؟

اُس نے جواب دیا۔ گولی مارے جانے کیلئے اور کہاں۔ پھر اُس نے ایک بڑا قہقہہ لگایا۔ پھر دروازہ بند ہو گیا۔

تمام عورتیں پھر بحث کرنا شروع ہو گئیں۔ کچھ نے رونا شروع کر دیا۔ کچھ جو رو نہیں رہی تھیں ایک دوسرے سے کہنے لگیں کہ کیا یہ سچ ہے؟ اُس نے تو شراب پی ہوئی تھی۔ یہودی عورتوں نے ایک دوسرے کو الوداعی بوسے دینے شروع کر دیئے۔ہم لوگ نازی کیمپوں سے تو بچ گئے تھے لیکن اب یہ ہم سے کیا ہونے والا ہے۔

گاڑی چلتی رہی۔اس کی رفتار تکلیف دہ حد تک کم تھی۔ یہ کبھی رکتی اور کبھی چلتی۔ ایک بزرگ عورت مجھے پوچھنے لگی کیا ہم ایک دیوانے آدمی کی مرضی کا شکار ہیں۔ وہ آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھا احکامات جاری کرتا رہتا ہے۔موت کے احکامات۔ وہ تو

خود بہت خوفزدہ ہے۔ جب غیر ملکی لوگ آتے ہیں تو وہ بولتا نہیں ہے بلکہ ایک کاغذ پر تصویری خاکے بنانے لگتا ہے۔ یہ خاکے تشدد زدہ عورتوں کے ہوتے ہیں۔ یہ سٹالن ہے۔ روسی قوم کا باپ۔ میں نے کہا کہ یہ پہلی مرتبہ نہیں جب انسان کسی آمر کی بربریت کا شکار ہوئے ہیں یہ آمر خدا کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ میں جب بھی سٹالن کے بارے میں سوچوں مجھے فرعون یاد آتا ہے۔ اس کے ساتھ غلام اور خوف فرعون نے حکم دیا تھا کہ یہودیوں کے نوزائیدہ لڑکے سمندر میں پھینک دیئے جائیں۔ لیکن پھر اُس کے اپنے گھر میں ہی وہ شخص پرورش پا کر جوان ہوا جس نے یہودیوں کو اُس سے آزادی دلانا تھی۔ میں نے زبور نمبر 2 میں پڑھا تھا کہ خدا لوگوں پر ہنستا بھی ہے (اب بھی مجھے یہی لگ رہا تھا جب مجھے معلوم ہوا کہ سٹالن کی بیٹی خفیہ کلیسیا کی رکن تھی)۔ سٹالن بھی ہمیشہ نہیں رہے گا۔ لیکن خدا آدمی کو ایسا کیوں بننے دیتا ہے۔ میں نے کہا خدا نہیں بلکہ حالات آدمی کو ایسا بناتے ہیں۔ سٹالن کی ماں کسی پولیس افسر کے ہاں ملازمہ تھی جہاں پر زیادتی کے نتیجے میں سٹالن پیدا ہوا۔ اُس کا قانونی باپ ایک شرابی شخص تھا وہ سٹالن کو مارا کرتا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ اس کا بیٹا نہیں ہے۔ پھر سٹالن کو ایک سیمنری میں داخل کر دیا گیا جہاں لڑکے سکالر بننے کی بجائے قیدی بنتے تھے۔ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ جارجیا کی کلیسیا کا رکن تھا اور روسی جارجیا کو دبانا چاہتے تھے۔ لہٰذا وہ ایک انقلابی بن گیا۔ انقلابی ایسے بنتے ہیں۔

یہ ایک خوفناک رات تھی ہمیں ہر لمحے یہ خوف لگا تھا کہ ابھی گاڑی رکے گی اور بوٹوں والے محافظ عورتوں کو کھینچ کر باہر نکالیں گے اور انہیں گولی سے اڑا دیا جائے گا۔ کئی گھنٹوں تک مسیحی قیدی دوسروں کو تسلی دینے کی کوشش کرتی رہیں۔ تاہم اس دن

اور اگلے دن کچھ نہ ہوا۔ سورج غروب ہونے کے وقت ہمیں دور پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آنے گی۔ پھر اندھیرا ہونے لگا اور عورتیں درد کے پہاڑ تلے دبی جانے لگیں۔ پھر گاڑی رُکی۔ دروازہ کھلا۔ باہر نکلو۔ سب باہر آ جاؤ۔ باہر گہرا اندھیرا تھا۔ یہ کوئی سٹیشن نہیں تھا۔ خدایا کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا یہ واقعی ہم سب کو قتل کرنے لگے تھے۔ روتی چلاتی کانپتی عورتیں ریل گاڑی سے باہر گرنے لگیں۔ چونکہ کوئی سیڑھیاں بھی نہیں تھیں لہٰذا میں سیدھی گھٹنوں کے بل گری۔ کئی عورتوں کو مدد کر کے اتارنا پڑا لیکن یہ دوسری قیدی عورتوں نے ہی کی۔ محافظ دور کھڑے مشین گنیں لئے ہنس رہے تھے۔ یہ پاگلوں کی طرح قیدیوں پر ہنس رہے تھے۔ شاید وہ اتنے لمبے سفر اور سردی سے پریشان تھے۔ لیکن ہمارے لئے وہ جہنم سے آئے شیطان کی طرح تھے۔

انہوں نے کئی عورتوں کو گھونسوں سے کئی کو ہاتھوں سے کئی کو مشین گن کے دستے سے مارا لیکن ہم سب بے بس تھیں۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

قطار بناؤ۔ قطار بناؤ۔ ادھر افسر کے پاس۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس طرح قطار بنائیں کچھ عورتیں کیچڑ سے ذرا ہٹ کر کھڑی ہو گئیں تو ایک نوجوان محافظ سمجھا کہ وہ فرار ہونے لگی ہیں لہٰذا وہ اُن پر گھونسوں سے برس پڑا۔ تقریباً ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد ہم ایک ریوڑ کی طرح ریلوے لائن کے پاس کھڑی تھیں۔

پیٹ کے بل لیٹ جاؤ۔ تم میں سے ہر ایک لیٹ جائے۔ لیٹ جاؤ۔ ہم سب کیچڑ میں منہ اور پیٹ کے بل لیٹ گئیں اور ہمارے چاروں طرف محافظ کھڑے تھے۔ میرے ساتھ والی عورت بار بار کہہ رہی تھی۔ اوہ خدایا۔ یہ ہمیں گولی مارنے لگے ہیں۔ خدایا مجھے بچا لے۔ اب میں کبھی تجھ سے شکایت نہیں کروں گی۔ وہ دعا کر رہی تھی۔

میرا خیال ہے ہم سب دعا کر رہی تھیں۔ اٹھو۔ سڑک پر چلو۔ کیا تم سب بہری ہو۔ ہم اندھیرے میں چلتی ہوئی سڑک کی طرف چلنے لگیں۔ محافظ ہمیں گالیاں اور گھونسے رسید کرتے جا رہے تھے۔ ہم نے اپنا سامان بھی اٹھایا ہوا تھا اور گر اٹھ رہی تھیں ہمارا سانس رک رہا تھا ہم چار دن سے ایک ڈبے میں بند تھیں۔ رک جاؤ۔ سب اس کھیت میں جمع ہو جاؤ اور لیٹ جاؤ۔ ہم پھر منہ اور پیٹ کے بل لیٹ گئیں ہم میں سے آدھی پیچھے رہ گئی تھیں لہٰذا ہمیں ان کا انتظار کرنا پڑا۔

ہم کتنی دیر تک چلتی رہیں؟ مجھے معلوم نہیں۔ کئی گھنٹوں کے بعد ہمیں ایک اور جیل کی اونچی دیواریں نظر آئیں۔ بجلی کے بلبوں کے نیچے لمبی خالی سڑکیں، بھاری سٹیل اور لکڑی کے دروازے کھلے اور ہم پانچ پانچ کی قطار میں اندر جانے لگیں۔

صحن میں پہنچ کر ہم نے یہ الفاظ سنے "یہ ٹرگسور ہے"

ایک نیا نام۔ نئے محافظ۔ لیکن وہی پرانے دُکھ۔ پرانی تکالیف۔ تشدد وہی پرانے کام۔ آدھی رات گزرنے کے کافی دیر بعد ہم اپنی قید کوٹھری میں پہنچیں۔

یہاں کیوں۔ ٹرگسور میں کیوں۔ ہمیں کیوں لایا گیا تھا۔ ہر عورت یہی پوچھ رہی تھی۔ یہ زیادہ محفوظ جیل تھی۔ یہاں پر قتل اور دیگر گھناؤنے جرائم کے قیدی رکھے جاتے تھے۔ یہ نام پورے رومانیہ میں مشہور تھا۔ یہ عجیب سا راز تھا۔ آخر ترگوسر کا مطلب کیا تھا۔

ایک عورت نے مذاق سے کہا اس کا مطلب ہے کہ اب مزید کوئی جیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی بات سے کوئی نہیں ہنسا۔

ٹرگسور

مجھے ٹرگسور میں کپڑے لینے کے کام پر لگا دیا گیا۔ یہاں پر عورتیں بارہ گھنٹوں کی شفٹ لگاتی تھیں۔ وہ ایک بڑے کمرے میں بنچوں پر بیٹھ کر کام کرتی تھیں اور اس کمرے کی کھڑکیاں چھت کے قریب تھیں اور ان پر سلاخیں لگائی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ سلائی مشین پچھلی صدی کی ہے اور اس لئے ایک دن وہ ٹوٹ گئی ہم جیل کے گدوں کو موٹے دھاگے سے سیتے تھے۔ ہمیں اس موٹے دھاگے کو بار بار موڑنا پڑتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہم مشین کے پیڈل کو پاؤں کے ساتھ چلاتے تھے۔

رات کو کام کرنے والی عورتیں اکثر اپنی مشینوں پر سر رکھ کر سو جاتی تھیں۔ لیکن دن میں کام کرنے والی عورتیں ایسا نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ جیل میں بہت شور ہوتا تھا۔ دن کے وقت یہاں افسران چکر لگاتے تھے اور جو کوئی سونے کی کوشش کرتا اس کو تھپڑ لگاتے تھے۔ ٹرگسور میں ملک کے سب سے خطرناک قیدی موجود تھے جیسا کہ قاتل، جنسی راہ روی کے شکار لوگ، جوا کرنے والے اور پاگل۔ میرے ساتھ والی مشین پر ایک پاگل عورت کام کر رہی تھی جس نے قینچی مار کر ایک ڈاکٹر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ کئی دفعہ قینچی ادھار مانگتی کیونکہ ہم سب کے پاس ایک ہی قینچی تھی۔ اکثر وہ قینچی کو ایک طرف رکھنے سے پہلے اس کی طرف غور سے دیکھتی تھی۔

بے چاری اپنا خیالات کی دنیا میں رہتی تھی اُس کا خیال تھا کہ جس ڈاکٹر کو اس نے

قینچی مار کر قتل کیا ہے اس کے ساتھ اس کے خاص تعلقات تھے۔اب وہ سوئی کے ساتھ صابن پر اپنے فرضی محبت کرنے والے کی طرف سے اپنے نام محبت نامہ لکھا کرتی تھی اُس کے محبت کرنے والے بہت سے تھے اور ہر کوئی اس کو فرضی انداز میں خط لکھتا تھا جو کہ وہ اونچی آواز میں سب کو پڑھ کر سناتی تھی۔

اینا کئی دفعہ بہت زیادہ روتی تھی لیکن زیادہ تر وہ اپنے خیالات کی دنیا میں خوش رہا کرتی تھی۔اوراس کیلئے جیل میں رہنا یا اس سے باہر رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔

جب بھی جیل کا دروازہ کھلتا تو اپنے رشتہ داروں کو دیکھ کر عورتیں اونچی اونچی رونا شروع کر دیتی کیونکہ ان کے بچوں کی دیکھ بھال کیلئے اب کوئی بھی نہیں رہ گیا تھا۔ایک دفعہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ایک نئی قیدی عورت کمرہ نمبر تین میں آئی اور اس نے بتایا کہ اس کا نام مسز کورنیلیو ہے اور وہ کلج سے آئی ہے۔جیل میں پہلے بھی اس نام کی ایک عورت موجود تھی اور وہ بھی کلج سے آئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا کہ دونوں کے خاوندوں کا نام ایمل ہے اور دونوں محافظ ہیں۔پہلی مسز لمبی اور پیاری تھی جبکہ دوسری کالی اور بیمار سی تھی۔اُن کا خاوند بھی پہلی کی طرح کا تھا۔

میری پڑوسن نے بتایا کہ یہاں پر ایک تیسری مسز سی بھی ہے۔یہ سن کر تینوں مسز سی نے آپس میں لڑنا شروع کر دیا اور ایک دوسرے کے بال نوچنے شروع کر دیئے۔محافظوں نے آ کر انہیں الگ کیا اور کہا کہ یہ پرانی کہانی ہے۔

وہ آدمی ایسے ہی کچھ عورتوں سے شادی کرتا ہے اور کچھ سے شادی کرنے کا وعدہ کرتا ہے اور شادی کے بعد بیویوں کو چھوڑ دیتا ہے اور وہ جیل میں ایک دوسری سے ملتی ہیں۔اس آدمی کے پاس نہ گھر ہے نہ روپیہ ہے اور نہ ہی کاغذات ہیں۔

کئی دفعہ میں نے رشتہ داروں کو ملتے دیکھا کیونکہ ایک ہی خاندان کے کئی افراد کو بھی گرفتار کرلیا جاتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے کسی کی مدد کی تھی جس کو حکومت پسند نہیں کرتی تھی۔ سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں کو کولونل کی مدد کرنے کی وجہ سے پکڑا گیا۔ اسکی بیوی جیل میں تھی۔ جب اُسکو بتایا گیا کہ اُسکے خاوند کو قید کر دیا گیا اور وہ قید میں فوت ہو گیا ہے تو وہ زندگی سے بالکل ناامید ہو گئی۔ ہمیں خبر ملی کہ جنرل ایسن ہوور امریکہ کا صدر بن گیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی کئی کمیونسٹ لیڈروں کو پارٹی کے عہدے سے اتار دیا گیا۔ ہم نے سوچا کہ شاید اب ہم آزاد ہو جائیں۔ ایک صحافی عورت بھی ہمارے ساتھ قید تھی اس نے کہا جب تک سٹالن کو نہیں اُتارا جاتا کسی تبدیلی کی امید نہیں کی جاسکتی۔

لیکن رومانیہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ کینال کو بند کر دیا جائے گا۔ اور مزدوروں کی بستیوں کو بھی ختم کر دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ غلط منصوبہ بندی کے تحت بنائی گئی تھیں۔

یہ افواہ حقیقت میں تبدیل ہو گئی، ایک آدمی جو کہ کیمپ K-4 سے آیا تھا اُس نے بتایا کہ کیمپ بند کر دیا جائے گا۔ اسکے افسران کو قید کر دیا گیا تھا۔ کینال کے انجینئرز کو بھی گرفتار کرلیا گیا اس لئے کہ انہوں نے حکومت کے فنڈز کو غلط استعمال کیا تھا۔

ہمارے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ اب ان ہزاروں قیدیوں کا کیا کریں گے۔ کیا وہ ہمیں رہا کر دیں گے؟ اینا پوکر کی منسٹری کی ایک عورت بھی ہمارے ساتھ قید تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم سب چور اور ڈاکو ہیں اور صرف وہ ہی نیک اور پاک ہے وہ دن میں کئی بار کہتی کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے اُس کو جیل میں زندگی گزارتے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے اور اب وہ کسی بات سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتی تھی۔

مسز ایلکس جینی سے بھی زیادہ مشکلات پیدا کرنے والی خاتون تھی اور کمیونسٹ

لوگوں سے بہت نفرت کرتی تھی۔ وہ یہ کہتی تھی کہ ہمیں ہمیشہ بہت زیادہ کام کرنا چاہئے کیونکہ اس سے ہمارے ملک کو فائدہ پہنچے گا اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کمیونسٹ لوگ حکومت کر رہے ہیں یا کوئی اور۔ وہ اتنا زیادہ کام کرتی تھی کہ اس کی وجہ سے سب کے کام کو بڑھا دیا جاتا تھا۔ اس کو مرد قیدیوں کو تنگ کرنے کی عادت تھی۔ جب وہ لوگوں کے سامنے آئی تو وہ عورتیں جن کے خاوندوں اور بیٹوں نے اس کی وجہ سے تکالیف اٹھائی تھیں انہوں نے اس کے اوپر کمبل ڈال کر اُس کو بہت زیادہ مارا۔

یہاں تک کہ کئی بار نفرتیں بہت زیادہ بڑھ جاتی تھیں۔ لیکن پھر بھی ہم پُر امید رہتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے عبادت کرانے کیلئے کہا گیا لیکن میں نے کہا کہ میں اُس وقت تک عبادت نہیں کراؤں گی جب تک تمام عورتیں ایک دوسرے کو معاف کر کے ایک جگہ اکٹھی نہ ہو جائیں۔ میں نے اُن کو متی 5:23 سنایا۔

''پس اگر تو قربان گاہ پر اپنی نذر گزرانتا ہو اور وہاں تجھے یاد آئے کہ میرے بھائی کو میرے سے کچھ شکایت ہے تو وہیں قربان گاہ کے آگے اپنی نذر چھوڑ دے اور جا کر اپنے بھائی سے ملاپ کر پھر آ کر اپنی نذر گزران''۔

بہت سے آدمیوں اور عورتوں کو اس طرح کے کلام کی مدد سے اپنی لڑائیاں ختم کرنے پر آمادہ کیا گیا اور اس طرح اُن کی زندگیاں تبدیل ہو گئیں۔ جیسا کہ مسیح یسوع نے بھی کہا ہے کہ ''جب تک تم اپنے بھائی کے ساتھ محبت سے پیش نہیں آؤ گے اس وقت تک تم ہرگز خوش نہیں رہ سکو گے''۔

لیکن ٹرگسور (Tirgusor) میں ہر طرف خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ کمیونسٹ افسران نے ہمارے درمیان اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے تھے اور وہ ہماری باتوں کو

ریکارڈ کر کے اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرتے تھے۔اور یہاں پر موجود ہر ایک کمیونسٹ کو یقین تھا کہ اُس کو گولی مار کر مار دیا جائے گا اس لئے کہ انہوں نے قیدیوں پر بہت ظلم کئے ہیں اور اب ان کا انجام بھی عبرت ناک ہوگا۔

اس وقت بہت سے قابل محبت اور محبت کرنے والے لوگوں کو قتل کیا جارہا تھا۔ ایک کمیونسٹ افسر کی بیٹی جو کہ عیسائی تھی ایک رات اس نے فیصلہ کیا کہ اس کو بھی مرجانا چاہئے اس لئے وہ ان لوگوں کی قطار میں کھڑی ہوگئی جن کو گولی سے اڑایا جانا تھا۔قتل بہت عام ہو گئے تھے اور اکثر بدلہ لینے کی خاطر قتل کر دیا جاتا تھا۔اس لڑکی نے اپنی موت سے پہلے آدھی رات کے وقت اپنی ساتھی عورتوں کے ساتھ مل کر آخری کھانا کھایا۔اُس نے کہا ''تھوڑی دیر میں مٹی بن جاؤں گی بالکل وہی مٹی جس سے پانی پینے کا یہ برتن بنا ہے۔کچھ دیر کے بعد میرے مردہ جسم میں سے پودے اگنے لگیں گے۔ لیکن میرے نزدیک زندگی سے زیادہ موت اہمیت رکھتی ہے اور ہمارے زمین پر زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی میں اپنی روح کو زندگی کی راہوں پر لے کر آئیں''۔

جب اس لڑکی کو قتل کرنے کیلئے لے جایا جارہا تھا تو وہ بائبل کی آیات دہرارہی تھی اور اس کی آواز ایک دیوار سے ٹکرا کر دوسری دیوار میں لگ رہی تھی۔اس نے خدا کے لئے اپنی زندگی قربان کردی اور اس کے بدلے میں اسے ہمیشہ کی زندگی ملی۔

کئی ہفتے گزر گئے۔تمام قیدیوں کو روزانہ گنا جاتا تھا۔لیکن چند ہی محافظ ہمیں گن سکتے تھے ہمیں اس کام کیلئے کئی کئی گھنٹے ٹھنڈی جگہ پر کھڑا رکھا جاتا۔ایک دن تمام قیدیوں کی گنتی بہت جلد مکمل ہوگئی اور ہمیں ایک عجیب سا حکم ملا کہ اپنی تمام چیزیں جمع کرلیں کیونکہ ہم نے کہیں جانا ہے۔

سوروٴں کا فارم

ہم ٹرکوں میں فرماروزی کے فارم پر گئے۔ہم نے پہنچتے ہی کام کرنا شروع کر دیا۔ یہاں کی زمین اتنی سخت ہوگئی تھی کہ پودے ختم ہو گئے تھے۔اس کھیت پر بہت دیر سے کام نہیں کیا گیا تھا۔جس کی وجہ سے اگلے سال اس کھیت میں انگور کی فصل پیدا نہیں ہو گی۔ جو لوگ اس کھیت کی دیکھ بھال کر رہے تھے اُن کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی وہ صرف دکھاوے کیلئے کام کرتے تھے اور جھوٹی رپورٹ بھیج دیتے تھے۔

جس انگوروں کے باغ میں ہم کام کر رہے تھے وہ رومانیہ کا مشہور باغ تھا۔اس کا مالک اب جیل میں تھا۔رومانیہ کے تمام کاشتکاروں سے اُن کی زمین زبردستی چھین لی گئی تھی اور بڑے کاشتکاروں کے ساتھ ساتھ چھوٹے کاشتکاروں کی زمینوں کو بھی چھین لیا گیا تھا اور جن کاشتکاروں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اُن کو جیل میں بھیج دیا گیا جو کاشتکار اب ان فارموں پر کام کرتے وہ اتنا سست اور کم کام کرتے کہ پیداوار بہت کم ہوتی۔جس کی وجہ سے بہت سے کاشتکاروں کو جیل بھیج دیا گیا۔اور پھر انہی کاشتکاروں کو غلاموں کے طور پر کھیتوں پر کام کرنے کیلئے بھیجا جاتا تھا اور جو محافظ ان کی دیکھ بھال کرتے تھے وہ بھی ماضی میں کاشتکار ہی رہے تھے ہر طرف یہی ہو رہا تھا کھیتوں میں اتنی بُری کاشتکاری کی جارہی تھی کہ پیداوار میں کمی واقع ہوگئی تھی۔

ایک محافظ نے بتایا کہ اُسے حکم دیا گیا تھا کہ گاؤں میں داخل ہونے پر جو سب

سے پہلے نظر آئے اُس کو گولی مار دینا۔ اس سے ڈر کر گاؤں کے لوگوں نے خود ہی اپنی زمین حکومت کو دے دی۔ جب افسران ان کاشتکاروں کے گھروں میں جاتے تو انہیں محافظوں کی طرف سے چھپائے ہوئے ہتھیار ملتے۔ ان کسانوں کی بیویوں نے بتایا کہ محافظوں نے ان کی زمین کے ساتھ ساتھ ان کے جانور اور ریڑھے اور کام کرنے کے اوزار بھی لے لئے۔ میرے ساتھ مسز منیولا کام کر رہی تھیں۔ اُس نے مجھے بتایا کہ جب ہمارا سب کچھ چھن گیا تو ہم نے دیکھا کہ صرف گیتوں کی کتاب باقی رہ گئی تھی۔ اُس کو دیکھ کر میرے خاوند نے کہا کہ چلو ہم خداوند کی تعریف میں گیت گاتے ہیں کیونکہ آسمان پر ہمارا اجر بڑا ہے۔

مسز منیولا کی ایک گائے تھی جس کو وہ بہت پیار کرتی تھی اُس کا کہنا تھا کہ گائیں صرف اُس وقت زیادہ دودھ دیتی ہیں جب اُن کو پیار کیا جائے اور پیار سے وہ بھی عام جانوروں کی طرح ہی ہو جاتی ہیں۔

ایک دن میں کام کے دوران بے ہوش ہو گئی تو اتحادیوں نے مجھے ٹرک میں ڈال کر ہسپتال میں پہنچا دیا اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میرا سر سوجھ کر ایک تربوز جتنا بڑا ہو گیا ہے۔ میں چھل کو اچھی طرح جانتی تھی کیونکہ رچرڈ اس میں عبادت کروایا کرتا تھا اور ایک دفعہ میں کرسمس کے موقع پر کرسمس ٹری کو سجانے کیلئے تحفے لے کر آئی تھی۔ مجھے ہسپتال کے وارڈ میں رکھنے کی بجائے مجھے ایک کمرے میں تنہا رکھا گیا اور میں ننگے فرش پر سوئی۔ اگلی صبح جب میں نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا تو مجھے محافظ ورزش کرتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ کیا کوئی رچرڈ کے بارے میں کچھ جانتا ہے دو محافظ تو ویسے ہی گزر گئے لیکن تیسرے نے کہا کہ اُس پادری کی وجہ سے

مجھے اپنے جیل میں گزارے گئے دس سالوں پر افسوس نہیں ہوتا کیونکہ وہ مجھے مسیح کے پاس لے کر آیا اور اب میں اس پادری کی بیوی سے مل رہا ہوں۔ لیکن اُس قیدی نے یہ نہ بتایا کہ رچرڈ زندہ ہے یا نہیں۔

وہ سر نیچے کر کے اور ہاتھ پیچھے باندھ کر میدان میں چکر لگا رہا تھا جب وہ دوبارہ میرے پاس سے گزرا تو اُس نے بتایا کہ وہ رچرڈ سے تارگل میں ملا تھا اور اُس نے مزید بتایا کہ رچرڈ ہمیشہ یسوع مسیح کے بارے میں بات کرتا تھا۔

جب وہ اگلی بار میرے پاس سے گزرا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ ایک سکول میں استاد تھا۔ اس بار محافظ نے اس کی طرف دیکھ لیا اور قیدیوں کو واپس اپنے کمروں میں جانے کا حکم دیا لیکن اتنی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ رچرڈ ابھی بھی وہی رچرڈ ہے جو کہ مسیح کے نام کی سربلندی اور اس کی حمد اور تعریف کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے پاس لے کر آتا ہے۔ لیکن میں یہ نہ جان سکی کہ یہ آج کی بات ہے کہ بہت پہلے کی۔

رومانیہ کے لوگ اکثر ان لوگوں کی بہت عزت کرتے تھے جو اُن کو مسیح کے پاس لے کر آتے تھے۔ میں ایک دن اور اُس کمرے میں رہی لیکن کوئی ڈاکٹر مجھے دیکھنے کیلئے نہ آیا لیکن میں یہ سوچ کر خوش تھی کہ شاید میری اس استاد سے دوبارہ ملاقات ہو جائے میں نے ابھی تک یقین نہیں کیا تھا کہ رچرڈ فوت ہو چکا ہے۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میں کیوں ایسا محسوس کر رہی تھی۔ میرے ذہن میں ہر وقت ایک آیت گھومتی رہتی تھی جو کہ ایوب کے بیٹے روبن کے بارے میں تھی کیونکہ روبن کا عبرانی ترجمہ رچرڈ ہے وہ آیت یہ تھی ''روبن زندہ رہے گا اور ہرگز موت کو نہ دیکھے گا'' میرے لئے یہ آیت خدا کی طرف سے وعدہ تھی۔

اڑتالیس گھنٹوں کے بعد ہسپتالوں والوں کو میرا خیال آیا اور مجھے ہسپتال میں لے جایا گیا اور مجھے کمبل اور چادر والا بستر بھی دیا گیا۔ایک لیڈی ڈاکٹر اس وارڈ میں موجود تھی اس نے مجھ سے کہا کہ جو کچھ تمہیں کھانے کو دیا جائے اس کو ضرور کھانا۔اس آواز میں اتنی نرمی اور محبت تھی کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ڈاکٹر ماریہ کریسن ابھی حال ہی میں میڈیکل کی تعلیم سے فارغ ہو کر یہاں آئی تھی اور اس کی اچھی طبیعت کی وجہ سے سب اس کو پسند کرتے تھے۔وہ بڑے صبر اور حوصلے سے کام کرتی تھی۔

مجھے غذا کی کمی کی وجہ سے جلد کی بیماری ہو گئی تھی اور میری جلد پر دھبے بن گئے تھے۔ڈاکٹر نے مجھے ٹیکے لگائے اور مجھے کھانے کیلئے مختلف اشیاء دیں جس کی وجہ سے میں تندرست ہونا شروع ہو گئی۔اچھی غذا کی وجہ سے میری نظر بھی بہتر ہونا شروع ہو گئی۔مجھے خیال آیا بُری خوراک کی وجہ سے بہت ساری قیدی عورتیں رات کے وقت اندھی ہو جاتی تھیں۔میرے ساتھ والے بستر پر ایک عورت تھی جو کبھی بہت امیر ہوا کرتی تھی۔اُس کو جیل میں ہونے کی وجہ سے بڑی پریشانی ہو رہی تھی اور اُس کا خیال تھا کہ وہ جلد رہا ہو جائے گی۔وہ کہتی تھی کہ جب امریکہ والے آئیں گے تو وہ روسیوں سے جرمانہ وصول کریں گے اور میں جیل میں گزارے گئے ہر ایک دن کے بدلے 5000Lei وصول کروں گی۔اس طرح میرے پاس ایک لاکھ Lei ہو جائیں گے اور میرا مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔

میں نے اُس سے کہا کہ اسے 10,000 Lei مانگنے چاہئیں تا کہ اُس کے پاس دو لاکھ ہو جائیں۔اُس نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات ہے اور کہا کہ یہودی لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں باقی سب عورتیں اس کو لکھ پتی کہتی تھیں۔

ہم وارڈ میں مختلف کھیل کھیلتے جس کا انجام آنسو ہوتے۔ ہم سوچتے کہ جب ہم بوڑھی ہو جائیں گی اور ٹھیک طرح سن نہیں سکیں گی تو ہماری زندگی کس طرح ہوگی۔ ان کھیلوں کے دوران جب ہم ہنستے تو اس کے بعد ہم رونا شروع کر دیتے بہت سی جوان عورتوں کو اپنی جوانی ڈھلتی ہوئی نظر آتی۔ اور وہ رونا شروع کر دیتیں وکارسٹی ہسپتال کا انچارج ایک سیاسی افسر تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور کمیونسٹ دور کی اچھائیوں کے بارے میں بڑھ چڑھ کر بات کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ جب اتنے اچھے ہسپتال ہوں تو پھر خدا کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

میں نے کہا کہ جب تک زمین پر انسان آباد ہیں ان کو خدا کی اور مسیح کی ضرورت ہے کیونکہ وہ ان کو زندگی اور صحت دیتا ہے۔

اُس کو یہ بات سن کر غصہ آ گیا اور اس نے کہا ''تمہاری جرات کیسے ہوئی کہ میری بات کے درمیان میں بولو اور ایسی باتوں پر ایمان رکھو۔''

میں نے کہا ''ایک گھر میں رہنے والا فرد یہ جانتا ہے کہ یہ گھر ایک معمار نے تعمیر کیا ہے اور ایک دعوت میں جانے والا یہ جانتا ہے کہ تمام کھانے باورچی نے تیار کئے ہیں اس طرح خدا نے ہم سب کو اس دنیا میں بھیجا ہے اور اُس نے اس دنیا میں بہت سی خوبصورت چیزیں بنائی ہیں جیسے سورج، چاند، ستارے اور بے شمار اور خوبصورت چیزیں اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ خدا نے بنایا ہے۔ یہ سن کر وہ سیاسی رہنما ہنسنے لگا اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا گیا۔ اگلے دن محافظوں نے مجھے واپس کھیتوں میں کام کرنے کیلئے بھیج دیا۔

اس دفعہ مجھے سوروں کی دیکھ بھال والے کام پر لگایا گیا۔ یہ فارم حکومت کا تھا اور

اس پر پچاس عورتیں کام کر رہی تھیں۔ یہاں پر ہر دن بہت مشکل سے گزرتا تھا۔ ہمیں بہت کم کھانا ملتا تھا اور ہم صبح کو پانچ بجے اٹھتے اور اپنے رات والے گندے کپڑوں میں سوروں کو کھانا ڈالنے کیلئے چلے جاتے۔ ہم گھٹنوں تک کیچڑ میں ڈوب جاتے اور ہمارے کمروں کے اردگرد ہر وقت گندگی بدبو آتی رہتی۔ ہم سوروُں کی پھلیوں سے اپنا بیٹ بھرتے۔ مجھے ایسا محسوس ہونے لگا کہ میں موت کے بہت قریب آ گئی ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری زندگی آنسوؤں اور دکھوں سے بھری ہوئی ہے۔ میرے دل میں سے یہ آواز آئی ”اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔“

سوروُں کے باڑے کو صاف کرنا پوری دنیا کو صاف کرنے کے برابر تھا۔ ہم ہر روز بھوکے اور پیاسے اس کام کو شروع کرتے اور گند کے ڈھیر باڑے میں سے نکالتے۔ میں جانتی تھی کہ اب میرے پاس کوئی امید باقی نہیں رہی اور دنیا میں بھی اچھائی کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ میں اب موت کے بالکل قریب تھی۔ اور میرے خیال میں جس طرح کے حالات میں سے میں گزر رہی تھی مجھے زیادہ دیر زندہ نہیں رہنا چاہئے تھا۔ لیکن خدا نے میری دعا سن لی اور مجھے یہاں سے نکال لیا۔ اور میں نے ایک سبق سیکھا کہ سب سے عظیم محبت یہ ہے کہ انسان خدا سے محبت کرے اُس وقت بھی جب وہ دکھ اور تکلیف میں ہو۔

میں نے ٹرک کے پیچھے والے کھلے ہوئے حصے سے دیکھا کہ سوروُں کا فارم دور ہوتا جا رہا ہے اور اندھیرے میں کہیں مجھے سفید جھونپڑوں کی قطار نظر آ رہی تھی۔ شدید سرد ہوا چل رہی تھی۔ ہم میں سے کسی کو بھی اس بات سے سروکار نہیں تھا کہ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ کیونکہ تمام جگہوں پر ایک ہی طرح کی مشکلات میں سے گزرنا پڑتا

تھا۔لیکن ہمارے اندازے کے خلاف ہمیں چیچنیا لے جایا گیا۔ یہ وہی کیمپ تھا جہاں سے دوسال پہلے مجھے کینال بھیجا گیا تھا۔ہم ایک دوسرے سے باتیں کرر ہے تھے کہ یہ جگہ پہلے سے بہت زیادہ مصروف ہوگئی ہے اور یہاں بہت زیادہ عورتیں موجود تھیں ہم بھی بیٹھ کراپنی باری کا انتظار کرنے لگے تاکہ ہمارا نام بھی لسٹ میں آجائے۔

ہماری باری رات کے وقت آئی اوراس کے بعد ہم اپنے کمرے میں چلے گئے۔ یہاں پر ہماراطبی معائنہ ہوا جس کی وجہ سے ہمارے دلوں کے اندر تھوڑی سی امید جاگی لیکن ہمیں اتنی بار دھوکا دیا جاچکا تھا کہ اب اچھی امید کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ یہاں بہت زیادہ عورتیں جمع تھیں جن کو دیکھ کر ہم یہ سوچ رہے تھے کہ یا تو یہ نئے غلاموں کو نئے علاقوں میں بھیجنے والے ہیں یا پھر کچھ اور کرنے والے ہیں۔اگلے دن یہ افواہ پھیل گئی کہ بخارسٹ سے دوافسران آئے ہیں جو کہ ہماری سزاؤں اور اُن کی معیاد کا مطالعہ کررہے ہیں اُس سے ہمیں آزادی کی امید پیدا ہوئی۔

میں نے اپنے کمرے میں موجود چیزوں کو غور سے دیکھا۔کم روشنی کی وجہ سے عورتیں ایسے معلوم ہو رہی تھیں جیسے کھیتوں میں لگائے ہوئے پُتلے ہوں۔ وہ آہستہ آہستہ آزادی کے بارے میں باتیں کررہی تھیں۔ ہم نے بھی مستقبل کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔ کیمپ کے اردگرد سڑے ہوئے کھانے اور جسموں کی بدبو آرہی تھی۔ کچھ دیر کے بعد لاؤڈ سپیکر میں اعلان کیا جاتا جس کوزیادہ تر لوگ سمجھ نہیں پاتے اوراس کے بعد عورتیں کافی دیر تک خاموش بیٹھتی رہتیں۔

مجھے یہاں پر وہ جیسی لڑکیاں بھی نظر آئیں جو مجھے سرناوڈا میں ملی تھیں۔ایک دن مجھے کسی نے میرے نام سے بلایا۔

یہ زینڈا تھی جو کہ کیمپ K4 سے بخارسٹ میں آ گئی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے ہم نے ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا چاہے لیکن ایسا نہ کر سکے کیونکہ ہماری انگلیاں سوجی ہوئی تھیں۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو اپنے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔اس نے مجھے کپڑے اور ایک گرم جیکٹ دی جو کہ میں نے خوشی سے لے لی۔ان کپڑوں کو پہن کر ایسا لگا جیسے میں نے چارلی چیپلن کی طرح کا روپ دھارا ہوا ہے۔

اس کے بعد ہم نے اہم موضوعات پر باتیں کرنا شروع کر دیں۔اور وہاں موجود محافظ زینڈا کو سوال و جواب کیلئے کیمپ کے آفس میں لے گئے۔اُس نے بتایا کہ وہ بڑی نرمی سے بات کرتے ہیں اور ہمارے بارے میں پوچھنے کی بجائے یہ پوچھتے ہیں کہ ہمیں ان کا رویہ کیسا لگا۔

زینڈا نے بتایا کہ تین افسران روایتی وردی پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔اور اسکی محبت کے بارے میں سوال کرنے کے بعد انہوں نے پوچھا کہ اسے یہاں رہنا کیسا لگا اور کیا اُس کے کوئی رشتہ دار ہیں۔اس کے بعد انہوں نے اور طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔انہوں نے اس سے کہا کہ کیا تم جانتی ہو کہ سوشلزم کی خلاف ورزی کر کے تم کتنی بڑی غلطی کر رہی تھی اور حکومت نے تمہیں جیل میں ڈال کر ایک اچھا قدم اٹھایا اور تمہیں اپنے آپ کو درست کرنے کا موقع دیا۔اور کیا تم جانتی ہو کہ کچھ بھی کمیونزم کو ختم نہیں کر سکتا۔میں نے اُن کو کہا کہ میں نے یہاں رہ کر بہت کچھ سیکھا ہے اور رہا ہونے کے بعد میں معاشرے کیلئے اچھے کام کرنے کی خواہش رکھتی ہوں۔مہینہ ختم ہونے سے پہلے عورتوں کو چھوٹے گروپوں میں چیچنیا سے لے جایا گیا اگرچہ کوئی بھی نہیں

جانتا تھا کہ ان کو کہاں لے جایا جا رہا ہے لیکن پھر بھی وہ پُر امید تھیں آخر کار میری باری بھی آ گئی جو افسر میرے ساتھ بات کر رہا تھا وہ کافی صحت مند تھا اور بچوں کی طرح گلابی تھا۔ اُسکے ہاتھ بھی بہت خوبصورت تھے اور وہ بات کرنے کے دوران میز پر سے چیزیں ہٹاتا جا رہا تھا جیسے اُس نے بات کے اختتام پر اس میز سے کودنا ہو جو قیدی مذہب کی زیادہ قدر کرتے تھے اُن سے کچھ خاص سوال کئے جاتے تھے۔

اُس افسر نے کہا ''مسز ورم برانڈ کیا تم جانتی ہو کہ اس جگہ پر میں خدا سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں کیونکہ ابھی تک اُس نے ہمارے کام میں کبھی مداخلت نہیں کی'' یہ بات سن کر اس کے ساتھی مسکراتے ہوئے اس کی تعریف کرنے لگے۔

اُس نے مجھ سے پوچھا کہ ''کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کمیونسٹ لوگ خدا کو نہیں مانتے اور اُن کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر تم یہاں سے رہا ہو گئی تو تمہیں ہماری کامیابیوں کو دیکھ کر حیرت ہو گی۔ اُس آدمی کے ہاتھوں کے نیچے ایک فائل تھی جس میں بہت زیادہ کاغذات تھے۔ یہ شاید میری فائل تھی۔

میں نے کہا کہ میں دیکھ سکتی ہوں کہ تم طاقت ور ہو۔ اور تمہارے پاس میرے بارے میں جو کاغذات ہیں ان کو میں نے نہیں دیکھا اور تم میری قسمت کا فیصلہ بھی کر سکتے ہو۔ لیکن خدا بھی ہماری زندگیوں کے بارے میں جانتا ہے اور ہم اس کے ارادہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس لئے چاہے وہ مجھے یہاں رہنے دے یا آزاد کر دے میں ہر حال میں اسے خدا کی مرضی جان کر خوشی سے قبول کر لوں گی۔

میجر نے زور سے اپنے ہاتھ میز پر مارے اور کہا کہ تم ان تمام سالوں میں کوئی سبق نہیں سیکھ سکی۔ اور وہ کچھ دیر تک غصہ میں بولتا رہا۔ لیکن جب ناموں کی لسٹ پڑھی

گئی تو اس میں میرا نام بھی تھا کیونکہ میجر سے بڑی قوت نے میری قسمت کا فیصلہ کیا تھا۔ہم سب برف میں کھڑے ہوئے انتظار کر رہے تھے۔لیکن ابھی تک بھی ہمیں یقین نہیں تھا کہ ہم رہا ہو جائیں گے۔ جب ہمیں دروازے سے باہر نکال کر سڑک پر کھڑا کیا گیا تب ہمارے کاغذات ہمیں دیئے گئے۔

مجھے بھی اپنی رہائی کے کاغذات دیئے گئے لیکن اس وقت اتنا اندھیرا ہو گیا تھا کہ میں اس کو پڑھ نہیں سکتی تھی۔ جب ہم ٹرک پر بیٹھے تو اندھیرا چھانے والا تھا۔ چیچنیا بخارسٹ سے کچھ ہی دور ہے لیکن ہمیں قصبہ سے کچھ دور ہی اتار دیا گیا۔

میں اپنے گندے کپڑوں کے ساتھ سڑکوں پر چل رہی تھی۔اور تین سال کے بعد میں نے لوگوں کو دیکھا جو کہ اپنا کام کرنے کے بعد جلدی جلدی گھر جانے کی کوشش کر رہے تھے اور گھر والوں کیلئے چیزیں خرید رہے تھے۔

اگر گھر کہیں موجود تھا تو میں بھی گھر کی طرف ہی جا رہی تھی۔شاید گھر دوستوں اور خاندان میں سے کچھ بچ گیا ہو۔میجائی اب چودہ سال کا ہو گیا ہوگا۔گزرتے سالوں نے اُس پر کیا اثر کیا ہوگا؟ میں یہ جاننے کیلئے بے تاب تھی لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ مجھے خوف بھی محسوس ہو رہا تھا۔روشنیاں میری آنکھوں کو چندھیا رہی تھیں اور ہوٹلوں کے کھانوں کی خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ایک دم بہت سارے لوگ میرے پاس سے گزرے کیونکہ وہ بس میں سوار ہونا چاہتے تھے۔میں بھی سات نمبر بس کا سٹاپ تلاش کرنے لگی۔وہ شاید اب موجود ہی نہیں تھا۔لیکن مجھے وہ مل گیا۔

میں گاڑی میں سوار ہو گئی لیکن میری حالت کو دیکھ کر اُن کو اندازہ ہو گیا کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔

میں نے اونچی آواز سے کہا کہ کیا کوئی مہربانی سے میرا کرایہ ادا کرے گا۔ سب لوگ میری طرف دیکھنے لگے۔ اور مجھے دیکھتے ہی اُن کو اندازہ ہو گیا کہ میں نے کیوں ایسا کہا ہے۔ بہت سارے لوگوں نے میری جگہ کرایہ دینا چاہا۔ وہ سب میرے اردگرد جمع ہو گئے اور میرے ساتھ ہمدردی کرنے لگے انہوں نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا بلکہ مجھے اپنے رشتہ داروں کے نام بتائے کہ شاید میں ان میں سے کسی کو جانتی ہوں۔ کیونکہ ان میں سے ہر کسی کا کوئی رشتہ دار جیل میں تھا۔

ہم وکٹری سٹریٹ کے پاس سے گزرے اور مجھے یاد آیا کہ مجھے سب سے پہلے یہاں قید کیا گیا تھا۔ کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ ابھی بھی ان چار لوگوں یعنی مارکس، اینجل، لینن اور سٹالین کی بڑی بڑی تصویریں لگی تھیں جو کہ نیچے سے گزرنے والے لوگوں کی طرف دیکھتی رہتی تھیں۔ میں ایک عمارت کے قریب گاڑی پر سے اُتر گئی اور میں نے سیڑھیاں چڑھنی شروع کر دیں۔ ایک دوست نے دروازہ کھولا۔

سبینا! کیا یہ ممکن ہے اُس نے حیرت سے اپنے ہاتھ منہ پر رکھ لئے اور پیچھے کی طرف ہٹ گئی۔ ہم ایک دوسرے کے گلے ملیں۔ اس نے بتایا کہ میں بیمار نظر آ رہی ہوں میں نے رونا شروع کر دیا۔ کوئی میحائی کو بلانے چلا گیا۔ جب میں نے اسے دروازے میں سے آتے دیکھا تو میرا دل جیسے رک گیا۔ وہ لمبا ہو گیا تھا اور کمزور نظر آ رہا تھا۔ لیکن اب وہ جوان ہو گیا تھا۔ میں نے اُسے گلے لگایا۔ میری آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے جنہیں اُس نے اپنے ہاتھوں سے صاف کیا۔

اُس نے کہا امی جان اتنا نہ روئیں۔ اُس وقت مجھے ایسا لگا کہ میری تمام مشکلات ختم ہو گئی ہیں اور اب مجھے کبھی رونا نہیں پڑے گا۔

گھر کی طرف واپسی

اگلے دن ہم اکٹھے بخارسٹ کے باغ میں چہل قدمی کرنے کیلئے گئے۔ میں دوبارہ سے اپنے بیٹے کے قریب ہونا چاہتی تھی اور اسے جاننا چاہتی تھی۔ میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ میرا بیٹا پہلے کی طرح دل میں مسیح اور کلیسیا کیلئے محبت رکھتا ہے کہ نہیں۔ وہ بچپن میں بہت گہرائی میں جا کر بات کرتا تھا اور سوالات کیا کرتا تھا اور پانچ سال کی عمر میں اس نے ایک پروفیسر کو اتنا زیادہ متاثر کیا کہ وہ ہماری کلیسیا میں شامل ہو گیا۔ میں یہ جاننا چاہتی تھی کہ میری غیر موجودگی میں میرے بیٹے کے اندر کے اچھے انسان کو ختم تو نہیں کر دیا۔ کیونکہ یہ لوگ تو کسی پر مہربانی کرنا جانتے ہی نہیں۔

جب میں نے اس سے بات کی تو مجھے بہت خوشی ہوئی کیونکہ وہ ایک اچھے کردار کا مالک تھا۔ ہم نے میری قید میں گزاری گئی زندگی کے بارے میں بات کی اور اس مشقت کے بارے میں جو مجھے وہاں پر کرنا پڑتی تھی۔ اس نے کہا کہ میں قدرت کو اس لئے بُرا نہیں کہوں گا کہ اس میں دن کے ساتھ رات ہے اور روشنی کے ساتھ اندھیرا بھی ہے۔ اس لئے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انسان بُرے بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم انہیں بُرا نہ کہیں بلکہ اُن کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔

میں راستے میں چلتے چلتے اُس کو مسیح کے مصلوب ہونے اور اُس کے دکھوں کے بارے میں بتا رہی تھی اور وہ بہت توجہ سے سُن رہا تھا کہ اچانک ایک پودے کو دیکھ کر

رُک گیا کیونکہ اس پر کونپلیں نکلی ہوئی تھیں۔ یہ بہار کے ان دنوں کی طرح تھیں جن کو آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور جمی ہوئی برف کے اندر سے کونپلیں باہر نکل رہی تھیں۔ جب میں نے اپنی بات ختم کر لی تو اس نے کہا کہ ''امی آپ نے اور ابا جان نے مسیح کی خدمت کرنے کیلئے صلیب کے راستے کو چنا یہ راستہ دکھوں، تکلیفوں اور مشکلات سے بھرا ہوا تھا۔ لیکن میں ایسی خوبصورت جگہوں پر آ کر اپنے آپ کو خدا کے زیادہ قریب محسوس کرتا ہوں۔ اس لئے مجھے خدشہ ہے کہ میں صلیب کے راستے کو منتخب کر سکوں کہ نہ''۔ اُس نے زندگی میں اتنی کم خوشی کے لمحات دیکھے تھے کہ وہ ان چھوٹی خوشیوں کو ہی بڑی خیال کرتا تھا۔ اُس نے کہا کہ خدا کے بنائے ہوئے پھولوں کو دیکھنے کیلئے روپیہ نہیں خرچ کرنا چاہئے اس لئے ہمیں باغ میں رہ کر ان کی خوشبو سے لطف اندوز ہو کر خدا کا شکر کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح ہم اس کی محبت کا اقرار کرتے ہیں۔

میں نے جواب دیا کہ مسیح کو جس جگہ پر قربان کیا گیا وہاں نزدیک ہی ایک باغ تھا تمہیں کیسا لگے گا اگر تم باغ میں ہو اور تمہیں کسی بے گناہ انسان کی چیخوں کی آواز سنائی دے۔ ویکارسٹی (Vacaresti) اور جلیوا (Jilava) کی جیلیں بھی زیادہ دور نہیں ہیں اور اس وقت جب ہم ان پھولوں کی طرف دیکھ رہے ہیں تو ان جیلوں میں لوگوں کو اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ یہ سن کر میحائی نے مجھ سے آہستہ آواز میں پوچھا کہ کیا مجھے وہاں بہت زیادہ کام کرنا پڑتا تھا۔

میں نے جواب دیا کہ ہم عبرانی ہیں اور ہم خدا کے بچے ہیں مجھے دکھ اس بات کا نہیں کہ مجھے بہت کام کرنا پڑا۔ دکھ اس بات کا تھا کہ مجھے روحانی کام سے ہٹا کر دنیاوی کاموں پر لگا دیا گیا تھا۔ اور کینال میں رہ کر میں نے محسوس کیا کہ اگر خدا

ہمارے کاموں میں شامل نہ ہوتو ہمارے دنیاوی کام کتنے بے معنی ہو جاتے ہیں۔

اور کینال بھی آخر میں آ کر ختم ہو گیا اور کچھ نہ بن سکا جیسا کہ رومی حکومت اور یونانیوں کی تہذیب اور پہلی یہودیوں کی حکومت اور مصر اور چین کی تہذیب اور اب برطانیہ بھی وہی کچھ کر رہا ہے۔ یہ سب صرف اس دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔اس طرح جیل میں گزاری ہوئی زندگی میں سب سے بڑی دکھ کی بات یہ تھی کہ میں روحانی کاموں کی جگہ دنیاوی کام کر رہی تھی۔

ایک رات کو سوتے وقت میحائی میرے کمرے میں آیا اور مجھے ایک کتاب جس کا نام تھا ''کیٹو کی زندگی'' میں سے کچھ حصہ پڑھ کر سنایا اس میں لکھا ہوا تھا کہ سولا کا محل قتل گاہ کے علاوہ اور کچھ نہ تھا کیونکہ اس میں ہر روز بہت سے لوگوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ کیٹو اس وقت چودہ برس کا تھا۔اُس کی عمر میحائی جتنی تھی اور جب کیٹو نے قتل کئے جانے والے لوگوں کا غور سے مطالعہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اتنی اس سے نفرت نہیں کرتے جتنا اُس سے ڈرتے ہیں اس لئے کسی میں اُس کو مارنے کی ہمت نہ تھی۔ یہ دیکھ کر کیٹو نے کہا کہ مجھے تلوار دو اور میں اُس کو قتل کر کے اپنے ملک کو اس کے ظلم سے نجات دلاؤں گا۔میحائی نے کتاب نیچے رکھ دی۔

اُس نے کہا کیٹو صحیح کہتا ہے۔میرے خیالات بھی اسی طرح کے ہیں۔اگر چہ میں اپنی زندگی میں خوش رہنا چاہتا ہوں لیکن اس کے باوجود میں یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے نوجوان ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔میری طرح کا ایک جوان لڑکا ملک کو ایک ظالم سے رہائی دے سکتا ہے۔اور پرانے عہد نامے میں بھی یہی لکھا ہوا ہے؟ کیا یہ خدا کا حکم نہیں۔میں نے کہا کہ اُس وقت کے حالات شاید آج کے حالات سے مختلف تھے۔

اور یہ سب سے اچھا طریقہ تو نہ تھا۔ ہمیں ظلم کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن ظالم کو کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ ہمیں گناہ سے تو نفرت کرنی چاہئے لیکن گناہ گاہ سے محبت کرنی چاہئے۔ مائیکل نے جواب دیا۔ یہ بہت مشکل کام ہے۔

ان دنوں میں ایسا محسوس کر رہی تھی جیسے میں موت کے منہ سے واپس آئی ہوں۔ جیل میں رہتے ہوئے ہم نے بہت سے مشکلات کا سامنا کیا اور ہم کہا کرتے تھے کہ اگر ہم یہاں سے آزاد ہو گئے تو ہم کھائیں پئیں گے اور آرام سے زندگی گزاریں گے۔ اور کبھی کوئی شکایت نہیں کریں گے اور ہم میں سے زیادہ تر نے ایسا ہی کیا۔

اس کے بعد مسائل سامنے آنا شروع ہو گئے۔ میں اپنے اردگرد لوگوں کو ضرورت منداور بھوکے دیکھ کر بہت حیرت زدہ ہوئی۔ جن لوگوں کو میں نے مدد کیلئے پکارا اُن کے پاس کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ اُن کے بستروں کے اوپر بیٹھے ہوئے کمبل تھے اور چادریں اور تکیے نہ تھے۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ اُن کے پاس کھانا خریدنے کیلئے بھی پیسے نہ ہوتے اور اپنے کمرے کو گرم کرنے کیلئے بجلی بھی نہ ہوتی۔ میری ایک دوست نے مجھے بتایا کہ مجھے سب کچھ بیچنا پڑا یہاں تک کہ ہمیں اپنی کتابیں بھی بیچنا پڑیں۔ اور وہ اپنے باپ کے ساتھ ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہ رہی تھی۔

اُس نے مجھے کہا کہ میں لوگوں کے ساتھ احتیاط سے بات کروں کیونکہ حکومت نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے ہیں یہاں تک کہ کلیسیا میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔

بہت سے لوگ مجھے ملنے کیلئے آئے وہ سب اپنے رشتہ داروں کے بارے میں جاننا چاہتے تھے جو کہ جیل میں قید تھے لیکن میں ان میں سے زیادہ تر کی کوئی مدد نہ کر سکی اور نہ ہی ان کے زیادہ سوالات کے جواب دے سکی۔ میں نہ سمجھ سکی تھی کہ مجھے کس

منصوبے کے تحت جیل سے رہا کیا گیا۔جیل سے باہر آ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہاں بھی وہی حال تھا جو کہ حکومت کے اداروں میں تھا۔ میں نے راشن کارڈ لینا تھا۔اس مقصد کیلئے میں لمبی قطار میں چار گھنٹے تک کھڑی رہی لیکن جب میں کھڑکی کے پاس گئی تو وہاں موجود عورت نے مجھے بتایا کہ چونکہ میرے پاس کام کرنے کا کارڈ نہیں ہے اس لئے مجھے راشن کارڈ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں جیل میں سے آئی ہوں۔لیکن اُس نے کہا کہ وہ میری مدد نہیں کر سکتی۔اس طرح مجھے دوسروں کی دی گئی امداد سے گزارا کرنا پڑا۔

ہمارے پرانے گھر پر حکومت نے قبضہ کر لیا تھا اور اس کے ساتھ ہی گھر میں موجود ہر چیز پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ ہمارے دوست آج کل جس گھر میں رہ رہے تھے اُس کے پاس ہی ہمارا ایک چھوٹا سا فلیٹ ہوا کرتا تھا۔ہمیں بتایا گیا کہ یہاں پر ایک چھوٹی سی جھونپڑی ہمیں بغیر کرائے کے مل سکتی ہے۔ یہ بہت ہی چھوٹی تھی۔ بہت دنوں کی کوشش کے بعد میں اس جگہ کو اپنے رہنے کیلئے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہاں پر صرف ٹوٹے ہوئے پلنگ تھے اور اس کے علاوہ اور کوئی چیز موجود نہ تھی۔ یہاں نہ غسل خانہ اور نہ ہی پانی تھا اور یہ گرمیوں میں شدید گرم اور سردیوں میں شدید سرد ہوتی تھی اور کھڑکی کے سامنے اینٹوں کی دیوار تھی۔ہم نے یہاں رہنا شروع کر دیا اور جب جنیٹا رہا ہوئی تو وہ بھی ہمارے ساتھ آ کر رہنا شروع ہو گئی۔ ہمارے پاس پلنگ نہیں تھا اس لئے ہم دونوں صوفے پر سویا کرتی تھیں۔جنیٹا کے بعد ماریٹا بھی آ گئی۔

ماریٹا ہماری کلیسیا کی ایک پرانی رکن تھی وہ ہمارے لئے دو پیڑیاں لے کر آئی تھی جو کہ اس نے دو گھنٹے قطار میں کھڑی ہو کر حاصل کی تھیں۔ وہ بہت اچھی تھی لیکن بہت

زیادہ لائق نہ تھی اُس کو دورے پڑتے تھے جس کی وجہ سے کلیسیا کے باقی افراد اس کو زیادہ پسند نہیں کرتے تھے۔ میں اُس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور اُس کو کمرے میں آنے کیلئے کہا۔ ہم زیادہ اچھے حالات میں زندگی نہیں گزار رہے تھے۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھی تو اس کرسی کا پچھلا حصہ نیچے گر گیا۔ میخائی نے ماریٹا کو اٹھانے میں اس کی مدد کی۔

اس نے کہا کہ ہمارا کمرہ بہت گرم ہے کیونکہ میں ایک چولہے پر چربی میں آلو پکا رہی تھی۔ میخائی نے کہا "لیکن ہماری چھت اچھی نہیں ہے کیونکہ گیلا رہنے کی وجہ سے اس پر دن بدن کالے رنگ کی کائی لگتی جا رہی ہے۔ اور کمرہ اتنا چھوٹا ہے کہ اگر ایک فرد نے حرکت کرنی ہو تو اُس کو راستہ دینے کیلئے ہم سب کو ہلنا پڑتا ہے۔

ماریٹا نے بھی ہمارے ساتھ مل کر آلو کھائے اور میخائی اپنے کمرے میں پڑھنے کیلئے چلا گیا تو ماریٹا نے بتایا کہ اُس کا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے اور تھوڑے دنوں تک اُس سے وہ گھر بھی چھن جائے گا جس میں وہ رہ رہی ہے۔ جس خاندان میں میں رہ رہی تھی اُن کے رشتہ دار کلچ سے آ رہے ہیں جس کی وجہ سے اُن کو کمرے کی ضرورت ہے۔ اس لئے مجھے وہ گھر چھوڑنا پڑے گا۔ میں نے ماریٹا سے کہا کہ جیسا کہ تم دیکھ سکتی ہو کہ یہ کمرہ بہت ہی چھوٹا ہے اور جب ہم یہاں رہتے تھے تو اس میں گھر کی فالتو چیزیں رکھا کرتے تھے لیکن اگر تم چاہو تو ہم اس میں ایک اور پلنگ رکھ سکتے ہیں اور اس کے لئے ہم میٹرس کا بھی انتظام کر لیں گے۔ وہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا کہ میخائی اس بات کو پسند کرے گا۔ اس نے مزید بتایا کہ اس کے پاس کمبل اور پلیٹیں اور کچھ چمچے بھی ہیں۔ میں تمہارے ساتھ رہ کر بہت خوش رہوں گی۔

اس طرح ماریٹا بھی ہمارے ساتھ رہنے کیلئے آ گئی۔ مجھے رہا ہوئے تقریباً ایک

ہفتہ ہو چکا تھا۔ ہوا اچھی تھی اور سڑکوں پر گاڑیاں چل رہی تھیں اور سڑکوں پر لوگ ادھر ادھر چل پھر رہے تھے اگر چہ یہ سردیاں پچھلے تین سالوں میں سب سے شدید تھیں لیکن اب موسم تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس کی گرمی سے ہمارے دل بھی پگھلنا شروع ہو گئے۔ اچانک چرچ کی گھنٹی بجی۔ میں نے یہ آواز بہت سالوں کے بعد سنی تھی۔ یہ مقدس اور پیاری آواز پہلے کیتھڈرل چرچ میں سے آئی پھر ایک اور چرچ میں سے اور پھر ایک کے بعد ایک چرچ میں سے یہ آواز سنائی دی۔

اس شہر میں کئی گرجا گھر تھے (رومانیہ قرون وسطٰی میں عیسائیت کا بہت بڑا مرکز تھا اور اس شہر میں بہت سے گرجا گھر موجود ہیں) اب سب گھنٹیاں مل کر بجتی تھیں۔ یہ آواز اچھی ہونے کے ساتھ ساتھ خوفزدہ بھی کر دیتی تھی اور لوگ سڑکوں پر رُک کر ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور اگر چہ پولیس نے لوگوں کے اجتماع پر پابندی لگائی ہوئی تھی لیکن پھر بھی لوگ چوراہوں پر اکٹھے ہو کر باتیں کیا کرتے تھے۔ پھر وکٹری سٹریٹ پر لگے ہوئے۔ لاؤڈ سپیکر میں سے اعلان کیا گیا۔

پیارے ہم وطنوں اور فوجی بھائیوں میں U.S.S.R حکومت کا قائم مقام نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ بڑے دکھ کے ساتھ پارٹی کے کارکنوں اور رومانیہ کے باشندوں کو اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ سنٹرل کیمٹس کا سیکرٹری جوزف بہت عرصہ بیمار رہنے کے بعد فوت ہو گیا ہے۔ اور سپیکر میں اونچی آواز میں جنازے پر بجانے والی موسیقی بجنے لگی۔ اور اس آواز کا مطلب ہمارے لیے موت سے زیادہ وہ نئی زندگی کی امید تھا۔ لیکن ہر کسی نے سوال کیا کہ آخر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ ہم حیران تھے کہ اس فرد نے ساری عمر عیسائیت کو تباہ کرنے کی کوشش کی تو پھر اس کی موت پر چرچوں

میں عبادت کیوں کی جارہی تھی۔

یہ افواہیں عام ہوگئیں کہ آخری وقت میں سٹالین نے کہا تھا کہ اس کی قبر صلیب کے پاس بنائی جائے اور مسیحی انداز میں اس کا جنازہ پڑھا جائے اور یہ کہا جاتا تھا کہ وہ تمام لوگ جن کو اس نے اذیت دی تھی۔ وہ اس کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔

(ایک مصنف نے بعد میں لکھا کہ اگر میں صرف ان لوگوں کے ناموں کی فہرست بناؤں جن کو سٹالن نے قتل کیا ہے تو میری ساری زندگی گزر جائے گی۔)

سکول اور دوکانیں بند کر دی گئیں۔ مائیکل اخبار لے کر آیا جو کہ واحد اخبار تھا جو حکومت کی طرف سے شائع کیا جاتا تھا اس میں اس لیڈر کی موت پر افسوس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ لکھا گیا تھا۔ اخباروں، ریڈیو اور سینما گھروں میں دوستی کے گیت گائے جا رہے تھے۔ اگرچہ باہر کے ملکوں کی ریڈیو کی نشریات سننا خطرے سے خالی نہ تھا۔ لیکن پھر بھی ہم سنا کرتے تھے اور ایک اسٹیشن پر ہم نے یسعیاہ چودہ باب کی تلاوت سنی جس میں موت کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ "جو شخص دوسروں کو دکھ دیتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے جہاں اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے"۔

"کیا تم بھی ہماری طرح کمزور ہو گئے ہو؟ کیا تم بھی ہماری طرح ہو گئے؟ تمہیں کیڑے نے ڈھانپ لیا ہے......اور تم کس طرح پست ہو گئے ہو تمہیں کس نے کمزور کیا ہے"۔ جب کلام کا یہ حصہ ختم ہوا تو مائیکل نے کہا میرا کیا خیال ہے میں نے کہا کہ انسان کی زندگی کے آخری لمحات میں جب وہ موت کے قریب ہوتا ہے تو اس کی زندگی میں کئی تبدیلیاں آسکتی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ سٹالین کی ماں ایک نیک اور خدا پرست عورت تھی اور اس نے ضرور اس کے لیے دعا کی ہوگی۔ سسٹر مونیکا جو کہ اپنے بیٹے کی

گناہ گار زندگی پر رو رہی تھی کہ ایک بشپ نے بتایا "جس کے لیے اتنے آنسو بہائے گئے ہوں وہ گمراہ نہیں ہوسکتا"۔ اب ہمارے پاس اس کی بیٹی کی گواہی بھی موجود تھی کہ اس نے اپنے باپ کی تمام تعلیم کو پس پشت ڈال کر مسیحیت کو قبول کرلیا۔ اور مغرب کی طرف چلی گئی جب پوپ سٹالین کا جنازہ پڑھا رہا تھا تو ہم سوچ رہے تھے کہ کیا خدا نے سٹالین کو کم اور پوپ کو زیادہ محبت کی ہوگی؟

سٹالین کی موت کا دوسرا رخ یہ تھا کہ خوشی کا دور شروع ہونے والا تھا اور کوئی کیمپ نہیں ہوگا اور غلام اس میں کام نہیں کریں گے۔ کینال کی طرح کا کوئی اور منصوبہ نہیں بنایا جائے گا۔ اس لیے کہ سب افوائیں درست ثابت ہو رہی تھیں اور کینال کو واقعی ہی بند کر دیا جانا تھا اور چار سالوں کے بعد اس منصوبے کو ختم کر دیا گیا اگرچہ ابھی کام کا ساتواں حصہ مکمل ہوا تھا۔ تقریباً دو لاکھ آدمی اور عورتیں وہاں پر غلاموں کی طرح کام کر رہے تھے کوئی نہیں جانتا تھا کہ کتنے ہزار اس کیمپ میں مر گئے اور کتنے کروڑ لوگ ان کے کاروبار سے بے دخل کر دیا اور ملک کی اقتصادیات کو تباہ کر دیا گیا۔

اسی اخبار میں ہم نے پڑھا کہ حکومت اب معاشرتی بھلائی کے کاموں سے زیادہ عام لوگوں کی ضرورتوں پر توجہ دے گی۔ اور زندگی کے معیار کو بڑھایا جائے گا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کینال منصوبہ ناکام ہو چکا تھا انجینئروں نے علاقوں کا معائنہ کر کے نتیجہ اخذ کیا کہ یا بار اگان کو پانی دیا جاسکتا ہے یا کینال کو کیونکہ دونوں کے لئے پانی کافی نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بات ضرور جانتے ہیں کہ ان لوگوں کو گرفتار کرلیا گیا اور دو کو تو موقع پر قتل کر دیا گیا۔ جب کہ باقی تیس لوگوں کو پچیس سال کی قید ہوئی۔

میں نے دعا دہرائی جو عید فسح کے موقع پر کی گئی تھی کہ ہم فرعون کے غلام تھے اور

خدا نے اپنے طاقت ور بازوؤں سے ہمیں اس غلامی سے نکال لیا۔ ان تمام جگہوں کو خالی کر دیا گیا جہاں پر لوگوں سے جبری مشقت کروائی جاتی تھی۔ اور کام نہ ہونے کی وجہ سے پتھروں کے درمیان گھاس پھوس اُگ آئی اور یہ زمین بنجر چھوڑ دی گئی۔

ایک یہ جگہ ویران پڑی ہے اور یہاں پر سانپوں نے بسیرا کر لیا ہے اور اب یہاں کوئی کھانے والی چیز کاشت نہیں کی جاتی یہاں ہر طرف خراب ہوئی مشینری بکھری ہوئی ہے اور اوراس پر سرد ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔

آہستہ آہستہ میں صحت مند اور طاقت ور ہونا شروع ہو گئی۔ میری پسلیاں جو کہ ڈینوب میں گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئیں تھیں مجھے تکلیف دیتی تھیں۔ اور ڈاکٹر نے بتایا کہ ایسا اس لیے ہے کیونکہ وہ ابھی ٹھیک نہیں ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے مجھے کچھ ہفتے آرام کرنے کے لیے کہا اور اس نے کہا کہ میرا زندہ رہ جانا ایک معجزہ ہے۔

ایک صبح جب میں اوٹنی سٹریٹ پر چل رہی تھی کہ مجھے ایک پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک انسان نظر آیا وہ میری طرف بڑی توجہ سے دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ غائب ہو گیا۔ کچھ آگے جانے کے بعد جب میں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو مجھے ایک کاغذ ملا جو اس نے میری جیب میں لاعلمی میں ڈال دیا تھا اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

''اور ایسا ہو گا کہ خدا تجھے تیرے دکھوں اور خوف سے رہائی دے گا اور تجھے غلامی سے نجات دلائے گا'' اس کو پڑھ کر مجھے محسوس ہوا کہ میری جنگ ابھی جاری ہے کیونکہ اپنے اردگرد خدا کی محبت کو محسوس کر سکتی تھی اور بہت سے ایسے دلوں کو دیکھ سکتی تھی جنہوں نے سٹالین کی بات کو قبول نہیں کیا تھا۔

میرے اندر خوشی کی ایک لہر دوڑ پڑی۔ میں خفیہ کلیسیاء کی رکن بن گئی آپ کو اس

کے بارے میں کہیں لکھا ہوا نہیں ملے گا اور اس کی کوئی عمارت بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس کا کوئی کیتھڈرل ہے اور اسکے پادریوں نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے انہوں نے پادریوں کی تربیت بھی حاصل نہیں کی۔ خفیہ کلیسیاء کو اس نام سے کہیں بھی کوئی نہیں جانتا جب میں مغرب میں پہنچی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہاں پر کچھ لوگ ہیں جو ہمارے کام اور ہمارے نام کے بارے میں جانتے ہیں اگر میرے لئے کوئی یہ سوال کرتا کہ کیا رومانیہ میں کوئی خفیہ کلیسیاء ہے تو میں فوراً اس سوال کو سمجھ جاتی۔ لیکن اگر کوئی مجھ سے رومانیہ کے کسی مشہور مصنف کے بارے میں پوچھتا تو میں اس کا جواب نہ دے پاتی۔ خفیہ کلیسیاء کے ساتھ کام کر کے ہم صرف ایک فرض پورا کر رہے تھے اور ہم کمیونسٹ قوانین کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور ہم کسی اعلیٰ رتبے کی تمنا نہیں کرتے تھے۔ اور میں اگلے بارہ سال تک یہی کام کرنے والی تھی۔

شروع میں چرچ جانے والے لوگوں کو دیکھ کر دلبراشتہ ہوگئی کیونکہ پولیس ان کو اذیت دیا کرتی تھی۔ ریڈیو، سکول، سینما، تھیٹر اور پریس کے ذریعے لوگوں کو ابھارا جاتا تھا تاکہ وہ کلیسیا کو اذیت دیں تاکہ کوئی کلیسیا میں شامل نہ ہو سکے۔ بوڑھے لوگوں کو حکومت کی نگرانی میں دعا کرنے کی اجازت تھی لیکن نوجوان ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ہمارے بہت سے پرانے ساتھی اپنی نوکری چھن جانے کے خطرے کی وجہ سے ہمارے گھر کے قریب نہیں آتے تھے۔ اور کئی یہ بات نہیں قبول کرتے تھے انہوں نے کبھی ہمارے ساتھ مل کر عبادت کی ہو۔

جب میں یونیورسٹی کے پاس سے گزر رہی تھی تو مجھے ایک استاد نظر آیا جو کہ اپنے ساتھی استاد کے ساتھ کھڑا تھا جب میں نے پاس جا کر سلام کیا تو اس نے مجھے پہچاننے

سے انکار کر دیا۔ لوگ آزاد ہو کر بھی بہت خوفزدہ تھے جب کہ ہم نے قید میں بہت بُرے وقتوں میں خدا کی طاقت کو کام کرتے دیکھا تھا اس دوران ہم نے سیکھا کہ اگرچہ ہم دکھ اٹھا رہے ہیں۔ لیکن اس نے ہمیں اکیلا نہیں چھوڑا ہمارا بھروسہ اس پر تھا کہ اور خفیہ کلیسیا کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو بتائیں کہ مشکلات میں خداوند پر بھروسہ رکھیں۔ میری گواہی کی وجہ سے لوگ آسانی سے ہماری بات مان جاتے تھے میں نے اپنے گھر کو بھی وقت دینا تھا۔ اس لیے میں کچھ وقت گھر میں گزارا کرتی تھی ہماری کلیسیاء کی دو پاسبان رہنمائی کرتے تھے لیکن مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کہ وہ ان کی رہنمائی نہ کر پائے تھے اور لوگ اپنی مشکلات کے حل کے لئے میرے پاس آتے تھے۔ کیونکہ جن لوگوں نے اپنے ایمان کی وجہ سے دکھ اٹھائے تھے انکو لوگ دیوتا مانتے تھے اور انکی باتوں کو وہ بہت اہمیت دیتے تھے۔ مجھے یہ بات بہت پسند آئی میں نے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی تاکہ وہ مجھے اتنی زیادہ عزت نہ دیں میں نے ان کو بتایا کہ شہید سچ نہیں لکھتے بلکہ سچ کی وجہ سے انہیں شہید کر دیا جاتا ہے۔

اگرچہ میں اپنے تمام تجربات جو میں نے قید کے دوران حاصل کئے لوگوں کو بتانا نہیں چاہتی تھی لیکن میں ایسا کیے بغیر رہ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ وہ دو پاسبان لوگوں کو پرانے وقتوں کی کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں پڑھ کر سناتے تھے جو کہ ہمارے آج کل کے معاشرے میں بالکل کارآمد نہ تھی۔ اور ان میں سے کوئی بھی کتاب اس تجربہ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی جو کہ میں نے جیل میں رہ کر حاصل کیا تھا۔

کیمونسٹ لوگوں نے لوگوں کے دماغوں کو تبدیل کرنے کیلئے نئے طریقے ایجاد کئے تھے اور ہمیں بھی ان کا حل تلاش کرنا تھا تاکہ ہم لوگوں کو بچا سکیں اور یہ کام خفیہ

کلیسیاء نے کیا مائیکل ایک دن سکول سے جلدی آ گیا اور اس نے بتایا کہ اس نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے میں نے اس کو کہا کہ تمہیں اپنی پڑھائی نہیں چھوڑنی چاہیے لیکن اس نے کہا کہ میں اس ادارہ میں اب نہیں پڑھوں گا۔

مجھے حقیقت کا بعد میں علم ہوا اور حقیقت یہ تھی کہ کمیونسٹ یوتھ موومنٹ کی تنظیم بنائی جا رہی تھی اور سب سے اچھے طلبہ کو سرخ ٹائی پہننے کو دی جاتی تھی۔ مائیکل کا نام تنظیم کے رہنما کے طور پر پیش کیا گیا اس عہدے کو قبول کرنے کی صورت میں اسے سرخ ٹائی پہننا پڑتی لیکن مائیکل نے انکار کر دیا اس نے کہا کہ میں یہ رنگ نہیں پہنوں گا کیونکہ اس پارٹی کا نشان ہے جس نے میرے باپ کو قید کر رکھا ہے۔

استانی نے جو ایک یہودی لڑکی تھی مائیکل کو ڈانٹا اور گھر بھیج دیا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ ان استادوں میں سے کوئی بھی یہ کام نہیں کرنا چاہتا تھا جو ان سے کروایا جا رہا تھا اگلے دن مائیکل کی استانی گھر آئی اور اس کو واپس سکول لے کر گئی اور اس کو پیار بھی کیا۔ اس دن کے بعد وہ کوئی بحث ہوتی تو وہ اس میں ضرور شامل ہوتا اور تمام استاد اور طالب علم اس کی بات سن کر خوش ہوتے کیونکہ وہ سیاسی قیدیوں کا بیٹا تھا۔ اُس نے کہا کہ رومانیہ ایک کمیونسٹ ملک نہیں بلکہ کمیونسٹ لوگوں نے اس پر قبضہ کر رکھا ہے۔

جب میں قید میں تھی تو میحائی کی دیکھ بھال میری ایک پرانی دوست ایلس کیا کرتی تھی جو کہ سنڈے سکول کرواتی تھی۔ ایک وقت میں وہ ایک منسٹری کی سربراہ ہوا کرتی تھی۔ لیکن اُس نے پارٹی میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا اس لئے اس کو اس کے عہدے سے اتار دیا گیا تھا۔ وہ لوگوں کو فرنچ سیکھا کر اور امتحانات کی تیاری کروا کر اپنی روزی کمایا کرتی تھی۔ جب مجھے جیل میں بھیج دیا گیا تو میحائی خود ہی اُس کے پاس

چلا گیا تھا وہ بہت غریب تھی اور اپنے بوڑھے باپ کی بھی دیکھ بھال کرتی تھی۔ اور وہ تینوں ایک ہی کمرے میں رہتے تھے اور باقی بچوں کو کیونکہ وہ اپنے گھر نہیں لے جا سکتی تھی اس لئے وہ ان سے محبت کر کے اور اپنی بچائی ہوئی کرنسی ان کو دے کر انکی خدمت کرتی تھی۔ اگر دوسرے مسیحی بھائی ان کی مدد نہ کرتے تو وہ بھوکے مر جاتے۔

میں ایلس کی شکرگزار ہوں کہ اُس نے میجائی کو اس کی عمر کے بُرے اثرات سے بچا کر محفوظ رکھا اور مجھے جیل سے آ کر بھی میجائی میں کوئی تبدیلی محسوس نہ ہوئی کیونکہ وہ ابھی بھی خدا کو پیار کرتا تھا۔ سکول میں استاد فلموں اور لیکچرز کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ خدا دنیا میں موجود ہے اس لئے میجائی مجھ سے خدا کی موجودگی کے ثبوت مانگتا رہتا تھا۔ مجھے رچرڈ کی بات یاد آئی کہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کے بارے میں کوئی ثبوت طلب نہیں کرتا کیونکہ وہ موجود ہوتی ہیں اور ہم اُن کا حصہ ہیں اور اسی طرح روحانی باتیں بھی اپنا ثبوت خود فراہم کرتی ہیں۔

ہر سکول میں ایک ایسا کونا ہوتا تھا جہاں پر پاسبانوں کے خلاف کتابیں رکھی ہوئی تھیں اور میجائی جانتا تھا کہ ان میں سے کچھ سچ ہیں کیونکہ کچھ پاسبان اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہت بُرا سلوک کرتے تھے اور ان کو دھوکہ دیتے تھے۔ میں نے ان کو بتانے کی کوشش کی کہ کلیسیا کا ایک دنیاوی اور ایک روحانی رخ ہوتا ہے اور ہر عیسائی میں یہ دونوں رخ موجود ہوتے ہیں۔

ہر روز وہ کلیسیا کی غلطیوں اور پاسبانوں کی ناکامی کے بارے میں ثبوت لے کر آتا۔ میں اس کو بتاتی کہ وہ صرف پاسبان کے گناہ کو ہمارے سامنے لاتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ اُس پاسبان کو یہ غلط کام کرتے وقت کتنا دکھ محسوس ہوا کیونکہ غلطی تو ہم

میں سے ہر کوئی کرتا ہے لیکن جب ہم اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہیں تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اندر روحانیت بھی موجود ہے میں اس کے خدشوں کو ختم کرنے کی کوشش کرتی رہتی تھی۔ ہر عیسائی ماں کو یہ جنگ لڑنا پڑتی تھی کیونکہ کمیونسٹ سارا دن بچوں کے ذہن میں زہر بھرتے رہتے تھے۔

میں نے اُس کو بتایا کہ بائبل سچ کو نہیں چھپاتی۔ اس میں ان آدمیوں کے بارے میں بھی جو غلطی کر سکتے تھے لیکن اگر تم خود بائبل کی ان کہانیوں کو پڑھو تو تمہیں علم ہوگا کہ کمیونسٹ لوگوں نے ان کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کر دیا ہے۔

کمیونسٹ ریڈیو کے ذریعے اور سکولوں میں بچوں کو مسیحیت کے خلاف اُبھار رہے تھے لیکن میحائی مسیحیت کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا۔

1951م میں جب میں کینال میں تھی تو کلیسیا کے لوگوں نے اس کی مدد کرنے کیلئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال لیا تھا۔ ایک اور بزرگ عورت رہائی کے بعد مجھ سے ملنے کیلئے آئی اور ہمارے لئے آلو کا تھیلا لے کر آئی کیونکہ وہ اتنا ہی کر سکتی تھی لیکن جاسوسوں نے اس کے بارے میں ملٹیتا کو بتا دیا اور جب وہ گھر گئی تو اس کو دفتر میں بلا لیا گیا اور اس کو اتنی بری طرح مارا گیا کہ وہ دوبارہ صحت مند نہ ہو سکی۔ جاسوس ہر وقت سیاسی قیدیوں کے رشتہ داروں پر نظر رکھتے تھے۔

اگرچہ ان لوگوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جاتا تھا لیکن پھر بھی خفیہ کلیسیا کے لوگ ان لوگوں کے بچوں کی دیکھ بھال کرتے تھے جو کہ جیل میں ہوتے۔

میرے پاس ایک عورت روتی ہوئی آئی اور اس نے مجھے بتایا کہ اس کا بیٹا خفیہ پولیس کے ساتھ کام کر رہا ہے اور وہ ایک آدمی سے روزانہ ملتا ہے اور اس کو سب کچھ بتا

دیتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں۔ وہ اپنے بچے کو بھی گھر سے نہیں نکال سکتی تھی اور وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بیٹا مسیحیوں کو دھوکہ دے اس لئے میں نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ ہمارے ساتھ تعلقات کو کچھ دیر کیلئے منقطع کردے۔

کئی دفعہ رات گئے ایک آدمی اور اکثر اس کی بیوی میرے پاس آ کر اقرار کرتے کہ ہم حکومت کے جاسوس ہیں۔ ہم بہت مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں کیونکہ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو میرے خاوند کی نوکری چھن جائے گی۔ ہم بھی خدا سے محبت کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ اور میحائی کے ساتھ بھی محبت کرتے ہیں پر ہم ان کی دھمکیاں بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہ بھی بتانا پڑتا ہے کہ کون کون خفیہ کلیسیا کا رُکن ہے۔ لیکن ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ اُن کو کوئی ایسی بات نہ بتائی جائے جس سے آپ کو نقصان پہنچے۔ لیکن پھر بھی آپ کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

باقی لوگ بخارسٹ سے اردگرد کے قصبوں میں چلے گئے تا کہ خفیہ پولیس کے ہاتھوں سے محفوظ رہ سکیں جو کہ اُن کو ہر ہفتے بلا لیتی تھی۔

اگر وہ کمیونسٹ لوگ کسی مسیحی کے بارے میں اُس کے بچے سے معلومات حاصل نہ کر سکے تو پھر وہ اس کے پڑوسیوں یا ان کے ساتھیوں سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اور لڑکیوں سے ان لڑکوں کے بارے میں سوالات کئے جاتے ہیں جن کے ساتھ وہ پھرتی ہیں۔ اور وہ یہ سب کچھ ایک فائل میں لکھ لیتے ہیں تا کہ اس کو کسی نہ کسی طرح آپ کے خلاف استعمال کر سکیں۔

ان ساری باتوں کی وجہ سے ایک خفیہ کلیسیا وجود میں آئی ہے۔ اس خفیہ کلیسیا کے رکن یا تو لال رنگ کی ٹائی باندھتے ہیں یا کمیونسٹ پارٹی کا کوئی نشان۔ اسی طرح یہ

لوگ رات کے وقت بپتسمہ لیتے ہیں اور دور دراز کے کسی گاؤں میں پادری صاحب کو بلوا کر نکاح کرواتے ہیں۔ بہت سے حکومتی جاسوس ہمارے پاس آ کر ہمیں بتاتے ہیں کہ انہیں کس کس طرح حکومت کیلئے جاسوس کرنا پڑتی ہے۔ وہ ہمیں کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا کریں تا کہ خدا ہمیں معاف کر دے۔

میں اُن سے کہتی ہوں کہ آپ اپنی مخلصی کو اس طرح ثابت کریں کہ ہمیں بتائیں کہ آپ ہماری جاسوسی کس طرح کرتے ہیں۔ اُن افسران کے نام ہمیں بتاؤ جو تمہیں احکامات دیتے ہیں۔ تم لوگ کس مقام پر ملتے ہو۔ کئی دفعہ ہم اُن کے ملنے کی جگہ پر جاتے اور خفیہ طور پر اُس پولیس افسر کی تصویر لیتے۔ اگر وہ لوگ بند کمرے یا کسی دفتر میں ملتے تو ہم سب آنے جانے والوں کی خفیہ طور پر تصاویر لے لیتے۔

یہ ایک خطرناک کام تھا۔ لیکن ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہم اس پولیس افسر کی حرکات کی بھی نگرانی کرتے تھے جسے کلیسیا کی خفیہ نگرانی کیلئے مقرر کیا گیا تھا۔ ہم نے اس کے سب سے بڑے جاسوس ملازم کو اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا۔

ہم نے کچھ جاسوسوں کو تو توبہ پر رضامند کر لیا تھا جبکہ دوسروں کو ہم دوسرے طریقوں سے قابو کرتے تھے۔ اس طرح ہم اپنی خفیہ کلیسیا کا دفاع کرتے اور اسے ختم ہو جانے سے بچاتے تھے۔ میں خوش قسمت تھی کہ میرا بیٹا مائیکل میرے ساتھ تھا۔ وہ بہت زیادہ وفادار تھا اور ہمارے لئے مشکل ترین کام کیا کرتا تھا اس کے اپنے مسائل بھی تھے لیکن پھر بھی وہ ہمارے لئے نگرانی کا کام کرتا۔ بعض دفعہ ہم ایسے کام کرتے تھے جن کے نتیجے میں جیل جانا یقینی ہوتا تھا۔ تاہم ان سب خطرات میں ہم مل کر ہنستے تھے اور اچھا وقت گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔

ایک دن ماریٹا دیر سے گھر آئی اور آ کر اس نے دو تین گھنٹے تک کوئی بات بھی نہیں کی یہ بات میں نے پہلے بھی دیکھی تھی کہ وہ کئی دنوں سے دیر سے گھر آ رہی ہے وہ خوش نہیں لگ رہی تھی ورنہ عام طور پر وہ خوش رہنے والی لڑکی تھی۔

پھر وہ اچانک بولی ''کوئی خاص بات ہے'' لیکن میں آپ کو بتا نہیں پا رہی۔ دراصل مجھے ایک لڑکا اچھا لگنے لگا ہے۔ وہ اسے ایک ہسپتال میں ملا تھا اور وہ جسمانی طور پر معذور تھا۔ اس کے جسم کا بایاں حصہ مفلوج تھا۔ یہ فیکٹری کے ایک حادثے کا نتیجہ تھا اور وہ صحیح طور پر بول بھی نہیں سکتا تھا۔

ماریٹا کہنے لگی اب وہ بہت بہتر ہو گیا ہے اور چھڑی کی مدد سے ادھر ادھر چل بھی لیتا ہے اگرچہ وہ صحیح طور سے بول نہیں پاتا تاہم میں اسے سمجھ لیتی ہوں اور دوسرے لوگ بھی تھوڑی محنت کے بعد اسے سمجھ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد ماریٹا کے ساتھ وہ معذور اور گونگا شخص ہم سے ملنے آیا۔ ہمارے بہت سے دوست بھی وہیں تھے۔ پیٹر بھی آیا ہوا تھا۔ اُس کے پاس بھی رہنے اور سونے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

کچھ دیر کے بعد ماریٹا نے اُس شخص سے شادی کر لی اور پیٹر مستقل طور پر رہنے کیلئے ہمارے پاس آ گیا۔ اب ہم چار لوگ تھے اگر ہم ان مہمانوں کو شامل نہ کریں جو دن میں ہم سے ملنے آنے سے ڈرتے تھے اور رات کو آتے تھے۔

ان دوستوں میں سے ایک لڑکا پولیس کی کینٹین میں ملازم تھا۔ اُسے کھانے پینے کی اشیاء کی کمی نہ تھی۔ وہ ہمارے لئے بھی کھانے کو لایا کرتا تھا۔

در پردہ کلیسیا

(میخائی) مائیکل نے ایک دن سکول سے آ کر مجھے ایک کہانی سنائی کہ ہٹلر، نپولین اور الیگزینڈر دی گریٹ دوزخ سے ایک دن کی چھٹی لے کر آئے تاکہ ماسکو میں ہونے والے پریڈ دیکھ سکیں۔ جب ہٹلر کے پاس سے ٹینک گزرے تو اُس نے کہا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ Red Army (سرخ فوج) اتنی طاقت ور ہے تو میں کبھی روس پر حملہ نہ کرتا۔ الیگزینڈر نے کہا کہ میرے پاس ایسی فوج ہوتی تو میں پوری دنیا کو فتح کر لیتا۔ اور نپولین نے ایک اخبار پڑھا جس کا نام "Pravda" تھا اسے پڑھ کر اس نے کہا کہ اگر میرے پاس ایسا اخبار ہوتا تو دنیا کو واٹرلو کے بارے میں کچھ نہ پتہ چلتا۔

میخائی اپنے سکول کی تعلیم ختم کرنے کے بعد آگے نہیں پڑھ سکتا تھا اس لئے وہ کمیونزم کے بارے میں لطیفے جمع کیا کرتا تھا۔ سیاسی قیدیوں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے جب وہ نوکری کی تلاش میں تھا۔ رچرڈ کے ایک پرانے دوست نے ایک دن اُس کو پیانو بجاتے سنا تو اُس کو ایک نوکری مل گئی۔

اس نے کہا کہ میں اوپیرا (Opera) میں ہر طرح کے سازوں کی دیکھ بھال کرتا ہوں۔ اور مجھے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔ اس نوکری کو حاصل کرنے کیلئے میخائی کو سولہ صفحوں کا ایک سوالنامہ پُر کرنا پڑا اور اُس کو یہ بتانا پڑا کہ پچھلے بیس سالوں میں کون کون سے لوگ اُس کے پڑوسی تھے جبکہ اُس کی عمر ابھی صرف پندرہ سال تھی اس کے

علاوہ اور بہت سے سوالوں میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا تمہارا باپ کبھی جیل میں رہا ہے تو میحائی نے جواب دیا کہ نہیں۔ کیونکہ جنگی قیدیوں کے بچوں کو نوکریاں نہیں دی جاتی تھیں۔اس کو آٹھ پونڈ ماہانہ تنخواہ دی گئی جو کہ ہمارے لئے ایک بڑی رقم تھی اور اُس کو راشن کارڈ بھی دیا گیا تا کہ وہ کھانا خرید سکے۔میحائی نے اپنے کام میں کافی ترقی کی اور اس کا مالک اُس سے خوش تھا اور اُس نے اپنے اردگرد کے موسیقاروں میں کچھ نام بھی کما لیا۔لیکن اٹھارہ مہینوں کے بعد کسی طرح مالکان کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ سیاسی قیدی کا بیٹا ہے تو اُس کو نوکری سے نکال دیا گیا لیکن اُس نے ان مہینوں کے دوران جو کچھ سیکھا تھا اُس کی مدد سے وہ بعد میں کچھ کمانے کے قابل ہو گیا کیونکہ اُس نے لوگوں کو گھروں میں موسیقی کی تعلیم دینا شروع کر دی۔ میں نے اپنے خاندان کو سنبھالنے اور اُس کا چولہا جلتا رکھنے کیلئے ہر طرح کی نوکری کی۔ ریشم کے کیڑے پالنے کا کام کیا۔ اس کام کے بارے میں مجھے مارٹیا نے بتایا تھا کہ اسکام میں بہت پیسہ ہے۔

لیکن میحائی کو یہ کام پسند نہ آیا۔اُس نے کہا کہ ہمارا گھر اتنا چھوٹا ہے اس لئے ان کو کہاں رکھیں گے۔ میحائی ایک کام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کیلئے رسالے لے کر آیا جس سے ہم نے بڑی مفید معلومات حاصل کیں۔ ریشم کے کیڑے شہتوت کے پتے کھاتے ہیں۔اس لئے میں نے میحائی سے کہا کہ وہ جس گھر میں ایلس آنٹی کے ساتھ رہتا تھا اُس کے پاس ہی ایک قبرستان تھا اور اُس قبرستان میں بہت سارے شہتوت کے درخت تھے اس لئے انہیں کیڑوں کو کھانا مہیا کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوگی۔اس لئے ہم نے سو کیڑوں کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا۔میحائی نے بتایا کہ ریشم کے کیڑے جب تیلے بننے لگتے ہیں تو وہ بہت سارا ریشم پیدا کرتے ہیں۔

یہ کام ویسے ہمارے چھوٹے گھر کے حساب سے کافی عجیب تھا۔ میجائی نے ان ڈبوں کے اندر جن میں کیڑے تھے سوراخ کر دیئے تھے تاکہ ہوا اندر جا سکے۔ جب ہم ان سوراخوں میں سے اندر دیکھتے تو بہت برا لگتا کیونکہ ریشم کا کیڑا دیکھنے میں ہرگز خوبصورت نہ تھا اور یہ تین انچ لمبا تھا۔ یہ کیڑے مستقل کھاتے رہتے تھے۔ شروع شروع میں میجائی قبرستان میں سے پتے لے آتا تھا لیکن جب قبرستان کی دیکھ بھال کرنے والے آدمی کو اس بات کا پتہ چلا تو اُس نے میجائی کو پتے لینے سے منع کر دیا۔ میجائی نے کہا کہ ''ہمیں اندھیرے میں چھاپہ مارنا پڑے گا''۔ اگلے دن میجائی رات کے وقت قبرستان میں گیا اور کئی دنوں کیلئے کیڑوں کا کھانا لے آیا اور اس نے کہا کہ مُردوں کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے بائبل کی وہ آیت یاد آئی جس میں لکھا ہے کہ ''حیات کے درخت کے پتوں سے لوگوں کو شفا ملتی ہے''۔ یہ سن کر ماریٹا بہت خوش ہوئی اور اُس نے کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ بیمار روحیں بھی وہاں جا سکتی ہیں۔

ریشم کے کیڑوں کو سنبھالنا کافی مشکل کام تھا۔ لیکن ایک مہینے کی محنت کے بعد ہم سو کیڑے تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جن کے بدلے میں ہمیں دو دن کا کھانا ملا۔ اس کے بعد میں سو اور کیڑے لے آئی اور کئی مہینوں تک ہم یہ کام کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے کیڑے زیادہ بڑے اور پیلے ہو گئے ہیں۔ میجائی نے ریشم کے کیڑوں کو پالنے کی ہدایات والی کتاب میں سے پڑھا کہ یہ کیڑوں کی ایک بیماری ہے جس میں کیڑے زیادہ موٹے ہو جاتے ہیں۔

مجھے یاد آیا کہ مسیح نے ایک عورت کو اس بیماری سے شفا دی تھی لیکن اب مسیح ہمارے کیڑوں کیلئے تو یہ معجزہ نہیں کرے گا اس لئے ہمیں وہ کیڑے پھینکنا پڑے اس

کے بعد میں نے کپڑے سینا اور سویٹر بننا شروع کر دیئے۔ اُس تھوڑی سی رقم کے ساتھ جو کماتی اور میحائی کے کمائے ہوئے پیسوں کے ساتھ ہم گزارا کرتے۔ اس سال میں انٹرنیشنل یوتھ فیسٹول ہونا تھا۔ کئی نوجوان کمیونسٹ اور بہت سے دوسرے لوگ بھی بخارسٹ میں آئے اور اس فیسٹول کے شروع ہونے سے تین مہینے پہلے تمام دکانوں سے کھانے کی چیزیں کم ہونا شروع ہو گئیں۔ اور لمبی لمبی قطاروں میں گھنٹوں تک انتظار کرنے کے بعد ہم تھوڑا سا مکھن اور آٹا حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے۔

اور جب فیسٹول شروع ہوا تو دکانوں کو ہر طرح کی اشیا سے بھر دیا گیا اب دکانوں پر وہ تمام اشیا موجود تھیں جو کہ ہم نے اپنی پوری زندگی رومانیہ میں نہ دیکھی تھیں۔ میحائی یہ سب کچھ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس فیسٹول کے ختم ہونے کے بعد اشیائے خوردنی پہلے سے بھی کم ہو گئیں۔ کیونکہ باہر سے آنے والے لوگوں نے سب کچھ ختم کر دیا تھا۔ میحائی نے بتایا کہ باہر سے آنیوالے نوجوان بھی ہمارے نوجوانوں کی طرح جاسوسی کرتے تھے اور رومانیہ کے کئی نوجوان اس لئے گرفتار کر لئے گئے کیونکہ انہوں نے اٹلی اور فرانس سے آنے والے لوگوں کے بارے میں غلط بات کی تھی۔ میحائی کا ایک دوست بھی گرفتار ہو گیا تھا۔

یہ سب دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوا کیونکہ غلط نظام کی وجہ سے لوگوں کی سوچ بالکل بدل گئی تھی۔ اور تہائی دنیا کے لوگوں کی سوچ خراب ہو گئی تھی اور کسانوں کو انہیں کھیتوں میں سے چوری کرنا پڑتی تھی جو کہ کبھی انکی اپنی ملکیت تھے۔ فیکٹری میں کام کرنے والے لوگوں کو انکے حقوق فراہم نہیں کئے جاتے تھے۔ پورا ملک دھوکہ دہی کے قبضے میں تھا۔ حکومت کے بڑے بڑے افسر کالا کاروبار کرتے تھے۔ ہماری زندگی میں

صرف جھوٹ اور جاسوس ہی رہ گئے تھے۔ سیاسی قیدیوں کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ لوگوں میں کمیونزم کے خلاف نفرت کو ختم کریں اور انہیں بتائیں کہ یہ نظام بہت اچھا ہے۔

میحائی نے ہمیں ایسی کہانی بتائی جس سے اندازہ لگایا جاسکتا تھا کہ کمیونسٹ لوگوں سے کتنی زیادہ نفرت کی جاتی تھی۔ ”دو دوست ایک بس میں سفر کر رہے تھے تو ایک دوست نے دوسرے سے پوچھا کہ تمہارا وزیراعظم کے بارے میں کیا خیال ہے وہ کیسا آدمی ہے۔ دوسرے دوست نے انگلی اپنے دانتوں میں لیتے ہوئے آہستہ آواز میں کہا کہ لوگ سن لیں گے۔ پھر وہ بس سے اتر کر ایک باغ میں چلنا شروع ہو گئے تو دوست نے پھر سے پوچھا کہ تمہارا وزیراعظم کے بارے میں کیا خیال ہے۔ اُس نے کہا کہ میں یہاں نہیں بتا سکتا کیونکہ وہ پانچ سو گز دور بیٹھے لوگ سن لیں گے اس کے بعد وہ ایک ایسی جگہ آ گئے جہاں اُن کے اردگرد کوئی نہ تھا۔ دوست نے پھر وہی سوال دہرایا تو اُس نے جواب دیا کہ ”اُس کے بارے میں میرے خیالات بہت اچھے ہیں۔“

ہمارا زندگی کا اصل مقصد کھانا اور زندہ رہنا نہ تھا بلکہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم مسیحی بھائیوں کو دُعائیہ زندگی کی طرف لائیں۔ قیدیوں کے بچوں اور بیویوں کو عبادت کروائیں تاکہ انکی زندگیوں کو غلط راہوں سے بچایا جاسکے۔ میرا اور جینٹا کا رچرڈ کی قید کے دوران سب سے بڑا کام یہی تھا۔ کیونکہ بہت سارے نیک اور ایماندار پادریوں کو گرفتار کیا جا چکا تھا اس لئے یہ اب انکی بیویوں کا فرض تھا کہ خفیہ کلیسیا قائم کی جائے۔ ہم نے لوگوں سے گفتگو کی اور انکے مسائل کو سلجھا کر کافی تجربہ حاصل کر لیا اور اب دور دور سے عورتیں اپنی کلیسیاؤں کے مسائل کے بارے میں مشورے لینے کیلئے بخارسٹ میں آتی تھیں۔ اور ہم اپنا بہت سارا وقت اس کام میں صرف کرتے تھے۔

مغرب میں ابھی تک اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ کیا عورتوں کو پادری بننا چاہئے لیکن مشرق نے اس مسئلے کا حل ڈھونڈ لیا تھا کیونکہ جن پادریوں کی بیویوں کے خاوندوں کو گرفتار کر لیا گیا تھا انہوں نے اپنے خاوندوں کی ذمہ داری خود سنبھال لی تھی۔ خفیہ کلیسیا کی مختلف جگہوں پر کئی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ اور اکثر ہمارے گھر کی طرح کے گھروں میں ہوا کرتی تھیں۔ کئی دفعہ پادری کریکو (Crecu) بھی ہمارے ساتھ شامل ہو جاتے اور وہ ہمیں اچھے مشورے دیا کرتے تھے۔ وہ شراب پیتے تھے اس لئے ان کو ابھی تک گرفتار نہیں کیا گیا تھا کیونکہ حکومت کا خیال تھا کہ شراب پینے والے پادری اُن کے خلاف کوئی بات نہیں کریں گے لیکن پادری Crecu نے ہماری بہت مدد کی اور وہ خفیہ کلیسیا اور دوسری کلیسیا دونوں کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔

جب کمیونسٹ لوگوں نے ظلم کی انتہا کر دی تو تمام کلیسیائیں ایک ہو گئیں اور ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور ہماری کلیسیا پہلی صدی کی کلیسیا کی طرح ہو گئی۔

پادری Crecu کے ساتھ میری کئی دفعہ ملاقات ہوئی جس میں میں نے اُن سے اہم معاملات کے بارے میں گفتگو کی۔ جنیٹا بھی اب ہماری کلیسیا کی اہم رُکن بن گئی تھی۔ ہم دونوں نے لینن (Linen) کی لکھی ہوئی کتاب پڑھی جس میں اُس نے دنیا کو فتح کرنے کے طریقے لکھے تھے۔ یہ کتاب اُس نے 1903 میں لکھی تھی۔ سب سے پہلا قانون جو اُس نے اس کتاب میں بیان کیا تھا وہ یہ تھا کہ آہستہ آہستہ اپنے مخالف گروپ کے لوگوں میں شامل ہو کر ان میں گھل مل جانا چاہئے اور جب کمیونسٹ نے رومانیہ پر قبضہ کیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ متوسط طبقے، رہنماؤں اور کمیونسٹ لوگوں کے خلاف کام کرنے والے گروپوں میں شامل ہو چکے ہیں یہاں تک کہ وہ سیمنریوں

اور پادریوں کو بھی متاثر کر چکے تھے۔اب قانون اُلٹ تھے اور وہ حکمران بن گئے تھے۔ہم نے محسوس کیا کہ خفیہ کلیسیا اُس وقت تک کام نہیں کر سکتی جب تک وہ کمیونسٹ آرگنائزیشن جو کہ انہیں تباہ کرنا چاہتی ہیں میں شامل نہ ہو جائیں۔

شروع میں ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ یہ ہمارے قوانین کے خلاف ہے۔لیکن پادری Crecu نے ہمیں بتایا کہ یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جس ہیکل کو خدا نے چوروں اور ڈاکوؤں کی کھوہ کہا تھا وہیں انہوں نے مسیح کی موت اور اٹھائے جانے کے بعد اپنی مرضی سے کام کیا۔ کیونکہ جب حالات عجیب ہو جائیں تو انسان مختلف کام کرتا ہے۔ کیونکہ چور کو پکڑنے کیلئے آپ کو خود بھی آدھا چور بننا پڑتا ہے۔

لیکن میں ابھی تک ہچکچا رہی تھی کیونکہ اگر ہماری کلیسیا کے ارکان کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو گئے تو ان کو ایسے بہت سے کام کرنے پڑیں گے جو کہ خدا کی نظر میں غلط ہیں اور ہو سکتا ہے کہ بہت سے لوگ کچھ ہی دیر میں اپنا ایمان کھو دیں۔

پادری Crecu نے کہا کہ کچھ لوگ اس کام کو بڑی اچھی طرح کر سکتے ہیں خاص کر نوجوان۔ اور اس کے بعد وہ فوج میں شامل ہو جائیں گے اور اس کے بعد خفیہ پولیس میں اور پارٹی میں بھی شامل ہو جائیں گے۔میں نے پادری Crecu کی بات مان لی کہ ہمیں بھی رومیوں والا طریقہ استعمال کرنا چاہئے۔

جتنے لوگ ہماری عبادتوں میں شامل ہوتے تھے وہ سب پُر جوش ہوتے تھے اور ہماری مدد کرنا چاہتے تھے میں نے ذہنی طور پر اُن کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا۔

ان میں سے زیادہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہونے کیلئے تیار نہ تھے کیونکہ ان کے خیال میں کام کے دوران انہیں اتنا زیادہ جھوٹ بولنا پڑے گا کہ خدا اس کو معاف نہیں

کرے گا۔ دوسرا گروپ جس میں بہت کم لوگ شامل تھے کافی مددگار ثابت ہوا کیونکہ اُن کی سوچ پولس رسول کی سی تھی جو یونانیوں کیلئے یونانی اور یہودی کیلئے یہودی بن گیا اور دونوں کے دلوں کو جیت لیا۔ لیکن اس چھوٹے گروپ میں سے بھی صرف چند لوگوں کو اس کام کیلئے منتخب کیا گیا۔ کیونکہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہماری کلیسیا کے رُکن گرفتار کر لئے جائیں۔ اس لئے سینکڑوں میں سے صرف ایک ہی فرد کو علم تھا کہ ہم کیا کرنا چاہتے ہیں یہ ہم نے اپنے بچاؤ کیلئے کیا تھا۔ پادری Crecu کو خطرہ تھا کہ نوجوانوں کے والدین شاید انہیں یہ خطرناک کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔

میں نے کہا کہ جب میں سکول میں تھی تو میں نے King Stephen کے بارے میں پڑھا تھا کہ ایک دفعہ وہ جنگ کے دوران زخمی ہو گیا تو اپنے قلعہ کے دروازے پر آ گیا۔ اُس کی ماں نے پوچھا کہ باہر کون ہے تو اُس نے جواب دیا کہ آپ کا بیٹا جس پر اس کی ماں نے کہا کہ تم میرے بیٹے نہیں ہو کیونکہ میرا بیٹا فوج کو میدان جنگ میں چھوڑ کر واپس نہیں آئے گا۔ وہ وہیں رہ کر لڑے گا۔

میں ایسے بہت سی ماؤں کو جانتی ہوں جو کہ ایسی سوچ رکھتی ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ جو مائیں ہمارے پاس آتی ہیں وہ کس طرح محسوس کرتی ہیں اگر آج مجھے کمیونسٹ بتائیں کہ رچرڈ قید کے دوران فوت ہو گیا ہے تو میں صرف دکھ ہی نہیں محسوس کروں گی بلکہ فخر بھی محسوس کروں گی۔ اور میں جانتی ہوں کہ دوسرے لوگوں میں بھی دن بدن یہی روح پیدا ہو رہی ہے۔ اگر کسی ماں کا بیٹا ملک کیلئے شہید ہو جائے تو وہ ماں کتنا فخر محسوس کرتی ہے تو پھر جس ماں کا بیٹا مسیح کی خاطر شہید ہو وہ کس قدر فخر محسوس کرے گی۔

جنیٹا نے کہا کہ اپنے ایمان کو کھو دینا اپنی آزادی اور زندگی کو کھو دینے سے بڑھ کر

ہے۔ پادری صاحب یہ کہتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے کہ ایسی دنیا میں رہنا کتنا اچھے لگے گا جس میں ان سب چیزوں میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑنا پڑے۔

ماریٹا کی ایک دوست تھی وہ بہت خوبصورت تھی اُس کی عمر اٹھارہ سال تھی اور ہم کئی بار اس سے مل چکے تھے۔ میں نے کہا کہ جیل میں جب محافظ ہمیں مارنے سے پہلے کہتے تھے کہ تم شہید ہونا چاہتے تھے اس لئے اب مار کھاؤ۔ اس طرح ہم نے مار کھائی۔ لیکن اس مشکل وقت میں بھی ہمیں اس بات کی خوشی تھی کہ ہم مسیح کیلئے دکھ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے حالات بھی بالکل ایسے ہی تھے جیسے کہ ابتدائی کلیسیا کے تھے لیکن اب ہمیں اس سے بھی زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت ہے اور Trudi اس میں ہماری مدد کر سکتی تھی۔ ٹروڈی نے میری طرف دیکھا وہ اس کام کو کرنے سے خوفزدہ نہ تھی۔ اُس کا خاندان بہت بڑا تھا اور وہ سب سے بڑی بہن تھی۔ میں نے اس کو بتایا کہ مجھے تمہاری جیسی لڑکیوں کی ضرورت تھی تا کہ وہ کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو سکیں۔

اب ایک نئی بات ہوئی اور یہ ہمارے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ ایک افسر کو جو کہ خفیہ پولیس میں کام کر رہا تھا اُس کو گھر میں مدد کرنے کیلئے ایک لڑکی کی ضرورت تھی۔ اس کی بیوی زیادہ عقلمند نہ تھی لیکن وہ ایک اچھی عورت تھی۔ میں نے کہا کہ اگر ٹروڈی اس نوکری کیلئے درخواست دے تو اس کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوں گی جو کہ ہمارے لئے مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ یہ سن کر اس کے تاثرات تبدیل نہ ہوئے لیکن میں نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک محسوس کی۔ میں نے اس سے مزید کہا کہ ''ان کو شک بھی نہیں ہوگا۔ اُس افسر کی بیوی نے اپنی دوست سے کہا کہ وہ ایک لڑکی کو تلاش کرے اور وہ عورت ہماری عبادت میں آتی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا

کہ وہ عورت مسیحی ہے۔ٹروڈی نے کہا مجھے کیا کرنا پڑے گا۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم وہاں پر موجود تمام لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کرنا اور تم تو جانتی ہو کہ لوگ اپنی مشکلات کے بارے میں دوسروں کو بتا کر تسلی حاصل کرتے ہیں۔ٹروڈی نے کچھ دیر سوچا اور پھر یہ کام کرنے پر رضامند ہو گئی۔ایک رات پادری Crecu میرے پاس آئے اور انہوں نے بتایا کہ انہیں یوحنا کی انجیل میں ایک پیراگراف ملا ہے جس میں لکھا ہے کہ شاگردوں نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے سردار کاہن کی عدالت میں شامل ہونے کی کوشش کی۔

کہا جاتا ہے کہ ایک شاگرد سردار کاہن کائفا کو جانتا اور وہ اس کا اتنا اچھا جاننے والا تھا کہ مسیح یسوع کی گرفتاری کے موقع پر وہ نہ صرف خود بلکہ پطرس کو بھی لے کر ہیکل میں داخل ہو گیا۔ میں نے کلام کا یہ حصہ اس لئے سنایا کہ اگر کوئی خلاف ورزی کرے تو جوانوں کو سمجھایا جائے کہ یہ غلط بات نہیں ہے۔

میں نے کچھ لڑکیوں کو کمیونسٹ کے نوجوانوں میں شامل کیا لیکن میں نے پادری صاحب کو ان کا نام نہ بتایا۔ پادریوں کو مجبور کر کے کمیونسٹ لوگ کلیسیا کے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے تھے اس لئے میں نے یہ بہتر جانا کہ ان کے نام پادری صاحب کو نہ بتائے جائیں۔ جاسوسوں نے ہمیں اتنا زیادہ تنگ کیا تھا کہ ہمیں منہ سے کوئی بھی بات نکالتے ہوئے ڈر لگتا تھا۔ میں بہت زیادہ پریشان تھی اور سوچ رہی تھی کہ جاسوس نہ جانے اور کتنا زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں شروع شروع میں مجھے اس کا کوئی جواب نظر نہیں آتا تھا صرف یہ خیال آتا تھا کہ ان جاسوسوں نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا تھا۔لیکن میں اس سوال سے پریشان تھی۔اس رات بستر پر لیٹے ہوئے

میں نے سوچا کہ اس کی روحانی اہمیت ہے۔ جاسوسوں نے ہمیں یہ سکھایا کہ جب ہم دنیا پر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں تو ہماری مسلسل نگرانی ہو رہی ہے۔ خدا کے فرشتے بھی سب کچھ جو ہم کہتے اور کرتے ہیں دیکھ رہے ہیں۔ لیکن فرشتے ہمیں نظر نہیں آتے لہٰذا ہم ان کی پرواہ نہیں کرتے۔ جاسوسوں سے ہم یہ سیکھتے ہیں کہ ہم اپنے ہر فعل کیلئے جوابدہ ہیں۔ میرا ان لوگوں کو پہچاننے کا اپنا الگ طریقہ ہے۔ پولیس کے لوگ ایمانداروں کے روپ میں ہماری کلیسیاء میں آتے تھے۔ پہلی دفعہ جب یہ ہوا تو میں نے فوراً آدمی کو پہچان لیا۔ اُنہوں نے مجھے گلی میں روکا اور پوچھا کہ کیا میں سسٹر ومبرینڈ ہوں۔ ہاں لیکن مجھے نہیں یاد آرہا کہ میں آپ سے پہلے کبھی ملی ہوں۔

اُس نے نئی برساتی پہنی ہوئی تھی۔ وہ دیکھنے میں بڑا بے چین سا لگ رہا تھا اور اُس کی عمر تقریباً تیس سال تھی۔ وہ بولا ہم سرناووڈر میں ملے ہیں۔ وہاں میں آپ کو دیکھا کرتا تھا تقریباً ایک مہینے تک میں وہاں رہا لیکن پھر مجھے کہیں اور بھیج دیا گیا تھا۔ آپ نے ہماری بہت مدد کی تھی۔ جن لوگوں سے آپ ملی بھی نہیں وہ بھی مسیح یسوع کے بارے میں آپکی باتیں یاد کرتے ہیں۔ میں نے اُس سے کینال کے بیگار کیمپ کے بارے میں کچھ سوالات کئے لیکن اُس کے جواب واضح نہیں تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ وہاں کبھی نہیں رہا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگا کہ میں کہاں رہتی ہوں کیا کرتی ہوں وغیرہ۔ وہ مجھے بتانے لگا کہ اُس نے قید میں مسیح کو قبول کیا تھا۔ بہر حال اُس نے مجھ سے کلیسیا میں شامل ہونے کو کہا میں نے اُسے ایک اور جگہ پر بلایا اور کہا کہ ہمارے گھر میں خوش آمدید۔ اُس نے مجھ سے میرے سیاسی نظریات کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی مشکوک سے سوالات بھی کئے جو کہ ایک

جاسوس ہی کر سکتا تھا۔لہٰذا میں نے اُس سے اپنے سوالات کرنا شروع کر دیئے۔ کیا تم روزانہ بائبل پڑھتے ہو۔ ہاں ہاں۔ بہت زیادہ۔شاید تم ہمارے لئے کوئی حوالہ پڑھنا چاہو گے۔ میں نے اسے اپنی بائبل دے دی۔ مائیکل جنیٹا، ماریتا اور ایک اور عورت وہاں پر موجود تھی۔ اُس نے زبور کی کتاب میں سے کوئی حوالہ پڑھا۔ وہ کچھ الفاظ اپنی طرف سے بھی بول گیا۔ اس کے بعد میں نے اسے دعا کرنے کو کہا۔ ہم اُس کا انتظار کرتے رہے کہ وہ دعا شروع کرے۔ اس نے کچھ الفاظ بولے اور پھر خاموش ہو گیا اس کے بعد لمبی خاموشی۔ اسے کچھ کہنے کو نہیں مل رہا تھا اب ہمیں اس کے اصل مقصد کا پتہ چل چکا تھا۔ جنیٹا آخر کار بول اٹھی۔تم جو کچھ کر رہے ہو وہ درست نہیں ہے۔ اگر تم یہ نہ کرو تو تمہارے لئے اچھا ہو گا۔

رچرڈ نے 1938ء میں مجھے ایک بائبل دی تھی۔ اس کا ہر دوسرا صفحہ نوٹ لکھنے کیلئے خالی تھا۔ میں نے ان خالی صفحوں پر بہت سے خیالات لکھے تھے۔ اب یہ بائبل میرے لئے یادوں اور خیالات کا ایک قیمتی خزانہ تھی۔ اس میں میرے بہت سے زندہ اور مرحوم دوستوں کی باتیں تھیں۔ بہت سے نوٹ اس طرح لکھے گئے تھے کہ میرے علاوہ انہیں کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ میری گرفتاری کے بعد مائیکل نے اسے بہت سنبھال کر رکھا تھا۔ جب میں اس بائبل کو کھولتی اور رچرڈ کے بارے میں اپنے خیالات پڑھتی تو مجھے یوں لگتا جیسے رچرڈ میرے سامنے کھڑا ہو۔ میں اس کی موجودگی کو محسوس کر سکتی تھی جیسے وہ میری حوصلہ افزائی کر رہا ہو اور مجھے تسلی دے رہا ہو میں ان باتوں کو اپنے انداز میں لکھتی تھی۔ اب جب میں اپنی بائبل کھولتی ہوں تو میں واپس ان سالوں میں چلی جاتی ہوں۔ یہ بائبل بہت پرانی ہو گئی ہے۔ لیکن یہ ہمیشہ میرے پاس ہوتی ہے۔

کیونکہ یہ میری جمع پونجی ہے۔ یہ سمگل ہو کر رومانیہ پہنچی تھی۔ رومانیہ میں بائبل ملنا بہت مشکل تھا۔ بہت سے لوگ ہماری دعائیہ میٹنگ میں صرف بائبل سننے کیلئے ہی آتے تھے میں باہر نہیں جاسکتی تھی کیونکہ ہر وقت میری نگرانی ہوتی رہتی تھی۔

لیکن مائیکل خفیہ اور عام دونوں طرح کی میٹنگوں میں جا سکتا تھا۔ یہ میٹنگیں پارٹیوں کی شکل میں ہوتی تھیں۔ ان میں تقریباً تیس نوجوان شامل ہوتے تھے اور جس کا گھر بڑا ہوتا وہاں میٹنگ رکھ لی جاتی تھیں۔ پہلے اونچی آواز میں گانے بجائے جاتے اور لوگ یہی سمجھتے کہ یہ کوئی رقص کی محفل ہے لیکن کچھ دیر کے بعد گانے بند کر دیئے جاتے اور کوئی شخص بائبل کی بات کرتا اور دعا کی جاتی۔ اسی طرح بعد میں بھی گانے بجائے جاتے تا کہ ہمسایوں کو شک نہ ہو۔ ایک رکن تین دفعہ اپنی سالگرہ منا چکی تھی۔ ایک رکن دو دفعہ اپنی شادی کی سالگرہ کر چکی تھی۔ اس کے بعد وہ لوگ پکنک پر جا رہے تھے۔ وہ اپنی ٹیپ ریکارڈر پر مسیحی گیتوں کی دھنیں بجاتے تھے اس طرح گاؤں کی یہ میٹنگ ایک مکمل دعائیہ میٹنگ بن جاتی۔ ان کے کچھ ساتھی اردگرد کے علاقوں کی نگرانی کرتے اور اگر کوئی خطرہ ہوتا تو دوسروں کو خبردار کرتے۔

اس طرح دعا کا پورا پروگرام پہلے سے تیار کیا جاتا تھا اس کیلئے کوڈ بھی تیار کئے جاتے تا کہ جس شخص کو کوڈ معلوم ہو وہی اندر داخل ہو سکے۔ یہ بڑی مختلف قسم کی دعائیہ میٹنگ ہوتی تھی واعظ کرنے والا اسی طرح واعظ کرتا جیسے یہ اس کا آخری واعظ ہو۔ اس کے ہر لفظ کی بنیاد پر اسے قید یا موت کی سزا ہو سکتی تھی۔

ہمارے زیادہ تر خادم باقاعدہ کلیسیاؤں کے بھی رکن تھے اور ان کو ان تمام پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا جنہیں حکومت مذہبی آزادی کی آڑ میں رکھتی تھی۔ لیکن وہ

صرف خفیہ کلیسیاؤں میں ہی مسیحی طریقے سے واعظ کر سکتے تھے اسی طرح وہ نوجوانوں تک مسیح کا پیغام پہنچا سکتے تھے۔ کیونکہ عام طور پر ہر لفظ جو وعظ کے دوران کہتے حکومت تک پہنچایا جاتا تھا۔ مائیکل نے ہمیں ایک تازہ لطیفہ سنایا کہ تعمیرات کے محکمہ نے حکم دیا ہے کہ نئے تعمیر ہونے والے تمام گھروں کی دیواریں بہت باریک بنائی جائیں تاکہ ہمسائے ایک دوسرے کی جاسوسی کر سکیں۔

ان میٹنگوں میں مجھ سے میری قید اور بیگار کیمپ کی زندگی کے بارے میں سوال پوچھے جاتے تھے شروع شروع میں میں اس کے بارے میں زیادہ بات نہیں کر سکتی تھی کیونکہ مجھے الفاظ نہیں ملتے تھے۔ آہستہ آہستہ مائیکل نے مجھے بولنے کے بارے میں بتایا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کیسے ہمیں بُری طرح مارا جاتا اور کیسے ہمیں زندہ رہنے کیلئے گھاس کھانا پڑتی تو وہ کہتا کہ آپ نے مسیح کا انکار کیوں نہیں کیا۔

میں نے اسے عبرانی زبان کے بارے میں بتایا کہ عبرانی میں آنے والے واقعات کو بھی گزرے ہوئے زمانہ کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ مسیح کے بارے میں یسعیاہ 53 باب میں بیان کئے گئے واقعات بھی ماضی کے طور پر بیان کئے گئے ہیں لیکن یہ مسیح سے 800 سال پہلے لکھے گئے تھے۔ جب یسوع نے اپنے دکھوں کے بارے میں حوالہ پڑھا تو اس کے دکھ پہلے ہی شروع ہو چکے تھے۔ یہ اس کا مستقبل بھی تھا اور حال بھی۔ لیکن عبرانی میں مسیح نے انہیں ایسے ہی پڑھا جیسے یہ ماضی کے واقعات ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ ہمارے بارے میں بھی یہی تھا۔ یہ دکھ دراصل ہمارا ماضی تھے۔ اور ہمارا حال وہ ہے جو ہمیں ملنے والا ہے یعنی ہمیشہ کی خوشی یہی مسیحیت کا تحفہ ہے۔ حقیقی خوشی۔ دکھوں میں بھی خوشی۔ یہی حال ہمارا ہے ہم مسیح کی رفاقت میں خوش

رہتے ہیں۔اسی حقیقت نے مجھے خوش رکھا۔جب دکھ گزر جاتے ہیں تو وہ ختم ہوجاتے ہیں ان کا احساس ختم ہو جاتا ہے سالوں بعد جب یہ حقیقت میں نے رچرڈ کے سامنے بیان کی تو اس نے بتایا کہ وہ بھی اسی طرح محسوس کرتا تھا۔

ایک ماہ بعد ٹروڈی نے کرنل شرکانوو کے ہاں رہائش اختیار کر لی تھی اُس نے کئی پولیس افسروں کے سامنے سوالوں کے جواب دیئے اور بہت سے فارم پُر کر کے دیئے۔شرکانوو ایک پاسٹر کا نام لے رہا تھا جو اکثر ہماری دعائیہ میٹنگوں میں آیا کرتا تھا۔وہ اکثر کہتا تھا کہ وہ ہماری مدد کرے گا۔بعد میں اس نے بتایا کہ اسے دھمکی آمیز فون مل رہے ہیں چونکہ اس کی صحت کمزور ہو رہی تھی لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ شرکانوو کی بات مان لے گا اور ہماری جاسوسی کرے گا۔لیکن اُس نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

ٹروڈی بھی دراصل ایک جاسوس بن گئی تھی۔اس نے روتے ہوئے بتایا کہ ایک دن وہ سڑک پر جا رہی تھی کہ دو آدمیوں نے اسے کار میں بٹھایا اور بتایا کہ وہ پولیس والے ہیں۔انہوں نے اسے بہت ڈرایا دھمکایا اور بُرے نتائج کی دھمکیاں دیں کہ اگر اُس نے اُن کیلئے جاسوسی نہ کی تو بہت بُرا ہوگا۔لہٰذا وہ ان کیلئے جاسوسی پر رضامند ہوگئی۔اب ٹروڈی دراصل ہمارے لئے جاسوسی کرتی تھی یعنی شرکانوو کے گھر سے اہم معلومات ہم تک پہنچاتی تھی۔ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتاتی جن کی وہ خاص نگرانی کیا کرتا تھا۔اب شرکانوو ایک بہت بڑا آدمی بن گیا تھا لہٰذا اسے ملک سے باہر چھٹیاں گزارنے کی سہولت ملنے لگی تھی۔ایک دفعہ جب وہ باہر گیا ہوا تھا تو ٹروڈی نے ہمیں کہا کہ ہم کیوں نہ اسکے گھر کے اندر دعائیہ میٹنگ کریں۔ہم نے کہا کہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔لہٰذا ہم نے اس شخص کے گھر میں دعائیہ میٹنگ کی جو مسیحیت کا

سب سے بڑا دشمن تھا۔ اس کے گھر میں کوئی ہم پر شک بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد اکثر جب وہ جاتا تو اس کے گھر میں ہم دعائیہ میٹنگ کرتے۔ ٹروڈی اپنا کردار بڑی خوبصورتی سے ادا کرتی رہی۔ جیسے جیسے وقت گزرا ہماری کلیسیا کے بہت سے ارکان اسی طرح حکومت میں شامل ہو گئے۔ اور کئی دفعہ انہیں روسی حکومت کے حق میں گانے بھی گانا پڑتے لیکن وہ ایسا کرتے۔ ان میں سے اکثر اچھے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ ہم نے روس کے اندر موجود خفیہ کلیسیاؤں سے بہت کچھ سیکھا۔ یہ کلیسیائیں 3 سال تک اسی طرح زندگی گزار رہی تھیں۔ ہم بھی ان کے اصولوں کی پیروی کرتے۔ کبھی ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کچھ لوگوں کیلئے دوہرا کردار بہت مشکل تھا۔ کچھ لوگ زیادہ چالاک بننے کی کوشش میں نقصان اٹھا گئے۔

ہمارا ایک رکن سرکاری لائبریری میں کام کرتا تھا جہاں پر بائبل تو نہیں ہوتی تھی لیکن بائبل کے خلاف بہت کتابیں تھیں جن میں بائبل کی بہت سی آیات لکھی تھیں۔ لہٰذا ہمارے ارکان وہ کتابیں خرید لیتے تھے کیونکہ بائبل ملنا بہت مشکل تھی۔ ان کتابوں کی زیادہ فروخت کی وجہ سے ہمارے اُس رکن کو بہت ترقی ملی۔

اگست 23 کو یوم آزادی تھا۔ بہت سے لوگ اُس شخص کی دکان کے باہر جمع تھے وہ کتابیں خریدنا چاہ رہے تھے پھر وہاں خفیہ پولیس آ گئی۔ دراصل یہ شرکانو و تھا جو پولیس کے ساتھ آیا تھا اس نے آ کر دکان کا معائنہ کیا۔ اس میں مارکس لینن اور سٹالن کی تصویروں کے پیچھے اسے وکٹر ہوکو کی تصویر Les Miserable نظر آئی۔

اُس نے اس شخص کو گرفتار کروا دیا اور ایک بیگار کیمپ میں بھیج دیا۔ دریائے دینوب پر یہ حکومت کا ایک نیا پراجیکٹ تھا۔

جوابی لڑائی

جب مجھے رہا ہوئے کچھ مہینے ہوئے تھے تو منسٹری آف سٹیٹ کا ایک آفیسر میرے گھر آیا اور اس نے میرے ساتھ مختلف قسم کے سوالات کرنے شروع کر دیئے۔

اس نے کہا کہ کیا تم اپنے آپ کو ماں کہتی ہو۔ اور وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ میں کس قسم کی ماں ہوں؟ اور میں نے سوچا کہ مجھے کیسا ہونا چاہیے۔ کیا میں اپنے بیٹے کا خیال رکھتی ہوں؟ کیا میں چاہتی ہوں کہ وہ اچھی تعلیم حاصل کرے؟ اور کیا میں چاہتی ہوں کہ وہ اچھی نوکری حاصل کرے اور پنشن حاصل کرے اور راشن کارڈ حاصل کرے؟ میں نے کہا کہ بالکل میں یہ سب کچھ چاہتی ہوں لیکن اس آدمی نے کہا کہ یہ سب کچھ کافی نہیں ہے کیونکہ مجھے کچھ اور بھی کرنا چاہیے۔

وہ آدمی چاہتا تھا کہ میں اپنے خاوند سے طلاق لے لوں۔ کیونکہ اس کے خیال میں جو شخص جیل میں ہو اور جس نے حکومت کے خلاف بغاوت کی ہو اس کو محبت نہیں کرنی چاہیے اور اس نے کہا کہ ایک دن تو اس سے طلاق لے ہی لوں گی تو ابھی کیوں نہیں۔ وہ آدمی کافی دیر تک اس موضوع پر بات کرتا رہا۔ اور آخر کار وہ چلا گیا۔

میں اس کی ساری باتیں خاموشی سے سنتی رہی۔ کیونکہ میرا فائدہ اسی میں تھا میں نے دل میں سوچا کہ میں نے شادی صرف اچھے وقتوں میں ساتھ رہنے کے لئے نہیں کی بلکہ ہر اچھے اور برے وقت میں ساتھ رہنے کے لیے کی ہے۔

لیکن جب اسے اندازہ ہو گیا کہ میں اس کی بات نہیں مانوں گی تو وہ شور کرتا ہوا چلا گیا۔ قیدیوں کی بیویوں کو اکسایا جاتا تھا کہ وہ طلاق لے لیں۔ کیونکہ اس سے قیدی دلبرداشتہ ہو جائیں گے اور اس کی بیویوں کو کمیونسٹ کے طور پر زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ جب ایک عورت طلاق لے لیتی ہے تو اپنے خاوند کو بھلانے کے لئے وہ پارٹی کے کاموں میں مصروف ہو جاتی تھی۔ میں نے بہت سی عورتوں کو دیکھا تھا کہ ان کے بچے حکومت کے رحم و کرم پر ہوتے تھے اور وہ آسانی سے ان کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے تھے۔ اگر کوئی عورت طلاق لینے کے لیے رضامند ہو جاتی تو اس عورت کو صرف ہاں کہنا ہوتا تھا اور باقی کام افسر خود ہی کر لیتے تھے۔

اور جب جیل میں موجود قیدی کو بتایا جاتا تھا کہ اسکی بیوی نے طلاق لے لی ہے تو وہ آدمی دلبرداشتہ ہو جاتا اور اگر وہ رہائی حاصل کرنے کے لیے حکومت کی بات مان بھی لیتا تو پھر بھی اس کو کئی سالوں کے بعد رہا کیا جاتا تھا اور اس کی بیوی کسی اور آدمی سے شادی کر لیتی اس طرح کئی گھر تباہ کر دیئے گئے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں جتنے ظلم سہے وہ ایک کتاب میں نہیں لکھے جا سکتے تھے۔ جیل میں عورتیں کہا کرتی تھیں کہ میں نے اپنے خاوند سے لڑائی کر کے غلطی کی اور اگر میں رہا ہو گئی تو میں دوبارہ اپنے خاوند سے لڑائی نہیں کروں گی لیکن رہا ہونے کے بعد وہ سب کچھ بھول جاتی تھیں۔

جب وہ سوچتی کہ میرا خاوند جانے کب تک جیل میں رہے تو اس کو خیال آیا کہ نہ جانے میں اپنے بچوں کے لیے خوراک کہاں سے حاصل کروں گی اور یہ سوچ کر وہ منسٹری کے آفیسر کی بات مان کر طلاق لینے پر آمادہ ہو جاتی۔

میں نے عورتوں کو سمجھایا کہ ہمیں اپنے خاوند کو محبت کرنی چاہیے۔ میں نے انکونصیحت کی کہ وہ اپنی زندگی کے اچھے دنوں کو ہمیشہ یادرکھا کریں۔اورانکی مدد سے مشکل وقتوں کوخوشی سے گزارنا چاہیے۔

لیکن اکثر میں ناکام ہو جاتی کیونکہ ان عورتوں کوزندگی کافی مشکل تھی۔ میں اکثرلوگوں کے مسائل کوحل کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ ایک دفعہ میں نے ان کوایک لطیفہ سنایا۔ میں نے کہا کہ ایک عورت کی ایک آدمی سے شادی ہوگئی تو تین مہینے کے بعداس کا بیٹا پیدا ہوگیا اس آدمی نے کہا کہ اس عورت نے مجھے دھوکہ دیا ہے تو اس نے کہا کہ تین مہینے مجھے تمہارے ساتھ رہتے ہوئے ہیں۔اورتین مہینے سے میں تمہارے ساتھ رہ رہی ہوں اور تین مہینوں سے ہم دونوں ساتھ رہ رہے ہیں۔اس طرح نو مہینے ہوگئے ہیں۔لہٰذا میں نے کوئی دھوکہ نہیں دیا۔اکثر میں لوگوں کی شادیوں کوقائم رکھنے کے لیےاس طرح کی باتیں لوگوں کو بتاتی رہتی تھی۔

جب کوئی عورت میرے پاس آ کر کہتی کہ میں اپنے خاوند سے طلاق لینا چاہتی ہوں میں انکو Madegascar کے لوگوں کی بتائی ہوئی کہانی انکو سناتی تھی کہ جب ایک خاونداور بیوی طلاق حاصل کرنے کے لیے جج کے پاس جاتے تو وہ ان کواپنے اپنے بیانات لکھنے کے لیے کہتا اور آخر میں ان کو پڑھنے کے لیے دیا جاتا تھا۔

ایک خاونداور بیوی ایک جج کے پاس آئے تو جج نے ان کو اپنے بیانات لکھنے کے لیے کہا تو دونوں نے اپنی اپنی زندگی کے خوبصورت اورخوشگوار لمحوں کے بارے میں لکھا خاوند نے کہا کہ میں تمہارے ساتھ بہت محبت کرتا تھا اور میرا دل کرتا تھا کہ جلد کام ختم کر کے گھر آجاؤں اور اس نے لکھا کہ وہ ان سب اچھے لمحات کے لیے اس کا

شکر گزار ہے اور بیوی نے بھی اسی طرح کے بیانات لکھے جب ان دونوں نے ایک دوسرے کے بیانات پڑھے تو دونوں رونے لگے اور پھر خوشی خوشی گھر چلے گئے۔

جب آپ اپنے زندگی کے اچھے دنوں کو یاد رکھتے ہیں تو آپ اپنے دوستوں کو ختم نہیں کر سکتے۔لیکن اکثر ہم زندگی میں گزارے ہوئے خوبصورت لمحات کو یاد نہیں رکھتے۔ میں اور جنیٹا ایک عورت کو جانتے تھے جو کہ بہت خوبصورت تھی اور اس کے بچے جوان تھے اور اسکا خاوند سیاسی قیدی تھا سات سال تک اس کو اپنے خاوند کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی اور اس کے بعد اس نے کسی سے شادی کر لی اور اس کے بچے بے سہارا ہو گئے اور کمیونسٹ لوگوں نے اس کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔اس نے اپنے خاوند کو ایک تحفہ بھیجا لیکن اس نے اپنے نئے تعلقات کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔جب وہ گیارہ سال کے بعد رہا ہوا اور اس نے اپنے بچوں کو تلاش کیا تو اسکے بچوں نے اسکو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہمارا باپ ہمارے پاس ہے۔اس نے دوبارہ اپنی بیوی کیساتھ ملاپ کرنے کی کوشش کی۔لیکن اس کی بیوی نے انکار کر دیا اور دوسرے آدمی سے شادی کر لی۔اس آدمی کا دل ٹوٹ گیا اکثر وہ مجھے سڑکوں پر نظر آتا تو اس کا چہرہ بڑا اداس ہوتا اور کچھ دیر کے بعد وہ فوت ہو گیا۔

جنیٹا نے کہا کہ جیل میں اٹھائی جانے والی مصیبتیں زندگی میں پیش آنے والی مصیبتوں سے کم ہی ہوتی ہیں۔اور کمیونزم نے لوگوں کے ساتھ اتنا بُرا سلوک کیا ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس کے اثرات کو ایک لمبے عرصے تک یاد رکھیں گے۔

میں لوگوں کو انکی مشکلات میں مدد کرنے کی کوشش کرتی تھی کیونکہ رچرڈ کی قید کے چودہ سال کے دوران مجھے بھی اس طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

اپنی رہائی کے ایک سال کے بعد مجھے اس طرح کی مشکل کا سامنا کرنا پڑا۔ایک آدمی مجھ سے ملنے کے لیے آیا اور اس کو مجھ سے محبت ہوگئی اس وقت میں تنتالیس سال کی تھی اور میرا بیٹا ایسی عمر میں تھا کہ اس کو باپ کی رہنمائی کی ضرورت تھی اور سال تیزی سے گزر رہے تھے اور ہمیں رچرڈ کے بارے میں کوئی خبر نہ ملی تھی۔

وہ کنوارہ تھا اور عمر میں تقریباً میرے جتنا تھا اور مائیکل بھی اس کو بہت پسند کرتا تھا وہ مائیکل کو سینما لے کر جاتا تھا اور اس کی پڑھائی میں بھی مدد کرتا تھا مائیکل اپنی پڑھائی بہت محنت سے کرر ہا تھا۔وہ ایک انسان تھا اکثر وہ باتیں کرتا ہوا میرا ہاتھ پکڑ لیتا اور میں اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکتی تھی اسکی باتیں میرے دل میں اتر جاتی تھیں۔اگر چہ میں نے زنا کاری نہ کی تھی لیکن خدا کی نظر میں میں نے ایسا ہی کیا تھا اور اپنے دل میں بھی یہی محسوس کرتی تھی۔یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ایک پادری صاحب جو کہ مجھے اور رچرڈ کو اچھی طرح جانتے تھے کو اس معاملے کا پتہ چل گیا اور اسنے مجھ سے اس بارے میں بات کی اور مجھے ایک اچھا مشورہ دیا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ وہ آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے تو میں نے بتایا کہ جی ہاں۔پادری صاحب نے کہا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں تو میں نے جواب دیا کہ شاید میں بھی۔یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا کہ میرا اس راہ میں اٹھایا ہوا کوئی بھی قدم میرے بچے اور میرے خاوند کیلئے بہت خطرناک ہوگا۔اسلیے مجھے یہ مشکل فیصلہ کرنا چاہیے اور دوبارہ اس آدمی سے نہیں ملنا چاہیے۔

اگر چہ یہ کام بہت مشکل تھا لیکن میں نے پال سے ملنا کم کر دیا اور آخر میں وہ اس بات کو سمجھ گیا اور میرے ساتھ ملنا چھوڑ دیا۔بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے پال کو منع کیا تھا کہ تا کہ وہ مجھے نہ ملا کرے اس بات سے مجھے احساس ہوا کہ میں

اپنے اتنے بڑے انتظار کو ضائع کرنے والی تھی ۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے مشکل واقعات میری زندگی میں آئے چودہ سال کا عرصہ بہت لمبا عرصہ تھا اور اگر کوئی انسان غلطی کرے تو دوسروں کو سمجھنا چاہیے کہ انسان سے غلطیاں بھی سرزرد ہو سکتی ہیں کیونکہ انسان ایک کمزور مخلوق ہے ۔ایک دن میں چرچ کا فرش صاف کر رہی تھی کہ ماریٹا ایک پوسٹ کارڈ لے آئی اور اتنی زیادہ پر جوش تھی کہ اس سے بات نہیں کی جارہی تھی ۔ اس نے کارڈ مجھے تھما دیا۔اس پر ویسلی چارجسکو کا نام لکھا ہوا تھا۔لیکن یہ رچرڈ کی لکھائی تھی میں بہت زیادہ متجسس تھی کہ رچرڈ نے کیا لکھا ہوگا کیونکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی بیوی اور بچہ زندہ ہیں بھی کہ نہیں۔

میں اس خط کو پڑھنا شروع کیا اس میں لکھا تھا ۔گزرے وقت اور فاصلہ نے اگرچہ کچھ محبت کو کم کر دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ محبت بہت زیادہ بڑھ بھی گئی ہے۔رچرڈ نے مجھے جیل کے ہسپتال میں بلایا تھا۔جلد ہی یہ خبر خفیہ کلیسیا میں پھیل گئی اور اس کے بعد یہ خبر پورے ملک میں پھیل گئی اور اس وجہ سے لوگوں کے ایمان میں اضافہ ہوا۔جیل والوں نے رچرڈ کا نام بھی بدل دیا تھا۔اور اب اس کو چارجسکو کے نام سے پکارا جاتا تھا گارڈ کو حکم دیا گیا تھا کہ اس نام کی تبدیلی کے بارے میں کسی کو نہ بتایا جائے۔لیکن یہ سب 1948 میں کیا گیا تھا۔

اب روس میں کرشکو حکومت کرنے لگا تھا جس کی وجہ سے بڑی تبدیلیاں رونما ہونے کی امید تھی۔ 1954 میں سٹالین کی موت کے بعد ہمیں امید تھی کہ مغرب والے کچھ اچھی تبدیلیاں لائیں گے لیکن 1955 میں جینوا سمٹ کانفرنس ہوئی اور رومانیہ اقوام متحدہ کے رکن بن گیا جیلیں سیاسی قیدیوں سے بھر گئیں کوئی یہ امید بھی

نہیں کر سکتا تھا کہ سیاسی قیدیوں کی رہائی کے بغیر رومانیہ اقوام متحدہ کا رکن بن جائے گا۔ لیکن اس سے یہ فائدہ ہوا کہ جیلوں میں حالات کچھ بہتر ہو گئے قیدیوں کو اچھا کھانا اور دوائیاں ملنے لگیں۔ یہ افوائیں بھی پھیل گئیں کہ لوگوں کی سزائیں معاف کی جا رہی ہیں اور قیدیوں کو اپنے رشتہ داروں سے ملنے کی بھی اجازت دے دی گئی۔

رچرڈ کی طرف سے ملنے والا خط میری زندگی کی سب سے بڑی خبر تھی۔ لیکن میں جو کہ اتنی دیر سے اس کو دیکھنے کی تمنا رکھتی تھی میں اس سے ملنے نہ جا سکتی تھی مجھے ہر ہفتے پولیس سٹیشن جانا پڑتا تھا اور میں نجارسٹ سے باہر نہیں جا سکتی تھی اس لیے میری جگہ میحائی گیا۔ ٹارگل اورسنا ایک چھوٹا قصبہ تھا اور ریل گاڑی پہاڑوں کے اردگرد ہوتے ہوئے کئی میل کا سفر طے کر کے یہاں پہنچتی تھی میں نے ایلس کو کہا کہ مائیکل کے ساتھ چلی جائے لیکن وہ رچرڈ سے مل نہیں سکتی تھی کیونکہ بیوی اور بچوں کو ملنے کی اجازت تھی۔

میں گھر میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔ انکو گئے ہوئے دو دن ہو گئے تھے اور میرے ذہن میں بُرے بُرے خیالات آ رہے تھے کہ شاید وہ رچرڈ کو مل بھی سکیں کہ نہ (مجھے یاد آیا کہ مائیکل مجھے ملنے آیا تھا لیکن انہوں نے مجھے ملنے نہ دیا) شاید وہ رچرڈ کو بھی اور کھانا اور کپڑے جو میں نے اس کے لیے بھیجے تھے لینے دیں کہ نہ۔ میں جانتی تھی کہ وہ بیمار ہو گا۔ کیا وہ کھڑا ہو سکے گا۔ اور مائیکل سے بات کر سکے گا۔

یہ دسمبر کا مہینہ تھا اور وہ دونوں واپس آ گئے۔ ایلس نے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے ہی کہنا شروع کیا کہ ہم نے اسکو دیکھا ہے وہ زندہ ہے۔

مائیکل نے بتایا کہ ڈیڈی بالکل ٹھیک ہیں اور انہوں نے کہا کہ وہ جلد رہا ہو کر ہمارے پاس آنے والے ہیں اگر خدا یہ معجزہ کر سکتا ہے کہ میں ان سے ملوں تو وہ ہمیں

اکٹھا کرنے کا دوسرا معجزہ بھی کر سکتا ہے۔ یہ خبر سن کر ہم سب نے خوشی سے رونا شروع کر دیا پھر میں نے سب کیلئے چائے بنائی اور اور ایلس اور مائیکل نے ہمیں سب کچھ بتایا کہ ماریٹا اور پیٹر بھی ہمارے ساتھ تھے اور ہم سب بہت خوش تھے اور اگرچہ غریب اور بیمار اور قیدی کی بیوی اور بیٹا ہونے کے باوجود ہم بہت خوش تھے کیونکہ ہماری خوشی بہت بڑی تھی اور ایلس اتنی خوش تھی کہ اس سے ٹھیک طرح بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

ہمیں برف میں کھڑے ہو کر کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑا انہوں نے ہمیں مین گیٹ سے اندر جانے دیا اور اس کے بعد اس عمارت کے صحن میں کھڑے ہو گئے جس کے ارد گرد لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔ اس کے بعد ہم ایک بڑی عمارت میں گئے جہاں پر وہ تمام لوگ موجود تھے جو اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے آئے تھے۔ مجھے بہت سے لوگوں کے درمیان میں رچرڈ کھڑا ہوا نظر آیا۔ وہ اتنا لمبا تھا کہ اس کو آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا میں نے اس کی طرف بہت زیادہ اشارے کیے لیکن وہ مجھے دیکھ سکا کیونکہ بہت سارے لوگ اپنے رشتہ داروں کو اشارے کر رہے تھے۔ مائیکل کو اس سے بات کرنے کی اجازت دی گئی۔ جب وہ واپس آنے لگے تو انہیں کوئی ٹرین نہ ملی اس لیے ان کو ایک کسان کے پاس ایک قصبے میں رکنا پڑا مائیکل اپنے ڈیڈی کو دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ وہ اس سے زیادہ بات نہ کر سکا اور اس کو کھانا اور کپڑے دینے کی اجازت بھی مل گئی لیکن مجھے بعد میں احساس ہوا کہ یہ بات اس کے لیے کتنی حیران کن تھی کہ جس باپ کی وہ اتنی زیادہ عزت کرتا ہے اس کے بال کٹے ہوئے ہیں اور جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے اور سوکھ کر ڈھانچہ نظر آ رہا ہے۔

کچھ دیر کے بعد مائیکل نے ایک دم بولنا شروع کر دیا اس نے کہا امی نے کہا کہ

آپ فکر نہ کریں کیونکہ اگر ہم اس دنیا میں نہ مل سکے تو ہم آسمان پر ملیں گے۔

رچرڈ نے مائیکل سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھانے کے لیے کافی چیزیں موجود ہیں تو مائیکل نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں خدا ہماری ضرورتیں پوری کرتا ہے۔ پولیس آفیسر جو کہ ہماری باتیں سن رہا تھا ہنسنا شروع ہو گیا کیونکہ وہ سمجھا کہ میں نے دوبارہ شادی کر لی ہے۔ رچرڈ نے کہا کہ اس جگہ پر رہتے ہوئے تمہیں ایک تحفہ دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میری یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا کہ بہت اچھی مسیحی زندگی بسر کرنا اور ہمیشہ دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

میں نے رچرڈ کے خط کو بائبل کے درمیان میں رکھ لیا اور جب بھی بائبل پڑھتی تو اس کے ساتھ ہی اس خط کو بار بار پڑھتی۔ جیل میں رہتے ہوئے ایسے خط لکھنا سیکھ لیا تھا۔ اس نے بعد میں مجھے بتایا کہ لوگ اکثر میرے پاس مدد کے لیے آتے تھے کیونکہ میں تھوڑے لفظوں میں بہت کچھ لکھ دیتا تھا۔

1956 میں کمیونسٹ پارٹی نے بغاوت کر دی اور پانچ سالہ منصوبے پر عمل نہ کیا گیا اور جیلوں میں جو امیدیں پیدا ہوئی تھیں وہ ختم ہوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

لیکن کمیونسٹ پارٹی کی بیسویں کانگرس کے موقع پر کرشکو نے ایک خفیہ تقریر کی جس میں اس نے سٹالین کے تمام کاموں کی مذمت کی۔

فوج اور ملیشا کے تعداد میں کمی کی گئی اور مغربی ممالک کے ساتھ لاکھوں کروڑوں ڈالر کے معاہدے کئے گئے۔ جن لوگوں کی زمینوں پر قبضہ کر لیا گیا تھا وہ بھی ان کو واپس دی گئیں اور سب سے بڑا کام یہ کیا گیا۔ کہ ہر روز سینکڑوں کی تعداد میں قیدیوں کی سزائیں معاف کر کے ان رہا کر دیا جاتا تھا۔

مجھ میں یہ امید کرنے کی ہمت نہ تھی کہ رچرڈ بھی ان کے ساتھ رہا ہو گیا ہو گا۔ کیونکہ ہمیں اسکے بارے میں کوئی خبر نہ ملی تھی۔ 1956ء کی ایک خوبصورت صبح کو میں ایک دوست سے ملنے گئی ہوئی تھی جب میں واپس آئی تو وہ گھر میں موجود تھا اس نے مجھے دیکھ کر گلے لگا لیا۔ اس رات نجارسٹ سے لوگ رچرڈ کو ملنے اور ہمیں مبارکباد دینے کے لیے آئے آدھی رات کے وقت ہم نے پڑوسیوں سے بستر مانگ کر سونے کا انتظام کیا۔ رچرڈ اس رات بالکل نہ سویا اور میں اور جینٹا بھی نہ سو سکیں کچھ دیر کے بعد اس نے اُٹھ کر مائیکل کو دیکھا کہ وہ وہاں پر ہے کہ نہیں۔

رچرڈ کو قید کے دوران اتنا زیادہ مارا گیا تھا کہ اس کے جسم پر اٹھارہ بڑے نشانات تھے اور ڈاکٹر نے بتایا کہ اس کے پھیپھڑوں پر ٹی بی کے نشان ہیں اگرچہ اب وہ تندرست تھا ڈاکٹر بہت حیران تھے کہ وہ آٹھ برس تک کیسے زندہ رہ سکا جن میں سے تین سال اس نے تنہا ایک کمرے میں گزارے تھے اب اس کو ہسپتال میں سب سے اچھا بستر دیا گیا تھا کیونکہ جیل سے آنے والے سارے قیدیوں کیساتھ بہت اچھا سلوک کیا جاتا تھا اور یہ رومانیہ کے وہ خوش قسمت لوگ تھے جن کی وجہ سے کمیونسٹ لوگ غصہ میں آجاتے تھے۔ رچرڈ کو اتنے زیادہ لوگ ملنے آتے تھے کہ اسکو خفیہ پولیس سے بچنے کیلئے ایک ہسپتال سے دوسرے ہسپتال جانا پڑتا تھا۔

جب اس کی طبعیت بحال ہوئی تو ہم نے اپنی شادی کی بیسویں 20 سالگرہ منائی رچرڈ کے پاس تحفہ دینے کے لیے ایک روپیہ نہ تھا لیکن اس نے مجھے ایک خوبصورت ڈائری دی جس میں وہ ہر رات شعر لکھتا جو کہ اس نے میرے لیے لکھے تھے مائیکل اور دوسرے قریبی دوستوں نے بھی اس میں پیغامات لکھے تھے۔ یہ تحفہ زیادہ در مہ ے

پاس نہ رہ سکا۔سیاسی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے رچرڈ کو کلام سنانے کی اجازت مل گئی۔ کلیسیاؤں نے اتنی تکالیف اٹھائیں تھیں کہ مختلف کلیسیائیں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئیں تھیں سب سے پہلے اورتھوڈوکس میں کلام سنانے کے لیے بلایا گیا۔

اس چرچ میں عبادت کرواتے ہوئے مجھے یہ مسئلہ پیش آتا ہے کہ مجھے صلیب کا نشان بنانا پڑتا ہے۔اور بھی بہت کچھ۔

لیکن جب تک مجھے مسیح کی صلیب کے بارے میں بات کرنے کا موقع دیں گے اس وقت تک میں کوئی بھی نشان بنانے کو تیار ہوں۔رچرڈ اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ اس نے بیٹھ کر کلام سنایا میٹروپولیٹن کا تخت نکال کر لایا گیا جس کی وجہ سے یہ افواہ پھیل گئی۔میٹروپولیٹن خود کلام سنائے گا لیکن اس کی جگہ ایک اور آدمی آکر کھڑا ہو گیا۔جو کہ لوگوں کے کہنے کے مطابق ایک یہودی تھا رچرڈ نے نہ صرف صلیب کا نشان بنایا بلکہ اس نے صلیب پر پیغام بھی دیا اور صلیب کا مطلب بھی لوگوں کو بتایا جو کلام سنایا گیا اس میں کوئی سیاسی بات نہ کی گئی۔لیکن جاسوسوں نے ساری باتیں خفیہ پولیس کو بتائیں اور انہوں نے خود ہی اس میں سے سیاسی مطلب نکال لیے۔اور وہ عیسائیوں سے بھی زیادہ اس کلام کو سمجھ گئے۔اگلی دفعہ رچرڈ نے کالج یعنی یونیورسٹی کے طلبہ کو کلام سنایا تو بڑے مذہبی رہنما بھی اس کا کلام سننے کے لیے آئے۔اس آدمی نے منسٹری کے لوگوں کو بتایا کہ رچرڈ کا کلام بغاوت سے پُر تھا اور اس جگہ پر کلام سنانے کی وجہ سے رچرڈ کو رومانیہ میں دوبارہ کلام سنانے کی اجازت نہ ملی۔

اور اس پادری نے منسٹری آف کلٹ کی اگلی میٹنگ میں بڑے غصے سے کہا کہ ورم برانڈ (رچرڈ) اب کلام نہیں سنائے گا یہ کہہ کر وہ غصے سے باہر نکل گیا اور اپنی گاڑی

کو تیزی سے چلانے لگا لیکن اچانک اس کی گاڑی دیوار سے ٹکرا گئی اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ رچرڈ خفیہ طور پر لوگوں کو کلام سناتا رہا۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا اور خفیہ کلیسیاؤں میں لوگوں کو کلام سناتا اور اس سے پہلے کہ کسی کو اس کے بارے میں علم ہو وہ اس جگہ کو چھوڑ دیتا۔ اور وہ جاتے وقت مجھے بھی نہ بتاتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے اور مجھے ہر وقت ڈر لگا رہتا تھا۔ مائیکل جانتا تھا کہ ڈیڈی کو کسی وقت بھی گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ سال ختم ہونے سے پہلے پولینڈ اور ہنگری میں بغاوت نے سر اٹھانا چاہا لیکن اس کو ختم کر دیا گیا۔ رچرڈ کے رہا ہونے کے چار ماہ کے بعد Sibu میں ایک چھوٹا سا ادارہ قائم کیا گیا تھا اور مائیکل نے فیصلہ کیا کہ وہ اس میں تربیت حاصل کرے گا۔

پندرہ سال کی عمر کے بعد ایک دن بھی سکول جائے بغیر سارے امتحانات پاس کر لیے اور اب اس کا ارادہ تھا کہ منسٹری کارکن بن جائے۔ رچرڈ نے مائیکل سے پوچھا کہ کیا وہ واقعی ہی اس سیمینری میں جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کے خیال میں اتنے جوان لڑکے کو اس کام میں نہیں آنا چاہیے۔

کیونکہ ان دنوں جو کچھ سمینیری میں سکھایا جاتا ہے وہ خدا کے لیے محبت یا اس کا کلام نہیں بلکہ تباہی کے طریقے ہیں۔ یا یہ کہ بڑے لیڈروں کی باتوں پر کس طرح عمل کیا جائے۔ اس سیمنیری میں سکھایا ہوا مواد تمہارے لیے زہر ثابت ہوگا کیونکہ کچھ پروفیسر تو نیک ہیں لیکن باقی کلام کو بالکل نہیں جانتے۔ لیکن مائیکل فیصلہ کر چکا تھا۔

جب وہ کرسمس کی چھٹیوں میں واپس آیا تو میں حیران ہوگئی۔ رچرڈ نے کلام کا وہ حصہ پڑھا جس میں مسیح یسوع پرانے عہد نامہ میں سے کوئی حصہ پڑھتا ہے۔

مائیکل نے کہا کہ میرے خیال میں اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسیح کے پاس اتنا علم

نہیں تھا کہ وہ کلام کے اس حصہ کی موجودہ سائنسی دور کے مطابق صحیح تشریح کرتا۔

یہ سن کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ مائیکل نے اپنی اس سوچ پر قابو پالیا۔ ہم نے اس سے بات چیت کی تو اس کو اندازہ ہو گیا کہ کیمونسٹ لوگوں نے اس کے دماغ کو بری طرح متاثر کیا ہے۔

وہ انڈیا میں خدمت کرنا چاہتا تھا اس نے ہندو مذہب کے بارے میں بھی سیکھا جب میں نے اسے کچھ منٹوں تک اپنے سر پر کھڑا دیکھا تو میں ڈر گئی۔ یہ بات اس نے Hata-xoga میں سیکھی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ کیا خدا نے اچھا نہیں کیا کہ اس نے ہمیں کھڑا ہونے کیلئے ٹانگیں دیں۔ اس نے تھیس لکھنے کیلئے برطانیہ کے ان مبشروں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا جو کہ بائبل کی تعلیم کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔

کیمونسٹ حکومت مغرب کو متاثر کرنے کے لیے اس سکول کو جاری رکھنا چاہتی تھی چاہے اس میں چند طلبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ (کیونکہ رومانیہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی چرچوں کی بین الاقوامی کونسل میں شامل ہوا تھا) جب 400 طلبہ نے اس میں داخلہ لینے کے لیے درخواستیں دیں تو حکومت بہت زیادہ پریشان ہو گئی۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر وہ یہاں داخلے لینے کیلئے انہیں پریشان کریں گے تو ان کے والدین کو نوکری سے نکال دیا جائے گا یہ سن کر بہت سے طلبہ نے یہاں داخلہ لینے سے انکار کر دیا۔

1965ء تک کلج کی اس سیمنری میں صرف پانچ طلبہ رہ گئے تھے۔ جبکہ نجارسٹ کی Baptist سیمنری میں چھ طلبہ تھے۔

تین سال تک مائیکل اس سیمنری میں پڑھتا رہا کیونکہ کچھ پروفیسر بہت اچھے تھے اور اس کو وہاں سے مطالعہ کے لیے اچھی کتابیں بھی مل جاتی تھیں۔ اس طرح جب وہ

اسکے باپ کو دوسری بار گرفتار کرنے کے لیے آئے تو وہ گھر پر موجود نہ تھا۔

1958ء میں خوف کی ایک نئی لہر دوڑ پڑی۔ اور اب ہمیں پتہ چلا کہ ہمیں کس طرح دھوکا دیا گیا ہے۔ اور بہت سارے لوگوں نے سوچ لیا کہ کیمونسٹ واقعی ہی مغرب کے ساتھ معاہدہ کرنے والے ہیں اور اب وہ لوگوں کے ساتھ رحم کے ساتھ پیش آئیں۔ اگرچہ لوگ پہلے والے سارے جھوٹ کو اچھی طرح جانتے تھے لیکن وہ ابھی بھی یہ ماننے کو تیار نہ تھے کہ وہ جھوٹ تھا۔

جولائی 1958ء میں بہت سخت قوانین لاگو کئے گئے جس میں کسی شخص کو چھوٹی سی غلطی کرنے پر بھی گولی مار دینے کا حکم دیا گیا۔ اور خزاں تک اس کو لاگو کر دیا گیا۔ دوبارہ سے بہت زیادہ لوگوں کو گرفتار کیا جانے لگا۔ پھر سے ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو گرفتار کر کے جیل میں بھیجا جانے لگا اور پھر سے ان سے غلاموں کی طرح کام لیا جانے لگا کچھ کو ڈینوب میں بھیجا گیا اور کچھ نوجوانوں کو جو کہ حکومت کی پالیسیوں کی مخالفت کرتے تھے ان کو Reads پر بھیج دیا گیا۔ جو لوگ اعلیٰ عہدوں پر کام کر رہے تھے اور جن پر حکومت کو شک تھا ان کو نوکریوں سے نکال دیا گیا اور ان کے بچوں کو بھی اور انکو دوبارہ کام کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ دوبارہ سے مذہب کے خلاف جنگ شروع ہو گئی حکومت نے گرجا گھروں کو بند کر دیا اور پادریوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

ہماری جھونپڑی ایک خفیہ کلیسیا کا مرکز بن چکا تھا میں زیادہ دیر تک چھپی نہ رہ سکی۔ رچرڈ ہر روز دعا کرتا کہ ''اے خدا اگر تیرے نزدیک کوئی ایسا قیدی ہے جس کے لیے میری زندگی فائدہ مند ہو سکتی ہے تو مجھے واپس جیل میں بھیج دے،، لیکن اس دعا پر میں آسانی سے آمین نہ کہہ سکتی تھی۔

1959ء میں منگل کے دن جنوری کے مہینے میں خفیہ کلیسیاء کی ایک رکن عورت روتی ہوئی ہمارے گھر آئی اور کچھ ہفتے پہلے اس نے رچرڈ کے پیغامات میں سے کچھ ادھار مانگے تھے اس نے اس کی کاپیاں کروا کے سارے ملک میں بانٹ دی تھیں جو کہ بالکل غلط کام تھا اور جب اسکے گھر چھاپا مارا گیا تو اس کے گھر میں وہ کاپیاں ملیں۔ ہمیں پتہ چلا کہ کسی جاسوس نے جو کہ رچرڈ کا دوست تھا رچرڈ کے بارے میں خفیہ پولیس کو بتا دیا ہے یا شاید اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ اور اس کو گرفتار کر لینے کی دھمکی دی جارہی تھی لیکن اگرچہ اس نے سب کچھ کیا تھا پھر بھی ہم اس سے محبت کرتے رہے کیونکہ وہ ہمارا دوست تھا۔ پندرہ جنوری کو بدھ کے روز صبح کے ایک بجے پولیس نے زبردستی ہمارا دروازہ کھولا اور رچرڈ کو دوسرے کمرے میں بھیج کر کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ رچرڈ کے میز پر ان کو جو بھی کاغذات ملے اور اس کی بائبل سب کچھ پولیس نے قبضے میں لے لیے۔ اور ان کو وہ ڈائری بھی مل گئی جس میں رچرڈ اور مائیکل نے ہماری شادی کی سالگرہ کے موقع پر میرے لیے آیات لکھیں تھیں۔

میں نے پولیس والوں سے کہا کہ اس ڈائری کو نہ لے جائیں کیونکہ یہ انکے کام کی چیز نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ اس کو لے گئے۔

ایک پولیس آفیسر رچرڈ کو دوسرے کمرے لے کر آیا اور اس کے ہاتھوں پر ہتھکڑیاں تھیں میں نے اس سے کہا کیا تمہیں نیک لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہوئے شرم نہیں آتی انہوں نے اس کی بازو کو پکڑ لیا۔ رچرڈ نے کہا جب تک تم مجھے اپنی بیوی کو گلے لگا کر پیار نہیں کرنے دو گے میں اس گھر سے نہیں جاؤں گا۔

اس پولیس آفیسر نے رچرڈ کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور اس کی بات مان لی ہم دونوں

نے گھٹنوں کے بل گر کر دعا کی اور خفیہ پولیس کے آفیسر ہمارے اردگرد کھڑے تھے پھر ہم نے ایک گیت گایا ''کلیسیاء کی بنیاد مسیح ہے''۔

اس کے بعد پولیس نے رچرڈ سے کہا کہ اب ہمیں جانا چاہیے کیونکہ صبح کے پانچ بجنے والے ہیں۔ لیکن وہ بہت آہستہ بول رہا تھا اور اس کی آنکھیں چمک رہی تھی۔

میں ان کے پیچھے سیڑھیوں تک گئی۔ میری طرف سے مائیکل کو پیار کرنا اور اس پادری کو بھی جس نے میرے بارے میں پولیس کو بتایا تھا۔ انہوں نے رچرڈ کو وین میں بٹھالیا۔

جب گاڑی چلی تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں نے رچرڈ کو آوازیں دیں میں نے روتے اور چلاتے ہوئے گاڑی کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ پھر یہ گاڑی کونے میں آ کر غائب ہو گئی۔ مجھے رکنا پڑا کیونکہ میں اس سے آگے نہیں جاسکتی تھی۔

جب میں جھونپڑی میں واپس آئی تو دروازہ بھی کھلا تھا۔ میں فرش پر گر گئی اور بہت دیر تک روتی رہی۔

میں نے کہا۔ اے خدا میں اپنے خاوند کو تیرے ہاتھوں میں دیتی ہوں۔ میں تو کچھ نہیں کر سکتی لیکن تو بند دروازوں میں سے بھی گزر سکتا ہے اور تو اس کے گرد فرشتوں کا پہرا بھی کھڑا کر سکتا ہے اور تو ہی اس کو واپس لا سکتا ہے۔

میں اندھیرے میں بیٹھی دعا کرتی رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی ایک کام کرنا ہے۔ ایلس مجھے ملنے کے لیے آئی میں نے اس کو بتایا کہ انہوں نے پھر میرے رچرڈ کو مجھ سے چھین لیا ہے۔

نیا خوف

سب سے پہلے مائیکل کو یہ بات بتانا تھی یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ وہ اتنے مشکل حالات میں سے گزرا تھا اسی طرح یہ خبر یونیورسٹی میں موجود جاسوسوں سے بھی دور رکھنا تھی ورنہ مائیکل کو یونیورسٹی سے نکال دیا جاتا۔ لہٰذا میں خود یونیورسٹی نہیں جاسکتی تھی کیونکہ وہاں لوگ مجھے جانتے تھے۔ اگلے دن صبح ایلس ٹرین کے ذریعے یونیورسٹی پہنچ گئی۔ اور اس راستے میں کھڑی ہوگئی جہاں سے مائیکل گزرتا تھا اس نے کسی طالب علم سے بات بھی نہیں کی کیونکہ طالب علم جاسوس بھی ہوسکتے تھے۔ اس کے علاوہ اگر طالب علم کی اطلاع حکومت کو نہ دیتے تو یہ ایک جرم تھا اسے امید تھی کہ مائیکل اس راستے سے گزرے گا۔ وہاں پر شدید سردی تھی اور برف درختوں کی ڈالیوں پر چمٹی ہوئی تھی۔ تقریباً شام کے وقت مائیکل آیا تو ایلس نے اسے یہ بات بتائی۔

وہ بولا کہ مجھے اس کا شک تھا۔ ماں کو بتانا کہ میں آج ہی واپس گھر آرہا ہوں ہوسکتا ہے کہ وہ ماں کو بھی گرفتار کرلیں۔ لیکن تمہاری تعلیم کا کیا بنے گا۔ تم نے 3 سال محنت کی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کئی دفعہ ڈگریوں والے خدا کے خادم بھی کلیسیاء کے نقصان کا باعث بنتے ہیں۔ ویسے بھی یونیورسٹی کا جب بھی جی چاہا اس نے مجھے نکال ہی دینا ہے۔ ایلس رات کافی دیر کے بعد وہاں سے لوٹی اور آکر مجھے سب کچھ بتایا۔

میں نے رچرڈ کو کچھ دیر کے لیے پھر دیکھا اس سے پہلے کہ وہ چھ سال کے لیے پھر

غائب ہو جائے۔ اسے ایک عدالت میں پیش کیا گیا۔ یہاں پر رشتہ داروں کو آنے کی اجازت تھی۔ 1948 کے بعد کیمونسٹ پارٹی تھوڑی قاتون کی پابند ہوگئی تھی۔ وہ دنیا کو بتانا چاہتے تھے کہ ہم بلاوجہ لوگوں کو جیل میں نہیں ڈالتے ہمارے پاس جج ہیں عدالتیں ہیں۔ عدالت میں پانچ جج بیٹھے تھے ان کے اوپر لال رنگ کا ایک بینر لگا ہوا تھا اس پر لکھا ہوا تھا۔ ''لوگوں کی خدمت کے لیے لوگوں کا انصاف'' اس کے اوپر کیمونسٹ پارٹی کے راہنماؤں کی تصاویر آویزاں تھیں۔

عوام کے دشمن (یعنی مجرم ایک دروازے سے لائے جاتے تھے اور اپنا انصاف اور فیصلہ سننے کے بعد دوسرے دروازے سے نکل جاتے تھے۔ یہ سب کام منٹوں میں ہوتا تھا۔ پادری، کسان، صحافی، خانہ بدوش سب ایسے آرہے تھے جیسے کسی بیلٹ پر سامان چل رہا ہو۔ شہر کی صفائی کرنے والے ایک شخص نے شراب پی کر حکومت کو برا بھلا کہا تھا اور کسی نے اس کی جاسوسی کردی تھی۔ اسے عدالت میں لایا گیا۔ ہم دونوں نے رچرڈ کے کیس کا کوئی لفظ نہیں سنا بلکہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھتے رہے جیسے کہ آخری بار دیکھ رہے ہوں۔

مائیکل نے مجھے بتایا کہ ''اباجان کے کسی پرانے مقدمہ کی یہ دوبارہ سماعت تھی۔ معافی کے احکامات ختم کردیئے گئے تھے۔ اور ان کی پرانی سزا بحال کردی گئی تھی۔ لہٰذا پولیس انہیں پھر جیل لے گئی ہے۔'' رچرڈ جاتے ہوئے ہماری طرف دیکھ کر خوشی سے مسکرایا۔ پھر ایک تھکے ہوئے کلرک نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر لکھا تھا کہ ''ورم برانڈ کو پچیس سال قید سنادی گئی ہے'' یہ پہلی قید سے پانچ سال زیادہ تھی۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ اس قید کے ساتھ بھاری جرمانہ بھی عائد کیا گیا ہے۔ اور ہماری تمام

جائیداد ضبط کر لی گئی تھی۔ ہر سیاسی قیدی کے ساتھ یہی ہوتا ہے اگلے دن حکومت کے چند افراد آئے اور ہمارے گھر میں جو بھی قیمتی چیز تھی لے گئے۔ سوائے ہمارے بستروں ایک میز اور دو کرسیوں کے۔ ہم خوش قسمت ہیں کیونکہ ہمارے گھر میں کچھ خاص سامان نہیں تھا۔ لیکن ایسا نہیں تھا۔ وہ اگلے چھ سال تک لگاتار آتے رہے۔ اور ہم سے پیسوں کا تقاضا کرتے رہے۔ یہ بہت مشکل وقت تھا ہر روز ہمارے کسی دوست کو گرفتار کر لیا جاتا تھا تقریباً سب کے سب جو ہمارے دوست عزیز تھے جیل واپس جا چکے تھے۔ ہمارے لیے دن اور رات کوئی معانی نہیں رکھتا تھا ملک کے ہر حصہ میں لوگ اس قسم کی خوفناک کہانیوں کے ساتھ آتے تھے کلیساؤں کے بند ہو جانے گرجا گھروں کو تالے لگنے اور آدمیوں کے غائب ہونے کے بارے میں۔ اس دوران حکومت کا ایک شخص امریکہ کے دورے پر گیا۔ اس نے پیرس میں ایک کانفرنس کرنے کا منصوبہ امریکیوں کو پیش کیا جو کہ 1960 میں ہونا قرار پائی۔ ہم کسی دوست کے فلیٹ میں بیٹھے اس بارے میں بات چیت کر رہے تھے ہماری ایک دوست کہتی کہ اب امریکہ کے ساتھ معاہدہ ہو جائے گا اور جیل کے دروازے کھل جائیں گے۔

اس کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ کوئی ہمیں یہ کہہ رہا تھا کہ گھر مت آنا کیونکہ آتے ہی تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا وہ ایلس کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔ ایلس ہماری سب سے مخلص دوست تھی اس نے اپنا سب کچھ لوگوں کو بانٹ دیا تھا وہ قیدیوں کے بچوں کی نگہداشت کیا کرتی تھی۔ ایسے بچے جو گلیوں میں آوارہ چھوڑ دیئے گئے تھے اس کا یہی قصور تھا۔ چونکہ وہ کسی کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہی تھی اس لئے پولیس نے اسے بہت مارا۔ اس کے کئی دانت اور ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ پھر اسے آٹھ سال قید کی

سزا سنادی گئی۔اس رات پولیس دو گھنٹے ہمارے گھر کی تلاشی لیتی رہی ایلس کے ساتھ ساتھ وہ ایک لڑکی کو گرفتار کر کے لے گئے تھے جو اتفاق سے وہاں آئی تھی ۔ ایسا اکثر ہوتا تھا کہ کسی اور کو بھی گرفتار کرلیا جاتا۔ہم نے بعد میں آکر دیکھا کہ ہمارے تمام کاغذ بکھرے ہوئے تھے۔ ہمارے بستر بھی الٹ دیئے گئے تھے یہاں تک کہ بستروں کو کھول کر دیکھا گیا تھا۔ مائیکل نے مجھے بتایا کہ وہ درد دور کرنے کے نسخوں والی کتاب کی کاپیاں بھی لے گئے ہیں یہ کتاب ایک جرمن ڈاکٹر نے لکھی تھی ۔اور ہماری ایک ساتھی نے ہاتھ سے اس کے کچھ صفحوں کو نقل کیا تھا۔ میں نے اس سے یہ نقل ادھار مانگی تھی۔اس نے یہ مجھے صرف ایک دن کے لئے دی تھی ۔ کہ یہ بہت اہم اوراق ہیں اب جب میں نے اسے بتایا کہ پولیس وہ صفحے لے گئی ہے تو اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

روزانہ ہمارے بہت سے گھنٹے ایلس اور دیگر دوستوں کے بارے معلومات حاصل کرنے کی کوشش میں خرچ ہوتے لیکن کامیابی کا تناسب نہ ہونے کے برابر تھا۔وہ لوگ کسی جیل کے بہت گہرے حصہ میں چلے گئے تھے۔ جہاں ان کا سراغ لگانا ناممکن تھا ہمیں بہت کم امید تھی کہ ہم ان کی آواز دوبارہ سن سکیں گے (ایلس کی گرفتاری کے بہت عرصہ کے بعد ہمیں معلوم ہوسکا کہ اس کیساتھ کیا بیتی تھی) ہمارے سارے قریبی دوست گرفتار کرلئے گئے تھے۔ایک بزرگ جو مائیکل کیلئے دادا کی طرح تھے وہ شاعری کیا کرتے تھے اگرچہ وہ باقاعدہ تعلیم یافتہ نہ تھے لیکن وہ بہت گہرے اشعار لکھتے تھے۔ مائیکل کی پرورش اس بزرگ کی گود میں ہوئی تھی ۔انہیں بھی گرفتار کرلیا گیا تھا۔

ایک بہت بڑا موسیقار جس نے بہت سے مسیحی گیت بنائے تھے اسے بھی گرفتار کرلیا گیا تھا۔اور اسکے بچے اور بیوی گلیوں میں دھکے کھا رہے تھے۔

ایک بزرگ پاسٹر جو کہ صرف اس لیے گرفتار ہوا تھا کہ انہوں نے مسیح کے وہ الفاظ اپنے وعظ میں استعمال کئے کہ داہنے طرف جال ڈالو۔ کیمونسٹ کہتے یہ ہمارے خلاف پرپیگنڈہ ہے کسی جاسوس نے اسکی اطلاع حکومت کو دے دی تھی۔ میں نے اس کی کہانی مغربی لوگوں کو سنائی اسے 25 سال کی قید سنائی گئی تھی اس نے اپنے پیچھے بیوی اور پانچ بچے چھوڑے تھے جنہیں اس شہر سے نکال دیا گیا اور دور کسی صحرائی علاقہ میں بھیج دیا گیا۔ ایک دن اس کی بیوی ہمارے پاس آئی وہ بہت تھکی ہوئی اور بیمار تھی اس کی وجہ سے ہمیں کوئی زحمت نہیں تھی۔ بلکہ اس کے میٹھے الفاظ ہمارے لیے تسلی کا باعث بنے۔ جس شخص پر ہمیں پکا یقین تھا کہ اس نے اس عورت کے شوہر کی جاسوسی کی ہے وہ اسے معاف کر دینا چاہتی تھی لیکن میں نے کہا میں اسے معاف نہیں کروں گی اس نے ایسا کیوں کیا۔ وہ شخص بولا انہوں نے میرے اوپر بڑا تشدد کیا تھا ویسے بھی میں نے انہیں جھوٹ نہیں بتایا پاسٹر نے جو الفاظ کہے تھے میں نے انہیں وہی بتایا۔ اصل میں یہ میرے فرض کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ ہو جو معصوم لوگوں کو گرفتار کرتے اور جیل میں ڈالتے ہیں۔ جو بچوں کو خدا کے خلاف تعلیم دیتے ہیں۔ وہ بولا نہیں ایسا نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ تم خود اپنے بارے میں انہیں کیوں نہیں بتاتے کہ تم بھی انکے غدار ہو اپنے بھائیوں کی جاسوسی کیوں کرتے ہو۔

میرے دل میں اس کے لیے نفرت تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ اس پاسٹر اور کچھ اور لوگوں کی وجہ سے میرا شوہر بھی گرفتار ہوا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کو مسیح کی تعلیم کی بجائے اپنے آپ سے زیادہ محبت تھی۔ میرے اندر ایک کشمکش پیدا ہوگئی تھی کہ میں ان لوگوں سے نفرت کروں یا نہ کروں جنہوں نے میرے شوہر کو گرفتار کروایا تھا اور نہ صرف اسے

بلکہ اور بہت سی عورتوں کے شوہروں کو بھی ۔میں نے اس کے لیے دعا بھی کی لیکن مجھے سکون نہیں مل رہا تھا ۔پھر مارٹیا نے کہیں سے مسیح کی تصویر کاٹ کر اسے دیوار پر لگا دیا۔ اکثر میری نگاہیں اس تصویر پر رک جاتی تھیں ۔یہ مسیح کی صلیب پر تصویر تھی ۔پھر مجھے مسیح کے آخری الفاظ یاد آتے تھے ۔''اے باپ انہیں معاف کر'' کہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں ۔اور پھر یہ کہ ''میں پیاسا ہوں'' وہ کس طرح پیاسے کی طرح مجھ سے معافی کے طلبگار تھے لیکن میں معاف کرنے کو تیار نہیں تھی ۔پھر میرے دل میں اور خیال آنا شروع ہو گئے میں نے سوچا کہ بڑے سے بڑے مقدس انسان بھی خود غرض اور اپنے آپ سے محبت سے خالی نہ تھے ۔ایک بشپ صاحب کہا کرتے تھے کہ جنہیں ہم خدا کے غدار کہتے ہیں شاید خدا انہیں صرف کمزور ایماندار ہی کہتا ہو ۔میں نے فیصلہ کیا کہ میں ان لوگوں کو معاف کر دوں گی ۔ان سے محبت کروں گی اور بدلہ میں کسی چیز کی توقع نہیں کروں گی ۔1960 کی سردیوں میں برفباری جلد شروع ہو گئی ۔گلیاں برف میں دب گئی تھیں اور اشد ضرورت کے بغیر کوئی شخص گھر سے نہیں نکلتا تھا ۔ہماری کھڑکی کا ایک شیشہ ٹوٹ گیا تھا اور مائیکل نے اس کی جگہ پر ایک قالین کا ٹکڑا لگا دیا تھا۔ لیکن اس سے ہوا کو روکنا ممکن نہیں تھا ۔مارٹیا کہنے لگی ہم باہر بھی بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ یہاں ٹھنڈک کم نہیں ہے ۔قالین کا ٹکڑا سردی تو نہیں روکتا تھا ہاں روشنی روک دیتا ہے اور اس جھونپڑی نما گھر میں اب ہم پانچ لوگ تھے ۔

جب میں نے اپنی خفیہ کلیسیا کے کاموں سے کچھ فراغت پائی تو میں سرکاری دفاتر کا چکر لگاتی رہتی تا کہ رچرڈ کو کیا گیا بھاری جرمانہ معاف کرا سکوں ۔کیونکہ ایک خاص عرصہ میں سارا جرمانہ ادا نہ کیا گیا تو وہ ہمارے گھر کی ساری چیزیں لے جائیں گے ۔

میں گھنٹوں افسران کا انتظار کرتی اور درجنوں فارم پُر کر کے جمع کراتی ۔لیکن اس کا ہمیں کوئی فائدہ نہ ہوا۔ایک دن ٹیکس کے محکمہ کے دو افسران نے ہمارا دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔ مائیکل نے دروازہ کھولا اور مجھے بلایا۔ انہیں مزید پیسہ چاہیے تھا لیکن میرے پاس کچھ نہیں ہے انہوں نے ہمارے گھر کی تمام اشیا کی ایک فہرست تیار کی تاکہ جب میرے پاس رقم ہوتو میں انہیں واپس لے سکوں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ کو جلد رقم مل جائے گی۔انہوں نے ہمارے گھر کی کرسیاں، برتن اور المارياں وغیرہ سب کی فہرست تیار کی۔ کھڑکی سے قالین کا ٹکڑا بھی شامل کیا۔لیکن بعد میں ا نہیں رحم آیا کہ اس سے تو بہت زیادہ سردی اندر آئے گی۔لہٰذا انہوں نے قالین کو کھڑکی کا حصہ کہہ کر چھوڑ دیا۔ میں نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا۔آپ کے پاس ادا کرنے کے لیے تین دن ہیں ورنہ یہ ساری اشیا ہم لے جائیں گے۔

اگلے دن میں سارادن سرکاری دفاتر میں پھرتی رہی ۔آخر ایک افسر سے میری ملاقات ہوئی وہ مجھ سے کہنے لگا۔کیا یہ لوگ ابھی تک تمہارے گھر کا سامان نہیں لائے۔ عدالت کا فیصلہ بالکل واضح ہے کہ تم جرمانہ ادا کرو نہیں تو تمہاری جائیداد ضبط ہوگی۔ میں اس میں تمہای کیا مدد کروں۔میرے خیال میں کل یہ لوگ تمہارے گھر جائیں اور تمام اشیا اٹھا لائیں اب میں اگلے مہمان سے بات کروں گا۔اسکے دفتر سے نکلتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو لگا تار جاری تھے۔ میں کانپ رہی تھی اور مجھے کھانسی بھی آرہی تھی۔ میں برف سے ڈھکی ہوئی گلی میں داخل ہونے سے پہلے ذرا رکی۔ پھر کسی نے میرے بازو کو ہاتھ لگایا۔ یہ ایک لمبا آدمی تھا اور اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا اور سیاہ چشمہ بھی پہنا ہوا تھا وہ میرے گھر تک میرا پیچھا کرتا رہا۔ میرے

خیال میں وہ بھی خفیہ پولیس کا آدمی تھا اس نے ایک نظر میں اردگرد کا جائزہ لے لیا۔

''میں تمہارے کیس سے واقف ہوں'' یہ لو۔ اس کے بعد وہ جلدی سے گلی میں غائب ہوگیا۔ اس نے میرے ہاتھ کافی ساری رقم تھمادی تھی۔ اس سے ہم کئی ہفتوں تک جرمانہ ادا کر سکتے تھے اور گزارا بھی کر سکتے تھے۔ مجھے سردی بالکل بھول گئی تھی اگرچہ میرے ہاتھ سردی سے سُن ہو چکے تھے کہ یہ شخص جس نے ہمیں خدا کی محبت یاد دلا دی ہے یہ مہربان اور سخی آدمی کون ہوسکتا ہے۔ مائیکل نے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ وہ ٹیکس کے محکمہ کا ملازم تھا اور ہماری خفیہ کلیسیا کا رکن تھا۔ ہم اس سے مل نہیں سکتے تھے کیونکہ یہ بہت خطرناک کام تھا۔ لیکن جتنی دیر رچرڈ جیل میں رہا وہ شخص اپنی تنخواہ میں سے ہر ماہ ہماری مدد کرتا۔ مائیکل کو سمینری سے نکال دیا گیا تھا۔ ہمارے دوست بشپ ملر نے پوری کوشش کی کہ ایسا نہ ہو لیکن اس کے بہت سے دوستوں نے اسے دھوکہ دیا کیونکہ وہ اب حکومت کے وفادار تھے اور حکومت ان کو اعزازات دے رہی تھی۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ بشپ ملر ان سے کی گئی ہر بات کی خبر خفیہ کلیسیا کو دیتا ہے۔ وہ خفیہ طور پر مسیحی شہیدوں کے خاندانوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ اب یہ بات میں آزادی سے کہہ سکتی ہوں کیونکہ بشپ ملر کا انتقال ہو چکا ہے۔ مائیکل نے اپنی کوششوں سے انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا۔ ظاہر ہے اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک سیاسی قیدی کا بیٹا ہے۔ ایک دن وہ مجھے کہنے لگا کہ ایک دو مہینوں میں انہیں اس بات کا پتہ چلے گا تو وہ مجھے نکال دیں گے پھر میں کہیں اور داخلہ لے لوں گا۔

مجھے ایک پرانی سویٹر بننے والی مشین مل گئی تھی لہٰذا میں نے اس پر کام کر کے کچھ رقم کمانے کی کوشش کی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ مشین بالکل خراب تھی۔ جس دوست نے مجھے

یہ مشین دی تھی وہ ان مشینوں کا مکینک بھی تھا۔ میں نے اسے بلایا تو اس نے بتایا کہ اس کے بیرنگ خراب ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ کیسے ٹھیک ہونگے وہ بولا یہ ٹھیک نہیں ہونگے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ اس مشین کو پھینک دیا جائے۔

میں نے کہا میرا کیا ہوگا؟ وہ کہنے لگا میں کسی اور سستی مشین کا انتظام کرتا ہوں۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ دو سادہ مشینیں لایا جن سے جرابیں بنائی جا سکتی تھیں۔ اب میں اور اس پادری صاحب کی بیوی جو ہمارے ساتھ رہتی تھی مصروف ہو گئیں۔ کام کے دوران اکثر سوئیاں ٹوٹ جاتی تھیں اور نئی سوئیاں ملنا بہت مشکل تھا۔ سوئیاں صرف فیکٹریوں کو ہی دی جاتی تھیں اور فیکٹری سے نکلتے وقت تمام مزدوروں کی تلاشی لی جاتی تھی۔ میں کسی کو ایک سوئی کے بدلے جیل جانے کے خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھی۔ لہٰذا کئی مہینوں تک ہمارا یہ کام رکا رہتا۔ اس طرح کام کرنا بھی جرم تھا ہم یہ جرابیں حکومت کی اجازت (جو کہ ملنا ناممکن تھی) کے بغیر نہیں بیچ سکتے تھے لہٰذا ہمیں بلیک مارکیٹ میں بیچنا پڑتی۔ ہمارے ساتھی انہیں کسی فیکٹری کے گیٹ کے باہر یا کسی ریلوے اسٹیشن پر فروخت کرتے تھے۔ آخر کار ہمیں یہ کام بھی ترک کرنا پڑا۔

ویسے بھی 1960 کے اوائل میں رومانیہ کے مغربی ممالک کے ساتھ کچھ معاہدے ہو گئے جن کی بنا پر رومانیہ کو بھی مشینری ملی اور نائیلون کی جرابیں ملنا شروع ہو گئیں لہٰذا ہماری جرابوں کی مارکیٹ ختم ہو گئی تھی۔ اس کے بعد میں نے زبان سکھانے کے کام کو آمدنی کا ذریعہ بنانے کا سوچا۔ ایک دن سیاہ کوٹ میں ملبوس ایک جوان ہمارے گھر آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ آپ کل وزارت داخلہ کے دفتر میں حاضر ہوں۔ اس نے مجھے ایک کارڈ دیا اور کہا کہ آپ یہ کارڈ محافظ کو دکھانا اور اس سے پوچھنا کہ

آپ کو کس کمرے میں جانا چاہیے۔اس کے بعد وہ شخص چلا گیا۔اگر چہ یہ کوئی عدالتی حکم نہیں تھا تاہم ساری رات ہم نے بڑی پریشانی میں گزاری۔اگلے دن میں نے ایک تھیلے میں ضروری استعمال کی چیزیں مثلاً صابن اور گرم کپڑے وغیرہ رکھے اور گھر والوں کو خدا حافظ کہہ کر وزارت داخلہ کے دفتر کی طرف چل پڑی۔یہ ایک بہت بڑا اوراعلیٰ دفتر تھا۔ہر کمرے میں قالین بچھے ہوئے تھے اور پردے لگے ہوئے تھے۔اس کے علاوہ ہر جگہ خوبصورت خواتین سیکرٹریاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔لینن کے پورٹریٹ بھی لگے ہوئے تھے۔میں جس کمرے میں گئی وہاں ایک بہت بڑے میز کے پیچھے ایک 40 سالہ شخص بیٹھا ہوا تھا۔''تشریف رکھیں کامریڈ ورم پرانڈ''ہم نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ ہم آپ کے کیس میں دلچسپی رکھتے ہیں۔مجھے اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں بتائیں۔اور ہاں ڈریں نہیں۔اس دیوار سے باہر کوئی بات نہیں جائے گی۔آپ کا ایک بیٹا ہے...... مائیکل (اس نے میز پر پڑے ہوئے کاغذوں کی طرف دیکھا) اس کی تعلیم کیسی جا رہی ہے؟ میں بہت پریشان ہوگئی۔یہ مجھے طلاق کی طرف راغب کرنے کا ایک اور حربہ تھا۔جہاں دباؤ سے کام نہیں چلتا تھا وہاں وہ اخلاق کے ساتھ کام چلانے کی کوشش کرتے تھے۔وہ مجھے دیکھنے لگا۔میں نے اسے جواب دیا کہ میں اپنے شوہر سے محبت کرتی ہوں اور چاہے کچھ بھی ہو ہم ہمیشہ اکٹھے رہیں گے۔

اچھا اب میں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔آپ جانتی ہو کہ آپ کے بیٹے کی تعلیم جاری رہے اور آپ کو کوئی اچھا کام مل جائے اور آپ کی زندگی آپ کی مرضی کے مطابق گزرے یہ سب کچھ بہت آسانی سے مل سکتا ہے۔صرف آپ اپنا شناختی کارڈ ہمارے پاس چھوڑ جاؤ اور باقی کام ہمارا ہے۔طلاق کی بات بھول جاؤ۔یہ تمہارے

لیے اچھا ہوگا اور تمہیں معلوم ہے کہ اگر تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کروگی تو ہمیں اور طریقے بھی آتے ہیں ہم جو کام کرنا چاہتے ہیں کر لیتے ہیں۔

میں نے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔ میں نے کہا اگر تم جیل میں چلے جاؤ تو کیا تم یہ چاہو گے کہ تمہاری بیوی تمہیں طلاق دے دے۔ اس پر وہ بہت غصہ میں آگیا۔ تم جانتی نہیں کہ تم کہاں ہو اور میں کون ہوں۔ تمہیں میرے ساتھ ایسی بات کرنے کی جرات کیسے ہوئی اس نے ایک پنسل اٹھا کر جلتی ہوئی انگیٹھی میں ڈال دی۔ دفعہ ہو جاؤ اور ہاں جو کچھ میں نے کہا ہے اسے یاد رکھنا اور اس پر غور کرنا۔ سمجھی۔ لیکن اصل میں وہ بھی سمجھ گئے تھے کیونکہ مجھے طلاق پر آمادہ کرنے کی ان کی یہ آخری کوشش تھی۔ اس کی بجائے اب انہوں نے مجھے یہ بتانا شروع کر دیا کہ رچرڈ مر چکا ہے ایسا دو مرتبہ ہوا۔

پہلے کچھ کمزور سے آدمی ہمارے گھر میں آئے اور کہنے لگے کہ وہ جیل سے رہا ہو کر آئے ہیں۔ میں نے ان کا یقین کیا کیونکہ وہ ایسے ہی لگ رہے تھے۔ لیکن وہ میری آنکھوں کی طرف دیکھ کر بات نہیں کر رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ بات شروع کی کہ انہوں نے رچرڈ کو جیل میں دیکھا ہے تو میں ان کے ارادے سمجھ گئی۔ وہ کہنے لگے۔ غریب ورم برانڈ آخری دنوں میں بہت بد اخلاق ہو گیا تھا۔ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔

غریب ورم برانڈ: وہ ایک اچھا آدمی تھا سب یہی کہہ رہے تھے۔ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ اس سے زیادہ میں آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتی ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمیں بہت افسوس...... چلے جایئے۔ میں نے ان سے کہا۔

وہ بہت شرمندہ اور احساس جرم میں مبتلا لگ رہے تھے۔ انہوں نے غالباً یہ سب کچھ راشن کارڈ یا نوکری کے وعدہ کی بنیاد پر کیا تھا۔ دوسری مرتبہ تو سرکاری طور پر اعلا

ن کیا گیا کہ رچرڈ مر چکا ہے۔ایک سادہ کپڑوں والا شخص ہمارے ایک دوست کے گھر آیا اور بولا کہ ہم مسز ورمبرنڈ کو یہ بری خبر براہ راست نہیں دینا چاہتے۔کیا آپ اس میں ہماری مدد کر سکتے ہیں۔آپ صرف انہیں یہ بتا دیں کہ پاسٹر ورم برانڈ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے ہیں۔اور ان کو جیل میں ہی دفن کر دیا گیا ہے۔میں خوش تھی کہ انہوں نے مجھے دوبارہ اپنے دفتر نہیں بلایا۔لیکن وہ یہاں بھی نہیں رکے۔رچرڈ کا نام پورے ملک میں مشہور ہو گیا تھا۔وہ ایک ڈرامائی کردار بن گیا تھا۔بچے سونے سے پہلے اس کے لیے دعا کرتے تھے۔حکومت رہا ہونے والے قیدیوں کو مسیحیوں کے گھر بھیجتی کہ وہ ان سے کہیں کہ پاسٹر ورم برانڈ جیل میں فوت ہو گیا ہے۔لیکن کوئی اس کا یقین نہیں کرتا تھا۔اسکے بعد مائیکل کو یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے کیمونسٹ پارٹی کے قوائد ماننے سے انکار کر دیا تھا۔اب اسے یہ معلوم ہو گیا کہ حکومت اسکے بارے میں سب کچھ جانتی ہے۔وہ کہاں جاتا ہے۔اس کے دوست کون سے ہیں وغیرہ۔اصل میں حکومت کے پاس ہر مسیحی شخص کی ایک فائل تھی۔ان سے کوئی چیز چھپانا انتہائی مشکل تھا۔ہمیں معلوم تھا کہ لوگوں نے ہماری جاسوسی کی ہے۔لیکن مائیکل کہتا تھا کہ کلیسیا جاسوسوں سے بھر گئی ہے۔وہ کہتا کہ ماں مجھے یہ بات کہنا اچھا تو نہیں لگتا لیکن تم ضرورت سے زیادہ رحم دل ہو آپ ہر شخص کو گھر میں داخل ہونے دیتی ہو صرف اس لیے کہ وہ آکر اتنا کہتا ہے خداوند کی تعریف ہو۔''

ہمیں ان جاسوسوں کے بارے میں سخت رویہ رکھنا چاہیے۔میں کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن وہ بولتا رہا مجھے خوف ہے کہ پولیس دوبارہ آپ کو گرفتار کرے گی اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں خفیہ کلیسیا میں کتنا فعال ہوں۔اس کے علاوہ یہ صرف ہمارا مسئلہ ہی

نہیں ہے بلکہ میں ان کے بارے میں بھی سوچتا ہوں جو ہمارے ساتھ ہیں۔ میں ان کے بارے میں جانتا ہوں جن کے پاس میں گاؤں میں رہتا تھا ان کو دوبار گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ پھر جب انہوں نے جاسوسی کرنے کا وعدہ کیا تو انہیں چھوڑا گیا۔ اسی گاؤں کے کچھ بچوں نے ایک پارٹی بنانے کا سوچا۔ یہ ان کا کھیل تھا لیکن اب وہ سب کے سب جیل میں ہیں اور پولیس انہیں مار رہی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ تشدد سے ہلاک ہو جائیں۔ اسکے علاوہ میں ایلس کے بارے میں سوچتا ہوں وہ کتنی اچھی خاتون تھی اس کا تشدد سے کیا حال ہوا۔ اس کے دانت توڑ دیئے گئے ہیں۔ میں سوچتی رہی تھی کہ رچرڈ کو بھی زیادہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ خاص طور پر جب اسے پہلی دفعہ گرفتار کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ اس بارے میں بات نہیں کرتا لیکن مجھے معلوم ہے کہ اسکے ساتھ کیا ہو رہا ہوگا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ خفیہ کلیسیا کی کئی میٹنگیں پولیس نے ختم کر دی تھیں لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ کئی میٹنگیں انہوں نے جان بوجھ کر ختم نہیں کرائیں تاکہ جاسوس امن کے ساتھ معلومات اکٹھی کر سکیں۔ ہماری کلیسیا تعداد میں بڑھتی جا رہی تھی۔ پچاس سے ساٹھ لوگ اب اس میٹنگ میں شامل ہوتے تھے۔ ہمیں کسی خاص شخص سے خاص طور پر محتاط رہنا پڑتا مثلاً پروفیسر یا سرکاری ملازم وغیرہ یا پارٹی کارکن۔ کیونکہ ان لوگوں کی زیادہ نگرانی کی جاتی تھی اس کے بعد ہم نے ارکان کی تعداد کم کر دی اور صرف 6 یا 7 لوگ میٹنگ میں آتے تھے۔ جاسوسوں کی پہچان کا ایک طریقہ یہ تھا کہ ہم جھوٹی خبریں پھیلاتے تھے۔ مثلاً ہم کسی خاص جگہ پر ایک میٹنگ کی غلط خبر پھیلاتے اگر اس جگہ پر پولیس آجاتی تو ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کون جاسوس ہے۔ اسکے بعد ہم اپنی خاص باتیں اس شخص کے سامنے نہیں کرتے تھے۔ ہم

اس شخص سے کہہ دیتے کہ ہمیں میٹنگ کی جگہ اچانک تبدیل کرنا پڑی اور تمہیں بتانے کا وقت نہیں تھا۔ اگر کسی شخص کے بارے میں ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ جاسوس ہے تو ہم اسے نہیں بتاتے تھے بلکہ ہم اس سے محتاط ہو جاتے۔ کیونکہ اگر لوگوں کو یا اس شخص کو یہ معلوم ہو جاتا کہ اس کا راز کھل گیا ہے تو اس کی جگہ کسی اور کو لگا دیا جاتا جسے ہم جانتے بھی نہ ہوتے لہٰذا وہ کامیابی سے جاسوسی کر لیتا تھا۔ ہمارے ایک رکن نے خفیہ طور پر روسی زبان میں انجیل مقدس چھاپی تھی لیکن اس سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں پوچھا گیا کیونکہ اس کا ساتھی ایک جاسوس تھا۔ لیکن وہ ایک مخلص مسیحی تھا اور جاسوسی اس کی مجبوری تھی۔ لہٰذا وہ اب بھی ہمارے ساتھ دعائیہ میٹنگ میں شریک ہوتا ہے۔

یہ سلسلہ چلتا رہا۔ ہم دو جنگیں لڑ رہے تھے ایک طرف ہم پولیس اور حکومت کے خلاف اپنی بھلائی کی جنگ لڑ رہے تھے دوسری طرف ہم اپنی خفیہ کلیسیا کو متحد رکھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ ہم بہت خطرناک زندگی گزار رہے تھے لیکن ہم اس سے لطف اندوز بھی ہوتے تھے۔ نومبر میں میں نے کلوج کا دورہ کیا۔ ایک مسیحی تنظیم جس پر حکومت نے پابندی لگا دی تھی وہاں ایک پروگرام ترتیب دے رہی تھی۔ اس تنظیم کا نام خداوند کی فوج تھا۔ اس تنظیم کی رچرڈ نے مختلف طریقوں سے بہت مدد کی تھی۔ میں نے سنا تھا کہ ہمارا ایک قریبی دوست بھی اس تنظیم میں شامل ہو گیا تھا۔ اس پروگرام کا مقصد اپنے گرفتار ساتھیوں کے حق میں جلوس نکالنا تھا۔ اس میں زیادہ تر دیہاتی لوگ شامل تھے۔ انہوں نے فوجی عدالت کے باہر خاموش مظاہرہ کرنا تھا۔ اس وقت شدید بارش ہو رہی تھی۔ یہ لوگ رومانیہ بھر سے اکٹھے ہوئے تھے تاکہ ان لوگوں کی حمایت کا اظہار کر سکیں جنہیں فوج نے گرفتار کر لیا تھا۔

جب قیدیوں کی گاڑی آئی تو سب لوگ آگے بڑھے تاکہ اپنے پیاروں کی ایک جھلک دیکھ سکیں۔ ان قیدیوں نے مختلف لباس پہن رکھے تھے اور انہیں دھکے دے کر گاڑی سے اتارا اور عدالت میں لایا جا رہا تھا۔ ان کے خاندان والے کھانے اور گرم کپڑوں کے بنڈل ان کی طرف پھینک رہے تھے۔ فوجیوں نے اپنی بندوقیں سیدھی کر لیں اور لوگوں سے کہنے لگے پیچھے ہو جاؤ۔ پیچھے رہو۔ کچھ نوجوان فوجیوں نے تو بالکل ایسا اشارہ دیا جیسے وہ گولی چلانے لگے ہوں۔ یہ ایک دردناک منظر تھا۔

ایک افسر دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ فون کر کے مزید فوج منگواؤ۔ محافظوں نے دھکے دے کر ان لوگوں کو عدالت سے باہر نکال دیا۔ وہ سب چلا رہے تھے ہمیں بھی گرفتار کر لو۔ ہم ان کے بہن بھائی اور خاندان ہیں۔ اس کے بعد گلی میں سے ایک گاڑی نمودار ہوئی اس میں پولیس بھری تھی۔ اسے دیکھ کر لوگ بھاگ کر ادھر ادھر گلیوں میں غائب ہو گئے لیکن اس گاڑی کے جانے کے بعد وہ پھر اکٹھے ہو گئے اور دروازہ کو دھکے دینا شروع کر دیئے۔ آخر پولیس نے جو کہ اس قسم کے مظاہر کے لیے تیار تھی قیدیوں کے قریبی رشتہ داروں کو اندر داخل ہو لینے دیا۔ باقی سارے لوگ سارا دن گیٹ کے باہر کھڑے رہے اور محافظوں سے کہتے رہے کہ ہمیں بھی اندر جانے دو۔ رات کے وقت لوگوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو گیا۔

عدالت اس کوشش میں تھی کہ تمام مقدمات جلد نمٹا دیئے جائیں تاکہ زیادہ لوگ اکٹھے نہ ہو سکیں۔ کافی دیر کے بعد قیدیوں کو واپس جیل لے جانے کا کام شروع ہو گیا۔ ایک افسر نے آ کر بتایا کہ سزا کے بارے میں کل معلوم ہو گا۔ بہت سارے لوگ اپنے پیاروں کو سلام بھی نہ کر سکے۔ بیویاں اپنے شوہروں کو وہ قیمتی بنڈل بھی نہ دے سکیں جو

انہوں نے تیار کئے تھے۔ آنیوالے لوگ رات وہیں گزارنے کی تیاری کرنے لگے کچھ لوگوں کو مقامی لوگوں نے ہمدردی سے اپنے گھر ٹھہرانے کا انتظام کرلیا مجھے بھی خفیہ کلیسیا کے ایک رکن کے گھر میں لیجایا گیا۔ جہاں قیدیوں کی تقریباً 20 بیویاں ٹھہری ہوئی تھیں۔ ہم سب نے مل کر سوچا کہ ہم یہ رات قیدیوں کے لیے دعا میں گزارتے ہیں۔ ایک بیوی بولی چاہے آج بتائیں چاہے کل۔ سزا تو لمبی ہی ہوگی۔

خداوند کی فوج کے لوگوں کے لیے یہ کوئی پہلی عدالت نہ تھی۔ ان کے ساتھ کافی دیر سے یہ ہو رہا تھا۔ 20 سال کی عمر کے لوگوں سے لے کر ساٹھ سال کی عمر کے لوگوں تک۔ ان کو پولیس ڈھونڈ ڈھونڈ کر گرفتار کر رہی تھی۔ اگلے دن ہم پھر عدالت کے باہر گئے دروازے بند تھے۔ دروازہ پر قیدیوں کو ہونے والی سزا کی فہرست آویزاں کی گئی تھی۔ میری سہیلی کو 8 سال قید ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں ریلوے سٹیشن گئی اور بخارسٹ واپس جانے کے لیے ریل گاڑی کا انتظار کرنے لگی۔

واپسی پر مجھے ایک لڑکی جو کہ ہماری خفیہ کلیسیا کی رکن تھی کے گھر لے جایا گیا اسکا نام ٹروڈی تھا۔ وہ بہت پریشان تھی۔ دوسرے لوگوں کے جانے کے بعد میں نے اس سے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے تو اس نے بتایا کہ میری ابھی شادی نہیں ہوئی اور میرا منگیتر مجھے کہتا ہے کہ میں اسے اپنی محبت کا ثبوت دوں۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی لیکن میں شادی تک پاکیزہ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ آخر میں کیا کروں۔ یہ مسئلہ ٹروڈی ہی نہیں بلکہ بہت سی دوسری لڑکیوں کا بھی تھا۔ اس پر مجھے اپنی زندگی کے وہ دن بھی یاد آئے جب میں پیرس میں تھی اور میں نے اس مسئلہ کے بارے میں جیل کے اندر بہت سوچا تھا۔ اب مجھے اس کا جواب معلوم تھا۔ سوال یہ تھا کہ پاکیزہ زندگی کیوں؟ اس کا

جواب بالکل سادہ تھا کہ جس طرح زندگی ضروری ہے اسی طرح پاکیزگی بھی۔ خدا نے ہمیں جو تحفہ دیا ہے وہ پاکیزگی ہی ہے۔ جب سے زندگی کا آغاز ہوا ہے ہر جگہ پر پاکیزگی کو ہی ترجیح دی گئی ہے اور اسے ہی تعریف کے لائق سمجھا گیا ہے۔ چین اور یونان کی دیومالائی کہانیوں میں بھی کردار ایک پاک اور کنواری دوشیزہ کے خواب ہی دیکھتے ہیں۔ پاک رہنے پر سوال کرنا ایسے ہی ہے جیسے ایماندار ہونے پر سوال کرنا ہے۔ ادب کے اندر بھی عظیم کرداروں کو پاکیزہ اور کنواریاں دکھایا گیا ہے۔

ایک لڑکی اپنے آپ کو پاک کیوں رکھے؟ کیونکہ اس طرح وہ انسانیت کو عظیم درجہ تک لے جاسکتی ہے۔ میں نے پاکیزگی کی قدر جیل میں دیکھی تھی۔ پاکیزہ عورت ہی دوسروں کی مدد کر سکتی ہے۔

لیکن اسکے ساتھ ساتھ ہمیں انسانی کمزوری کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تالمود میں لکھا ہے کہ ''خدا ہر گناہ برداشت کر لیتا ہے لیکن بدکاری کا نہیں۔'' شاید جس ربی نے یہ بات لکھی وہ خدا کی برداشت سے واقف نہیں تھا۔ مسیح اس کے برعکس ہے۔ یسوع نے بدکاری کے گناہ کو سب سے آسانی سے معاف کر دیا۔ یسوع کو جسمانی خواہشات کے آگے انسان کی کمزوری اور بے بسی کا بخوبی علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے بدکار عورت کو کوئی سزا نہیں دی یسوع نے ہمیں یہ سمجھایا کہ ہم اس گناہ سے دور بھاگیں لیکن اگر خدانخواستہ ہم سے یہ گناہ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا ہمیں فوراً ترک کر دے گا۔ اگر ہم ایک دفعہ اس پر قابو پانے میں ناکام ہو گئے تو خدا ہمارے مدد کر کے دوسری مرتبہ ہمیں کامیاب کر دے گا۔ خدا کی رحمت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

میں نوجوانوں کو یہی مشورہ دیتی ہوں کہ اپنی خواہشات کو دبانے کی کوشش نہ کریں

اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ اپنے آپ کو دوسرے کاموں میں مصروف رکھیں اپنے ذہن کو خوبصورت اور پاک خیالات سے بھرا رکھیں۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر مذہبی اور معاشرتی کاموں میں مگن رکھیں۔ اپنے آپ کو مسیح کی مانند بنانے کی کوشش کریں۔

یہ آسان کام نہیں ہے۔ یہ ایک یا دو سال میں نہیں ہوگا۔ سینٹ انتھونی کو اپنی خواہشات پر قابو پانے میں تیس سال لگے۔

1962 میں ماسکو کے ساتھ رومانیہ کے تعلقات میں سرد مہری آنا شروع ہوگئی۔ ہم نے یہ بات فوراً محسوس کی۔ افواہیں اڑنے لگیں کہ رومانیہ روس سے الگ ہونا چاہتا ہے۔ ایک نئے دور کی باتیں ہونا شروع ہوگئیں۔ ہمیں بیرون ملک سے زیادہ تعداد میں خطوط وصول ہونا شروع ہوگئے۔ پھر قیدیوں کے لیے عام معافی کی افواہیں بھی آنے لگیں۔ لوگ زیادہ آزادی سے حکومت کے بارے میں مذاق کرنے لگے۔

کروشچیو امریکی صدر سے کہتے ہیں۔ کینیڈی صاحب میں کیا کروں میں نے مسیحیوں کے دماغ صاف کرنے کی بہت کوشش کی ہے میں نے انہیں جیل میں بھی ڈالا ہے لیکن وہ پھر بھی گرجا گھر جاتے ہیں۔ میں انہیں وہاں جانے سے کیسے روکوں۔

کینیڈی صاحب کہتے ہیں۔ آپ گرجا گھروں میں مسیحی تصویروں کی جگہ اپنی تصویریں لگوا دو۔

آزادی کی طرف

ہر روسی قومی دن یا کسی خاص دن کے موقع پر ہم بڑے غور سے ریڈیو سنا کرتے تھے کہ قیدیوں کی رہائی کے متعلق کوئی اعلان کیا جائے۔ مجھے یہ سوچ کر رات کو نیند نہیں آتی تھی۔ یکم مئی 1962ء مزدوروں کا دن کوئی اعلان نہیں۔ 23 اگست یوم آزادی۔ کوئی اعلان نہیں۔ 7 نومبر۔ روسی انقلاب کا دن۔ کچھ سو جرائم پیشہ قیدی رہا کر دیئے گئے لیکن سیاسی قیدیوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں۔ تاہم چھوٹی چھوٹی باتیں ہمیں آزادی کی اُمید دلاتی رہتی تھیں۔ یوگوسلاویہ کے ساتھ ایک بڑا تجارتی معاہدہ۔ روسی مطالعہ کے ادارے کا نام غیر ملکی زبانوں کے مطالعہ کا ادارہ رکھ دیا گیا روسی کتاب گھر کا نام یونیورسل کتاب گھر۔

اگست 1963 میں روس نے رومانیہ کی زبان میں ریڈیو نشریات کو دوسرے ممالک تک اور ملک کے اندر چلنے کی اجازت دے دی۔ اس رات ہم خبروں کے انتظار میں بیٹھے رہے لیکن کوئی خبر نہیں سنائی گئی۔

1964 کے اوائل میں کسی اعلان کے بغیر کچھ سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ ان میں سے کچھ ہمارے دوست تھے ہم نے ان سے پوچھا ''تمہاری رہائی کا کیا مطلب ہے'' لیکن انہیں کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ تقریباً 80 لوگ تھے۔ اب ہمیں یقین تھا کہ جلد ہماری باری بھی آئے گی۔ شاید یکم مئی کو۔ لیکن اس دن کوئی اعلان نہ ہوا۔

ایک دن صبح مارٹیا دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ایلس واپس آ گئی ''چار سال کے بعد'' ہم نے جلدی سے اپنے کوٹ پکڑے اور باہر جا کر ایک بس میں سوار ہو گئیں۔ہم نے اسے دیکھا وہ بالکل سوکھی اور کمزور تھی لیکن مسکرا رہی تھی۔ اسکے پاس بتانے کو بہت کچھ تھا لیکن وہ ان پھٹے کپڑوں میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے لیے کل کچھ چیزیں لائیں گے۔وہ بولی مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اپنے پاس تو کچھ نہیں ہے۔لیکن ہم بڑی عیش میں زندگی گزار رہے ہیں۔میرا بیٹا مائیکل بولا۔آپ ہمارا فلیٹ دیکھنا۔اس میں دیواروں اور کھڑکیوں پر قالین ہیں اور نلکوں میں پانی آتا ہے۔''نہیں بلکہ چھت میں سے آتا ہے۔'' مارٹیا بولی لیکن ہم خوش قسمت تھے کہ ہر شخص ہم سے محبت کرتا تھا۔ہماری خفیہ کلیسیا بھی ترقی کر رہی تھی۔اس رات ہم سوئے نہیں بلکہ صبح کا انتظار کرتے رہے اور صبح کو کچھ چیزیں اکٹھی کر کے ایلس کے پاس لے کر گئے۔اب ہمیں یہ امید مل گئی تھی کہ ہمارے پیارے ہمیں ملیں گے لیکن کئی ہفتے اور مہینے گزرتے گئے۔ ہر دوسرے ہفتے ہمارا کوئی دوست دوڑتا ہوا ہمارے پاس آتا اور کہتا کہ اگلے ہفتے عام معافی کا اعلان ہونے والا ہے۔اس مرتبہ یقینی ہے۔

ہم نے عام معافی کا نام sister annesty رکھ دیا تھا۔ہماری دوست کا خاوند حکومت کے کسی ادارے میں کام کرتا تھا لہٰذا اس کی بات پر ہم زیادہ یقین کرتے تھے۔لیکن جب عام معافی کا اعلان ہوا تو ہم میں سے کسی کو خبر نہ ہوئی۔

ایک دن میں صبح جلدی اٹھی اور بازار سے سودا سلف لینے لگی۔یہ جون کے مہینے کا ایک گرم دن تھا جب میں گھر آئی تو وہاں ایک اخبار پڑا ہوا تھا۔یہ کوئی دوست لے کر آیا

تھا۔اس پر ایک بڑی خبر لگی ہوئی تھی عام معافی۔لیکن دراصل یہ سارے سیاسی قیدیوں کے لیے نہیں تھا۔خبر زیادہ واضح نہیں تھی۔میں نے اسے بار بار تفصیل کے ساتھ پڑھا خبر بڑی چالاکی سے لکھی گئی تھی۔اصل میں روسی یہ واضح نہیں کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے ہزاروں لوگوں کو کئی سالوں سے بلاوجہ قید میں رکھا ہوا تھا۔اس سے ان کی بے عزتی ہوتی تھی۔میں ایک دوست کے کمرے میں گئی وہاں اور کئی ساتھی اسی خبر پر بحث کر رہے تھے۔کچھ لوگ کہہ رہے تھے یہ پچھلے سال کی طرح صرف مجرم قیدیوں کے لیے ہے لیکن بہن مارٹیا بولی کہ نہیں میں نے آپ کو پہلے ہی بتایا تھا۔آؤ ہم اس کے لیے دعا اور شکر گزاری کریں اور آپ دیکھو گے کہ یہ سب کے لیے ہیں۔

لہٰذا ہم نے دعا کی اور گھر واپس آ گئے۔کچھ ہی دیر بعد ہمارا دوست آیا اور اس نے بتایا کہ اسے ٹیلی فون پر اطلاع ملی ہے کہ ہمارا دوست آزاد کر دیا گیا ہے۔اس دوست نے بتایا کہ تمہارا شوہر بھی آج رہا کر دیا جائے گا۔کیونکہ اس نے اسے قطار میں کھڑے دیکھا تھا۔اس کے جانے کے بعد میں نے گھر کا کام کرنے کی کوشش کی لیکن میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔لہٰذا مجھے رکنا پڑا۔کئی گھنٹے اسی طرح گزر گئے۔پھر دروازے پر دستک ہوئی اور ہمارا ایک ہمسایہ جس کے گھر میں ٹیلی فون تھا آیا اور بولا کہ تمہارے لیے کسی دوسرے شہر سے فون ہے۔میں اس کے ساتھ گئی۔یہ رچرڈ تھا۔جب میں نے اس کی آواز سنی تو میں کچھ نہ بول سکی۔میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا پھر مجھے لوگوں کی آوازیں سنائی دیں تم ٹھیک تو ہونا۔وہ مائیکل کو بھی لے آئے تھے۔وہ ٹیلی فون پر بات کر رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔رچرڈ اپنے کسی دوست کے گھر میں تھا۔رچرڈ کہنے لگا مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ میری بیوی اور بیٹا زندہ ہیں۔لہٰذا میں نے

کہا کہ پہلے فون کر کے دیکھ لیا جائے۔اسے رہا کر دیا گیا تھا۔ وہ ٹھیک تھا اور جلد سے جلد گھر آنا چاہتا تھا لیکن وہ فلوج میں تھا جو کہ یہاں سے کئی سو میل دور تھا۔لہٰذا اسے وہاں سے ریل گاڑی کے ذریعے آنا تھا۔لیکن وہ آج نہیں آسکتا تھا اس لیے کہ آج اس نے ایک خفیہ کلیسیا کی عبادت میں حصہ لینا تھا۔

اسی دن پورے ملک میں ہمارے بہت سے دوست رہا کر دیئے گئے تھے۔ہم بہت سارے لوگ ان کے گھر آنے کا انتظار کر رہے تھے۔اسی اثنا میں ایک ٹیلی گرام آیا میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ رچرڈ کل صبح 8:30 پر پہنچ رہا تھا۔اس رات ہم سو نہیں سکے۔ ہر گھنٹے کے بعد کسی نہ کسی کی رہائی کی خبر آتی تھی۔ کچھ لوگ خود ہمارے پاس آئے جنہیں ہم پچھلے دس یا پندرہ سال سے دیکھ نہیں پائے تھے۔ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ پھر سے زندہ ہو گئے ہوں۔ ہمارا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا جو ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے۔اور اپنا گزرا وقت یاد کر رہے تھے اور مستقبل کے بارے میں منصوبے بنا رہے تھے۔ جو لوگ ہمیں ملنے نہیں آئے تھے وہ پھول بھیج رہے تھے۔ بہت سے گلاب جمع ہو گئے تھے۔ وہ پھول بھی ہم سٹیشن پر ساتھ لے گئے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے سارے پھول۔ مارٹیا نے بھی بہت سے پھول اٹھائے ہوئے تھے۔سورج بڑی خوبصورتی سے چمک رہا تھا۔

بہت سے لوگ اپنے پیاروں کو ملنے کے لیے بے تاب تھے۔ پھر گاڑی آگئی۔ پہلے بڑا انجن گزرا اور ہماری نظریں ڈبوں کو گھورنے لگیں۔سپیکر میں گاڑی آنے کا اعلان کیا گیا اس سے پہلے کہ رچرڈ مجھے دیکھتا میں نے اسے دیکھ لیا۔ وہ ایک ڈبے میں سے اتر رہا تھا۔اس کا رنگ زرد تھا اور سر منڈا ہوا تھا۔خدا نے ہمیں دوبارہ ملا دیا تھا۔

اس کے کپڑے میلے تھے اور بوٹوں میں تسمے نہیں تھے۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہماری طرف آیا اور مجھے اور مائیکل کو گلے لگا لیا۔ پھر کسی نے ہم تینوں کو کھڑا کر کے تصویریں اتارنا شروع کر دیں۔ لوگ رچرڈ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے اور اسی سے اپنے پیاروں کی خبر پوچھنے لگے جو اس گاڑی میں نہیں آ سکے تھے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ کتنے لوگ ایسے ہیں جو اس گاڑی میں نہیں آ سکے اور کبھی نہیں آئیں گے کیونکہ وہ قید میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ ہم تینوں ایک دوسرے کو بہت دیر تک خاموش دیکھتے رہے۔

سارا دن اور پوری رات ہمارے گھر میں آنے والوں کا ہجوم رہتا جو رچرڈ کو دیکھنے آتے تھے۔ ہر کوئی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ خفیہ پولیس کے لوگ بھی وہاں موجود تھے اور کچھ لکھتے جاتے تھے۔ رچرڈ کمزور ہو گیا تھا ایسے جیسے ایک چھڑی۔ لیکن اس نے تشدد اور ذہنی کوفت کا سامنا بڑی دلیری سے کیا تھا۔ اسے ہسپتال لے جانا ضروری تھا۔ ہسپتال میں بھی بہت سے لوگ اسے ملنے آتے تھے۔ یہاں تک کہ ہسپتال والوں نے رچرڈ سے معذرت کی کہ آپ کسی اور ہسپتال میں چلے جائیں۔ کئی لوگ ہسپتالوں میں بس کے ذریعے آ جاتے تھے۔ پولیس نے رچرڈ کو خبردار کیا۔ لہٰذا ہمیں وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ بخارسٹ میں حالات اچھے نہیں تھے۔ ہزاروں سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے تھے۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو تلاش کر رہے تھے اور نوکریاں بھی۔ بخارسٹ کی ہر گلی اور ہر گھر میں کوئی نہ کوئی قیدی یا اس کا خاندان مقیم تھا۔

ان حالات میں پولیس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ ان حالات میں رچرڈ کے لیے کلام سنانے کا اچھا موقع تھا۔ جس گرجا گھر میں اسے بلایا جاتا وہ وہاں کلام پیش کرتا۔ اس کے علاوہ ہم بہت سے لوگوں کی مدد بھی کرتے۔ خاص طور پر ان

کے پیارے ابھی رہا نہیں ہوئے تھے۔ رچرڈ نے منادی کرنے کا اجازت نامہ بھی لے لیا تھا لیکن یہ صرف ایک گرجا گھر کے لیے ہی تھا جس میں صرف 36 ارکان تھے۔ پولیس کا کہنا تھا کہ اگر ارکان 36 سے بڑھے تو اچھا نہیں ہوگا۔

رچرڈ نے مجھ سے کہا کہ یہاں منادی کرنے کا مطلب دوسرے مسیحیوں کو مصیبت میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ کلام سننے کے لیے 36 سے زیادہ لوگ بھی آ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم صرف زیرزمین یعنی خفیہ کلیسیا میں ہی کام کریں گے۔ ہماری عبادت بھی خفیہ طور پر ہوتی تھی کیونکہ کسی گھر میں عبادت کرنا غیر قانونی تھا۔ رچرڈ کی منادی سے سینکڑوں لوگوں نے مسیح کو قبول کیا۔ لیکن وہ مطمئن نہیں تھا۔ کیونکہ اسے ہر وقت پولیس کا خوف رہتا تھا۔ ایک دن وہ مجھ سے کہنے لگا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں یہاں سے دور کسی ویران جگہ میں چلا جاؤں اور وہاں عبادت کرتے ہوئے ساری زندگی گزار دوں۔ وہ کلیسیا کی حالت پر بہت افسردہ تھا کیونکہ کلیسیا کو کوئی آزادی حاصل نہ تھی اور کلیسیا میں بشپ سے لے کر عام رکن تک جاسوس موجود تھے۔ بشپ صاحبان کو اپنی کلیسیا کی مکمل رپورٹ حکومت کو دینا ہوتی تھی۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے پر ان کے گرجا گھروں کو تالا لگا دیا جاتا۔ اس کے علاوہ بچوں اور نوجوانوں کو مذہب کے خلاف تعلیم دی جا رہی تھی لیکن جس بات کا رچرڈ کو سب سے زیادہ دکھ تھا وہ یہ تھی کہ مغربی ممالک کیمونسٹ حکومت کے اس حربے سے ناواقف تھے کہ وہ کس طرح مذہب کو تباہ کر رہی ہے۔ میں نے روسی حکومت کے کچھ اعلیٰ عہدیداروں سے بھی رابطہ کیا اور ان کے ذریعے روس کی کلیسیاؤں سے رابطہ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کلیسیاؤں نے ہمیں بتایا کہ وہ بے بس ہیں اور ہماری مدد نہیں کر سکیں گے۔

کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو حکومت میں شامل تھے اور مغربی ممالک میں جا کر رومانیہ کی مذہبی آزادی کے گن گاتے تھے۔ اصل میں انہیں حکومت اپنی حمایت کے لیے خود ہی منتخب کرتی تھی۔ ان میں سے کچھ ہماری خفیہ کلیسیا کے رکن بھی ہوتے تھے۔ وہ واپس آکر بتاتے کہ امریکی اور برطانوی ہمارے الفاظ پر یقین کر لیتے ہیں اور ہمارے چہروں اور دلوں پر موجود غلامی اور مایوسی نہیں دیکھ سکتے۔ وہ کیمونسٹ حکومت کو بہت اچھا سمجھتے ہیں۔ ہماری خفیہ کلیسیا نے یہ فیصلہ کیا کہ رچرڈ کو مغربی ممالک میں بھیجا جائے تا کہ وہ انہیں صحیح تصویر دیکھا سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔

1948 سے اب تک رومانیہ اپنے ملک کے یہودی اسرائیل کے ہاتھوں فروخت کر رہا تھا۔ یہی ہماری امید تھی کہ ہزاروں یہودی اس طرح سے ملک سے نکلنے کی کوشش میں تھے۔ سرکاری دفتر کے باہر فارم لینے والوں کی لمبی قطاریں ہوتی تھیں۔ عرب حکومتیں اس بات سے ناراض تھی لہٰذا حکومت بھی محتاط ہو گئی تھی۔ لیکن حکومتی افسران کو رشوت دے کر یہ کام کرایا جا سکتا تھا۔ ہمارے لئے کوششیں شروع کر دی گئیں لیکن یہ واقعی بہت مشکل کام تھا۔ ہمارے نام ان لوگوں کی فہرست میں شامل تھے جنہیں ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن ہمارے ساتھیوں نے ہمت نہیں ہاری۔ دوستوں نے ہمیں مشورہ دیا کہ پہلے مائیکل کو جانا چاہیے کیونکہ اسے ہماری نسبت زیادہ خطرہ تھا۔ کچھ لوگوں نے مشورہ دیا کہ میں پہلے چلی جاؤں اور پھر عرب کے ممالک سے چندہ اکٹھا کر کے رچرڈ اور مائیکل کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

رچرڈ کے لیے بخارسٹ میں رہنا مزید مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ وہ جس گرجا گھر جاتا اس کے پاسبان کو حکومت کی طرف سے دھمکیاں ملتیں۔ ہمارا اپنا گرجا گھر بھی بند کر دیا

گیا اور اسے بچوں کے لیے کارٹون فلمیں دکھانے کے لیے سینما بنا دیا گیا۔اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ وہاں آنے جانے والوں کا ہجوم لگا رہتا اور اسکے اوپر موجود ہمارے گھر میں آنے والے مسیحیوں پر کسی کی توجہ نہ ہوتی۔

مختلف ذریعوں کی مدد سے ہم نے اپنی سہیلی انوٹزا کو ناروے میں پیغام بھیجا۔اس نے ہمارے لیے چندہ جمع کیا تا کہ ہمارا تاوان ادا کر کے ہمیں بخارسٹ سے نکالا جا سکے۔مغرب میں موجود کچھ اور خاندانوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا۔لیکن یہ انوٹزا کی جدوجہد ہی تھی جس کی بنا پر ہم وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔اس نے ناروے کی حکومت کو قائل کیا کہ ہمیں ویزا دے۔اس نے مختلف اداروں کی مدد سے ہمارے لیے دس ہزار امریکی ڈالر کی امداد بھی اکٹھی کی۔مغرب کے مشنریوں میں سے کچھ ہمارے پاس بخارسٹ آئے ان میں برطانوی مشن کے پادری سٹووارٹ ہیرس بھی آئے۔اور ہمارے لیے کچھ بائبل مقدس کی کاپیاں لے کر آئے۔ان کے آنے کی جاسوسی حکومت کو ہو چکی تھی۔تاہم کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا۔تاہم خفیہ پولیس کا ایک اہل کار ہم سے مختلف طرح کے سوالات پوچھنے کے بعد چلا گیا۔اس مشنری کو سیمنری میں دی ہوئی بائبل مقدس آپ کے جانے کے بعد ان طالب علموں سے واپس لے لی گئی تھیں۔

اس کے بعد ہمارے پاس کچھ امریکی اور سوئس مہمان بھی آئے۔ان کو تو ہمارے گھر کا پتہ بھی معلوم نہیں تھا۔تاہم وہ دریافت کرتے ہوئے آ گئے۔ان کے ساتھ مقامی کلیسیا کا ایک رکن بھی آیا۔ظاہر ہے کہ وہ ہماری ساری باتیں جا کر حکومت کو بتائیگا۔لیکن ہمارا ایک فائدہ یہ ہوا کہ اس شخص کو صرف فرانسیسی ہی آتی تھی انگریزی نہیں

آتی تھی۔اور رچرڈ نے ان لوگوں سے انگریزی میں بات کی۔میں اس کا ترجمہ فرانسیسی میں کرتی تھی۔رچرڈ نے ان لوگوں سے انگریزی اور ساری مشکلات کے بارے میں بتایا۔تاہم میں نے فرانسیسی میں اس شخص کو بتایا کہ رچرڈ اس آزادی کے بارے میں بات کر رہا ہے۔جو ہمیں یہاں پر حاصل ہے۔رچرڈ نے یہ سب کچھ انہیں اس انداز سے بتایا کہ لگ رہا تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔لہٰذا ایک امریکی بولا کہ ہم پاسٹر ورم برانڈ سے ملنا چاہتے ہیں۔رچرڈ نے کہا میں ہی ورم برانڈ ہوں۔لیکن وہ بولا کہ ہمارے خیال میں تو وہ بہت پریشان ہوگا کیونکہ وہ 14 سال قید میں رہا ہے۔آخر کار تقریباً ایک سال کی محنت کے بعد ہمیں بتایا گیا کہ ہمیں باہر جانے کی اجازت دے دی جائے گی کیونکہ آپ کے بدلے میں ہمیں ڈالر مل گئے ہیں۔پھر آخری مرتبہ خفیہ پولیس نے رچرڈ کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم جا سکتے ہو کسی دوسرے ملک میں اپنے مذہب کی منادی کرو لیکن اگر ہمارے خلاف کچھ بولا تو تمہیں خاموش کر دیا جائے گا۔

آخری مرتبہ ہمارے گھر میں حکومت کے لوگ وہ فہرست لے کر آئے جو کہ ہماری ملکیت کی چیزوں کی تھی جو کہ حکومت نے ضبط کر لی تھیں۔میں نے ان سے کہا کہ آپ کل آئیں آپ کو باقی ساری چیزیں بھی مل جائیں گی۔دور دراز گاؤں سے ہمارے مسیحی دوست ہمیں خدا حافظ کہنے آئے اگلے دن صبح صبح ہم ہوائی اڈے پر پہنچے۔یہ 6 دسمبر کا دن تھا۔باہر ہمیں ہلکی ہلکی دھند نظر آ رہی تھی۔ہمارے لیے DC7 طیارے کا بندوبست کیا گیا تھا ہم تقریباً 60 لوگ تھے اور تقریباً سارے یہودی تھے۔ہم سب کو رقم دے کر آزاد کر دیا گیا تھا۔ہم سب تقریباً ایک جیسے جذبات رکھتے تھے کیونکہ ہم سب کمیونسٹ حکومت سے بچ نکلے تھے اور ہم ان کے لیے اکٹھے افسردہ تھے جو پیچھے رہ گئے

تھے۔تمام لوگ اور افسر بھی ہمیں رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ ہم مغرب میں جا رہے تھے۔

ہم جہاز میں بیٹھ گئے۔مائیکل کو جہاز کے واحد غیر ملکی کے ساتھ بیٹھنے کو جگہ ملی۔وہ شخص ایک اطالوی تاجر تھا۔اس نے مائیکل سے بہت سے سوالات کیے اور مائیکل کے جوابات سے وہ بہت حیران ہوا کہ رومانیہ کے حالات اتنے خراب تھے۔ہمارا جہاز روم کے ہوائی اڈے پر اترا۔مائیکل نے اس آدمی سے پوچھا یہ روم ہی ہے۔کہیں برلن تو نہیں۔وہ بولا نہیں تم اطالوی سرزمین پر ہو۔مائیکل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ بولا اب میں آزاد ہوں۔ہوائی اڈے کے باہر میری بہن اور بہنوئی ہمیں ملنے کے لیے پیرس سے آئے ہوئے تھے۔

اختتامیہ

روم سے ہم ہوائی جہاز کے ذریعے اوسلو پہنچے۔ رچرڈ جینوا میں کچھ دیر رکنا چاہتا تھا تاکہ رومانیہ میں ہونے والی ایذا رسانی کے بارے میں اپنی مشن کو رپورٹ دے سکے۔ مشن کے سیکرٹری نے رچرڈ کو ایسا کرنے سے منع کر دیا کیونکہ اس طرح روسیوں کو اس بات کا علم ہو جاتا تھا۔ میں حیران تھی ایک شخص جنیوا میں بیٹھ کر روسیوں سے خوفزدہ ہے جبکہ ہم اس وقت بھی ان سے خوفزدہ نہیں تھے جب وہ ہم پر حکومت کر رہے تھے۔ ناروے میں ہمیں ایک خوبصورت گھر دیا گیا اور ہماری ملاقات اسرائیل مشن کے لوگوں اور ان خادموں سے ہوئی جنہوں نے ہرجانہ ادا کر کے ہمیں رہائی دلائی تھی۔ ان میں سب سے اہم مہمان میری سہیلی انوٹزا تھی۔ اس نے ہماری رہائی کے لیے 15 سال محنت کی تھی۔ اس کے علاوہ پاسٹر ہیڈن کوئسٹ بھی خاص طور پر ہم سے ملنے سٹاک ہوم سے آئے۔ بہت سالوں تک وہ روزانہ ہمارے لئے دعا کرتے رہے تھے۔ ایک اور ادارے ''عبرانی مسیحی اتحاد'' نے بھی ہمارے لیے ادا کئے گئے ہرجانہ میں حصہ ڈالا تھا وہ بھی ہمارے پاس آئے اور ہماری ضرورت کے بارے میں پوچھا۔

اس کے بعد ہم برطانیہ گئے وہاں ہمارے دوست سٹوارٹ ہیریسن نے ہمارے لیے مختلف گرجا گھروں یونیورسٹیوں اور کلیسیاؤں میں پیغام دینے کا انتظام کیا۔ برطانوی مسیحی روس کے زیر اثر علاقوں میں مسیحیوں پر ہونے والے مظالم سے واقف نہیں تھے۔ وہ ان شہیدوں اور زیر زمین کلیسیاؤں سے بھی واقف نہیں تھے جو ان

علاقوں میں موجود تھے زیادہ تر جگہوں پر میرا شوہر رچرڈ پیغام دیتا۔ کچھ جگہوں پر میں بولتی تھی برطانیہ میں بہت لوگ ہمیں جاننے لگے تھے۔

اسی طرح سے بہت لوگ ہمارے واقف بن گئے۔ مجھے پوپ گریگری کی وہ بات یاد آرہی تھی جو اس نے روم میں غلاموں کے طور پر بکنے والے لوگوں کے بارے میں کہی۔ اس نے کہا کہ ان کے چہرے تو فرشتوں کی طرح لگ رہے ہیں۔ یہ کس ملک کے ہیں اسے بتایا گیا کہ یہ خدا کو ماننے والے ہیں۔ اس نے کہا ہیلیو یاہ۔

اس نے ان غلاموں کے لیے ایک کلیسیا قائم کی۔ اسی کلیسیا نے ہمارے لیے فرشتہ کا کام کیا اور ہمیں آزادی دلانے میں مددگار ہوئی۔ اوسلو میں موجود ہمارے دوستوں نے ہمیں امریکہ جانے کے لیے کہا تا کہ وہاں بھی لوگوں کو کلیسیائی ایذارسانی کے بارے میں بتایا جا سکے۔ امریکہ میں بھی میں نے اور میرے شوہر نے بہت سی زیر زمین کلیسیاؤں اور ایذارسانی کے بارے میں بتایا۔ بہت سے سیمینار اور ریلیاں کی گئیں۔ ایک دن مجھے اور رچرڈ کو امریکی سینٹ میں آنے کی دعوت دی گئی۔ یہاں پر سینٹ کے ارکان کے علاوہ ٹیلی ویژن اور اخبارات کے رپورٹر بھی آئے ہوئے تھے۔ رچرڈ نے کہا کہ دنیا کی ایک تہائی کلیسیاء کو آپ کی ایک تہائی دعاؤں اور مالی معاونت کی ضرورت ہے۔ اس نے بتایا کہ میں نے جیل میں ایک شخص دیکھا جس کے پاؤں میں 50 پاؤنڈ وزنی زنجیر تھی اور وہ امریکہ کیلئے دعا کر رہا تھا میرا نہیں خیال کہ آپ نے کبھی ایسی کلیسیاؤں کیلئے دعا کی ہو جو کہ ایذارسانی کا شکار ہیں۔ ایک رکن کے پوچھنے پر رچرڈ نے اپنی قمیض اتار کر انہیں تشدد کے نشانات دکھائے ان لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے کہا کہ میں ان زخموں پر فخر کر رہا ہوں بلکہ میں آپ کو اپنے ملک

اور اپنی کلیسیاء کے زخم دکھانا چاہتا ہوں ۔ میں ان لوگوں کیلئے بات کرنا چاہتا ہوں جو آپ تک نہیں پہنچ سکتے چاہے وہ کیتھولک ہیں چاہے پروٹسٹنٹ چاہے کوئی بھی لیکن وہ مسیح کی خاطر تشدد کا شکار ہیں۔ میں بھی رچرڈ کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی ۔ میری آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے مجھے اپنی جیل کی ساتھی خواتین یاد آرہی تھیں ان میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں تھیں ۔ وہ خدا کے وعدے کے پورا ہونے کی منتظر تھیں ۔ مجھے وہ خواتین بھی یاد آرہی تھی جو جیل میں ہی فوت ہوگئی تھیں ۔ میرا ایمان تھا کہ وہ مسیح یسوع کے محبت بھرے ہاتھوں میں تھیں لیکن پھر بھی میرے آنسو جاری تھے۔

رچرڈ نے مجھے بعد میں بتایا کہ میرے آنسو اس کے الفاظ سے بھی زیادہ طاقتور تھے آنسوؤں سے بڑی بڑی دیواریں گر جاتی ہیں ۔ رچرڈ نے اپنی پہلی کتاب کا نام ''آج کی شہید کلیسیائیں'' رکھا جب وہ یہ باتیں لکھوا رہا ہوتا تو میں صوفے پر اسکے قریب بیٹھی سوئیٹر بنا رہی ہوتی تھی اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے ۔ رچرڈ کی آنکھوں میں بھی آنسو ہوتے تھے یہ بہت ہی سادہ کتاب تھی لیکن یہ شہیدوں کے خون اور آنسوؤں سے لکھی گئی تھی ہماری توقع کے برعکس یہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں چھاپی گئی اور بہت مقبول ہوئی ہماری اس کتاب اور پھر ہمارے ذاتی دوروں کی وجہ سے دنیا کے آزاد ممالک میں انیس ایسے ادارے قائم ہوئے جن کا مقصد ایذا رسانی کا شکار کلیسیاؤں کی مدد کرنا اور قیدیوں اور شہیدوں کے خاندانوں کو امداد پہنچانا تھا یہ ادارے یورپ ، امریکہ ، ایشیا ، آسٹریلیا میں قائم ہوئے تھے یہ لوگ لٹریچر بھی چھاپتے اور ریڈیو کے ذریعے بھی شہیدوں کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے تھے۔

رچرڈ نے بہت سی کتابیں لکھیں ۔ وہ منادی کرتے تھکتا نہیں تھا لیکن اس کے

ساتھ ساتھ اس نے ایک مشن بھی قائم کی جو روسی فوج میں منادی کرتی تھی یہ کام خفیہ طور پر کیا جاتا۔ کچھ لوگ اس پر تنقید بھی کرتے تھے لیکن رچرڈ انہیں مطمئن کر دیتا تھا۔

ہم ہر ملک کے لوگوں کے ساتھ خوش رہتے تھے ہمیں جرمنی بالکل اپنے گھر کی طرح لگتا تھا حالانکہ ہمارے ملک اور جرمنی کے درمیان خون کا ایک دریا تھا یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ یہودیوں اور جرمنی کو الگ کرنیوالے سمندر کا نام Red Sea یعنی سرخ سمندر ہے لیکن اس سمندر میں وہی ڈوبتے ہیں جو نفرت کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں۔ محبت کرنے والے اس سمندر کو عبور کر لیتے ہیں۔ ہم نے دنیا کے ہر براعظم اور ہر رنگ اور نسل کے لوگوں کو خدا کا پیغام پہنچایا مجھے اپنے بیٹے مائیکل کی ایک بات یاد آرہی تھی۔ وہ کہتا کہ اب جب میرا باپ جیل سے واپس آئے گا تو وہ بالکل مختلف شخص ہوگا۔ ایک بھوت کی طرح جو کسی کی کوئی خدمت نہیں کر سکے گا۔ اب جب ہم جنوبی افریقہ میں آئے تو ایک اخبار نے لکھا کہ جنوبی افریقہ پر رچرڈ نامی ایک طوفان نے حملہ کر دیا ہے۔ رچرڈ ایک بات کہتا تھا کہ ہم کیمونزم سے نفرت کرتے ہیں مگر کمیونسٹ لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔ اس کی اس بات کے حامی کروڑوں کی تعداد میں تھے اور پوری دنیا میں موجود تھے۔ اب پوری دنیا میں زیرزمین کلیسیاؤں کے لیے دعا کی جاتی ہے اور ان کی مالی امداد کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مظالم ڈھانے والوں کو مسیحی محبت میں گلے لگایا جاتا ہے۔ رچرڈ ان پاسبانوں پر تنقید بھی کرتا جو کمیونسٹ منصوبوں سے سمجھوتہ کرتے تھے یا اس کے حق میں بات کرتے۔

کبھی کبھی میں رچرڈ سے کہتی کہ اب تم چپ کرو اور خاموش ہو جاؤ۔ کیونکہ اتنے زیادہ لوگوں کا سامنا کرنا تھکا دینے والا کام ہے۔ میں اسے بتاتی کہ بائبل میں غزل

الغزلات کی کتاب میں مسیح کوایک پھول سے تشبیہ دی گئی۔ پھول کسی کا مقابلہ نہیں کرتا بلکہ خاموشی سے زندگی گزار دیتا ہے۔ مسیحی زندگی ایسی ہی ہونی چاہیے۔لیکن وہ مجھے جواب دیتا کہ اگر ہم کیمونزم کا مقابلہ نہیں کریں گے تو یہ کلیسیاؤں میں گھس کر ہمیں شکست دے دے گی میں حیران تھی کہ وہ ایسا کیوں سوچتا ہے کلیسیاء کودکھ اٹھانا تو ضرور ہے اس کیلئے بڑے بڑے گرجا گھر نہیں بلکہ زیادہ تعداد میں ایماندار چاہیے۔ ہماری زیر زمین کلیسیائیں مغرب کے بڑے بڑے گرجا گھروں پر مشتمل کلیسیاؤں سے زیادہ موثر تھیں وہاں پرکوئی بھی مسیح کے دکھوں کو یاد کر کے نہیں روتا نہ ہی اس کے جی اٹھنے کی خبر سے شادمان ہوتا لیکن میرے شوہر کوایسی دلائل سے قائل کرنا مشکل تھاوہ کہتا کہ مسیح کوگلاب کے پھول سے تشبیہ دی گئی ہے اوراس پھول کیساتھ کانٹے ہوتے ہیں۔ جب آپ اسے توڑنے کی کوشش کریں تو یہ آپ کوزخمی کردیتا ہے۔

میں رچرڈ کوتیس سال سے جانتی تھی مجھے معلوم تھا کہ اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا لہٰذا میں نے خاموشی کاراستہ اختیار کیا۔میں ان لوگوں کے معاملات کی نگرانی کرنے لگی جوکمیونسٹ حکومتوں میں جاتے اوروہاں پرموجود قیدیوں سے ملتے اوران کے بارے میں معلومات اکٹھی کرتے اورانہیں بائبل اور دوسرالٹریچر مہیا کرتے اوران کی مالی امداد کاانتظام کرتے۔ مجھے زندہ رکھنے کے لئے یہ حقیقت کافی تھی کہ چین اورروس میں ہزاروں مسیح قید تھے جن کے لیے کام کرنے کی ضرورت تھی روسی اخبارات نے بڑے فخر سے ایک خبر شائع کی کہ ایک پادری اوراس کے پانچ بیٹوں کوگرفتار کر لیا گیاہے میں اس پادری کی بیوی کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ خالی گھر میں کس اذیت سے رہ رہی ہوگی۔البانیہ میں پادریوں کوگلیوں میں گھسیٹا جاتا اورسمندر میں

پھینکا جاتا اسی طرح مشرق وسطی میں بھی مسیح پر ایمان لانے والوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ 1969 میں شمالی کوریا میں ایک دن 45 مسیحیوں کو قتل کیا گیا۔ انکے خاندانوں اور دیگر مسیحی شہیدوں کے خاندانوں کو سہارے کی ضرورت تھی۔ اس کے علاوہ ہر علاقہ میں کلام کے پیاسے لوگ موجود ہیں جن تک کلام پہنچانا ضروری تھا۔

میں ذاتی طور پر ان لوگوں سے ملتی اور ان سے ان قیدیوں اور شہیدوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتی۔ یہ کام پچھلے 25 سال سے جاری ہے مجھے اور لوگوں سے ملنے کا موقع بھی ملتا ہے کچھ ایسے پادری صاحبان جو ایسے علاقہ سے آتے ہیں جہاں پر مسیحی لوگ آزاد نہیں کچھ پادری صاحبان روس سے بھی آتے اور وہاں پر مذہبی آزادی کی جھوٹی کہانیاں ورلڈ کونسل آف چرچز میں سناتے ہیں یہ روس کے سرکاری گرجا گھروں کے ملازم ہوتے ہیں رچرڈ انہیں غدار کہتا ہے جب کہ میں انہیں ایسا نہیں کہتی کیونکہ میں نہیں سمجھتی کہ مجھے ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار ہے۔ ٹھیک ہے کہ وہ حکومت کے ہاتھ میں کٹھ پتلی ہیں لیکن وہ اس کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں ان میں سے اکثر اپنے ملک کی آزادی کے منتظر ہیں وہ امریکہ کے وعدوں کے پورے ہونے کے منتظر ہیں۔ چونکہ مغرب ان کی کوئی مدد نہیں کر سکا اس لئے انہوں نے قابض فوج کے ساتھ رہنا سیکھ لیا۔ ان کے بھائیوں نے شہید ہونے کا فیصلہ کیا لیکن انہوں نے اپنے جذبات کو شہید کیا اور اس طرح بہت سے گرجا گھر بند ہونے سے بچ گئے۔ اس طرح وہ کلیسیاء کے نکاح جنازہ اور بپتسمہ وغیرہ جاری رکھنے کے قابل ہوئے۔ اس طرح وہ آزاد دنیا میں آتے ہیں اور آزادی کی جھوٹی کہانیاں سناتے ہیں۔ کہ شاہد وہ ان کہانیوں کی گہرائی میں چھپا ہوا درد اور غلامی پہچان سکیں۔ مغربی

معاشرے کو ان کے دل کی گہرائی میں پڑھنے کی ضرورت ہے۔

مغربی دنیا یہ سمجھتی ہے کہ وہاں انہیں بہت آزادی حاصل ہے کیونکہ انہیں یہی بتایا جاتا ہے۔ وہ سمجھتے کہ اگر پولیس کے پاس کوئی کیس رجسٹرڈ نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ وہ روسی طریقہ واردات سے واقف نہیں ہیں مسیح دشمن ہمیں پادریوں کے روپ میں بھی نظر آتے ہیں۔ اور انہیں انعامات بھی ملتے ہیں۔ ہماری ذاتی زندگی بھی بہت تبدیل ہوگئی ہے رچرڈ پہلے ایک قیدی تھا اور اسے تشدد اور مضحکہ کا نشانہ بنایا جاتا تھا لیکن اب اسے بہت عزت دی جاتی ہے لیکن چونکہ وہ آگ کے دریا سے گزر چکا ہے اس لئے اسے معلوم ہے کہ اسے تعریف کی ضرورت نہیں ہے۔ تعریف .صرف خدا کے لیے ہے تاہم اسے یہ احساس ہے کہ اس طرح کی تعریف اور اشتہار کی وجہ سے مظلوموں کے لیے کچھ کرنے کے زیادہ مواقع ملتے ہیں۔ شروع میں امریکہ کی دولت سے مجھے خوف آتا تھا۔ اگرچہ ہمارا گھر بہت چھوٹا تھا اور اس میں فرنیچر بھی نہیں تھا ہمیں ایک پرانی کار کسی نے تحفہ میں دی تھی لیکن بعد میں مجھے یہ احساس ہوا کہ بائبل ہمیں امیر ہونے سے منع نہیں کرتی بائبل میں لکھا ہے ''خدا یوسف کے ساتھ تھا اور وہ ایک امیر آدمی بن گیا۔'' ہمیں صرف یہ احساس رکھنے کی ضرورت ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ خدا کا ہے ہمارا نہیں۔ خدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم دوسروں کی مدد کریں بلکہ یہ کہ ہم اپنی ضروریات بھی پوری کریں۔ شہد کی مکھی صرف گناہگاروں کے لئے ہی نہیں شہد پیدا کرتی اس پر ایمانداروں کا بھی حق ہے۔ ہم نے غریب رہنا سیکھا ہے ہمیں خوشحالی کا عادی بھی ہونا چاہیے۔

مجھے روس میں موجود خادموں کے بارے میں خیال آیا جنہوں نے لگاتار

روزے رکھے تاکہ انہیں حکومت کو جرمانہ ادا نہ کرنا پڑے (کیونکہ پہلے ہی جرمانہ ادا کرنے کے لئے انہیں اپنا فرنیچر بیچنا پڑا) ان لوگوں کو یاد کر کے ہمارا نوالہ ہمارے گلے میں رُک جاتا ہے۔ رچرڈ ایسے لوگوں کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا۔ عملی طور پر جیل میں وہ بھی انکے لیے صرف روزے ہی رکھ سکتا تھا۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ رچرڈ ایک انسان ہے اور اتنے مشکل حالات سے گزرنے کے بعد اس کا دل ضرور چاہے گا کہ کم از کم ایک دفعہ ان آسائشوں کو ضرور آزما کر دیکھے۔ لیکن میں اس بات سے پُر امید ہوں کہ خدا سچا ہے وہ اسے تمام سہولیات بھی دے گا اور اسے سنبھالے گا بھی کیونکہ اسے اس کی قربانیاں یاد ہیں۔ رچرڈ کو بھی ان آسائشوں سے لاحق خطروں کا علم تھا اور جب آپ کو خطرے کے بارے میں علم ہو تو یہ زیادہ خطرناک نہیں ہوتا۔ میں نے اسے صرف اتنا کہا کہ تم روپے کی قدر نہیں کرتے لیکن یاد رکھو کہ اسکو ضائع نہیں کرنا بلکہ حاصل کرنے کی کوشش کرنا تاکہ تم کسی کی مدد کر سکو۔ جب میں رچرڈ سے کہیں دور جاتی تو بہت پریشان ہوتی لیکن اس کے ساتھ ساتھ خدا کے کام کے لیے گھر سے نکلنا بہت اچھا ہے خطرناک نہیں۔ خطرناک بات یہ ہے کہ آپ خدا کے کام کو نامکمل چھوڑ دیں۔ ہم طوفان کو نہیں روک سکتے۔ اس طرح میں رچرڈ کو کمیونزم کے خلاف بولنے سے نہیں روک سکتی لہٰذا میں اس کے لیے صرف دعا ہی کرتی تھی۔ جن کے خلاف رچرڈ بات کرتا تھا وہ بھی خاموش نہیں رہتے تھے بلکہ اس کی راہوں میں رکاوٹیں ڈالتے تھے۔ اگر وہ اس کی عادتوں سے واقف ہوتے تو شاید وہ یہ جان لیتے کہ اس کو روکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جتنی اونچی رکاوٹ ہو۔ وہ اتنی ہی بڑی چھلانگ لگاتا تھا۔ اس نے اپنی مسیحی زندگی کا آغاز بھی بہت سی رکاوٹوں کو عبور کر کے ہی کیا تھا۔

اپنی مشن کے لیے سفر کرتے ہوئے میں اسرائیل تک بھی گئی وہاں میں نے مقدس مقامات بھی دیکھے وہاں مجھے اپنے خاندان کے وہ لوگ بھی ملے جنہوں نے جاتے ہوئے مجھے کہا تھا۔Leshana habe Jeroshlim یعنی اگلے سال یروشیلم میں ملاقات ہوگی ۔ اس بات کو 20 سال گزر چکے تھے ۔اسرائیل میں ہمیں ان مقامات پر چلنے کا موقع ملتا ہے جن کے بارے میں ہم بائبل میں پڑھتے ہیں وہ جگہ جہاں پر مسیح مصلوب کیا گیا۔ وہ جگہ جہاں پر مریم مگدلینی نے آنسو بہائے یہاں پر دعا کرنے کی ایک مختلف کیفیت ہوتی ہے میں ہر جگہ خاموشی سے دعا کرتی مجھے یہ جان کر دکھ ہوا کہ ایک گرجا گھر کا ایک حصہ کسی اور کلیسیاء کے قبضہ میں تھا جب کہ دوسرا کسی اور کے۔ میں بشارتی کلیسیاء سے تعلق رکھتی تھی لیکن میں نے کبھی کسی دوسری کلیسیاء سے جھگڑا نہیں کیا۔ گلاب ہمیشہ خوشبو دیتا ہے چاہے آپ کسی بھی نام سے پکاریں۔ مسیحیوں کا بھی یہی حال ہونے چاہیے۔ میں نے دیکھا کہ اسرائیل آزاد ہو چکا تھا اور میری ساتھی قیدیوں کی تکالیف جوانہوں نے اسرائیل کے لئے اٹھائی تھیں ضائع نہیں ہوتی تھیں۔ میں بھی ان کے لیے آزادی کی دعا کرتی تھی ۔لہٰذا میری دعا بھی قبول ہوگئی تھی۔ مجھے ان سے محبت تھی ان یہودی خواتین کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ایک یہودی کی وجہ سے مسیح روس میں لوگوں تک پہنچ رہا تھا۔ وہ ایک یہودی شاعر تھا اس کی شاعری میں مسیح کا ذکر بار بار آتا تھا جب کہ دوسرے لٹریچر سے روسیوں نے مسیح کو نکال دیا تھا۔ بہت سے دوسرے یہودی کیمونزم کے خلاف لڑ رہے تھے۔ دو پاسبان جو کہ پہلے یہودی تھے اب احتجاج کر رہے تھے کہ روسی حکومت مذہبی معاملات میں دخل اندازی کر رہی ہے۔ رومانیہ کی سب سے بڑی زیر زمین کلیسیاء کا بانی ایک یہودی ہی

تھا۔ جس نے جیل میں بہت زیادہ مصائب برداشت کئے تھے۔ میں اس کی بیوی کے ساتھ گھنٹوں باتیں کیا کرتی تھی ۔ لوتھرن کلیسیاء نے اسے انعام بھی دیا تھا۔ بعد میں وہ جرمنی کے ایک گرجا گھر میں چوکیدار کی نوکری کرنے لگا۔ وہ رومانیہ میں بہت مقبول پاسبان تھا اسے وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔ خدا نے یہودیوں کو اسرائیل واپس کر دیا تھا۔ اب خدا انہیں وفادار لوگ بھی دے گا۔ آخر کار مسیح یہودیوں کا بادشاہ ہے۔

اب میں اپنے کام پر واپس آ گئی ہوں۔ یہ کام ایک سمگلر کا ہے لیکن سمگل کی جانے والی چیز بائبل ہے۔ اس کے علاوہ میں مسیحی شہیدوں کے خاندانوں کی امداد اور زیر زمین خفیہ طور پر قائم کلیسیاؤں کی مدد کا کام بھی کر رہی ہوں مغربی نوجوانوں کے دلوں سے مسیح کے خلاف خیالات نکالنا بھی میں نے اپنا مشن بنایا ہوا ہے۔ اس کام میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے شہیدوں کے نام اب پوری دنیا تک پہنچ جاتے ہیں اور چھوٹے بچے سونے سے پہلے ان کے خاندانوں کیلیئے دعا کرتے ہیں یقیناً ان بچوں کی دُعائیں سنی جائیں گی۔ پاسبان کی بیوی ہونے کی حیثیت سے میں نوجوانوں کو ایک کہانی سنایا کرتی ہوں۔ یہ ایک لڑکے کی کہانی ہے۔ جو ساحل پر کھڑا سمندر میں ایک جہاز کی طرف ہاتھ ہلا رہا تھا۔ ایک آدمی جو اس کے پاس کھڑا تھا اسے کہنے لگا پاگل مت بنو۔ تمہارے ہاتھ ہلانے سے یہ جہاز اپنا راستہ تبدیل نہیں کرے گا۔ لیکن جہاز اس کی طرف آ گیا۔ اس لڑکے کو جہاز پر بیٹھا لیا گیا۔ اس لڑکے نے جہاز پر سے اس آدمی سے کہا۔ جناب میں پاگل نہیں ہوں جہاز کا کپتان میرا باپ ہے۔

ہمیں بھی معلوم ہے اس کائنات کو چلانے والا ہمارا باپ ہے۔ وہ یقیناً ہماری دُعاؤں کو سنتا ہے۔

1949 م میں جب روسی دنیا کے سامنے یہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ اُن کی حکومت میں مسیحیوں کو عبادت کی آزادی ہے۔ انہوں نے پاسٹر رچرڈ ومبرینڈ کو گرفتار کرلیا اور اُسے خفیہ مسیحی کلیسیاء قائم کرنے کے جرم میں طویل عرصہ قید میں رکھا۔

''پاسبان کی بیوی'' سبینا ومبرینڈ کی سچی کہانی ہے۔ اس میں اُسکی اُن کوششوں کا بیان کیا گیا ہے۔ جو اُس نے اپنے شوہر کی رہائی کیلئے کیں۔ اِس کے علاوہ اُسکی اپنی قید اور سب سے بڑھ کر رومانیہ میں خفیہ طور پر کلیسیاء قائم کرنے اور اُسے فعال رکھنے کی جدوجہد اس کتاب کا بڑا موضوع ہے۔

سچ یہ ہے کہ کمیونسٹ لوگ کبھی بھی مسیحیت کو برداشت نہیں کرسکتے اور وہ آج بھی مسیحیوں کو قید کر رہے ہیں اور اُنہیں تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اس کتاب کا بنیادی پیغام یہی ہے۔

مصنفہ کے بارے میں:-

خفیہ پولیس کے اہلکار ہمارے گھر میں اُس وقت گھس آئے جب ہم سب سو رہے تھے۔ اُنہوں نے سارے گھر کی تلاشی شروع کردی۔ اُنہوں نے ہمیں کہا کہ ہم اُن کے سامنے ہی کپڑے تبدیل کرلیں کیونکہ ہمیں گرفتار کیا جا رہا تھا۔ ''ہمیں بتاؤ کہ اسلحہ کہاں چھپا رکھا ہے'' میں نے اُن سے کہا کہ ہمارے گھر میں صرف ایک ہی ہتھیار ہے اور اُنہیں بائبل نکال کر دکھائی۔ وہ بولے تمہیں ہمارے ساتھ تھانے چلنا ہوگا۔ اور یہ بیان وہاں جا کر دینا۔ میں نے بائبل کو ایک طرف رکھ کر اُن سے کہا کہ ''ہمیں تھوڑی دیر کیلئے دُعا کی اجازت دی جائے اس کے بعد ہم آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں''

پاسبان کی بیوی